تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد ہفتم

سورہ النساء آیت ۲۴ تا ۱۱۴

تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد ہفتم

سورہ النساء آیت ۲۴ تا ۱۱۴

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب========= تفسیر الفرقان

نام مصنف========= محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

جلد نمبر=========ہفتم (7)

صفحات ========= ۵۰۱

قیمت ========= 0

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

ایڈریس

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات
15	شانِ نزول: (آیت) "ولا جناح علیکم"
15	خاوند والی عورت سے نکاح حرام ہے
21	محرمات کے علاوہ بقیہ عورتوں سے نکاح حلال ہے
22	منکوحہ اور مملوکہ باندی کے علاوہ ہر عورت حرام ہے
24	اسلام میں متعہ حرام ہے
31	ایمان والی باندیوں سے نکاح کرنا
34	باندی زنا کرے تو پچاس کوڑے کی سزا ہے
39	محرمات کی فہرست بیان کرنے کا مقصد
50	سب سے پاکیزہ کمائی ہاتھ کی کمائی ہے
54	اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو
57	صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تحقیق

بڑے گناہوں سے اجتناب پر انعام	63
شان نزول: (آیت)" ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ"	68
نیک اعمال کی توفیق طلب کرو	69
شان نزول: (آیت)" والذین عقدت"	72
وراثت کی بنیاد قرابت ہے	75
مواخات کی بنیاد پر میراث نہیں ملے گی	77
شان نزول: الرجال قوموں"	71
خاوند کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے	82
نیک عورت کی خصلتیں	85
شوہر کی اجازت کے بغیر کسی مرد کو گھر میں بٹھانا جائز نہیں	88
نیک عورت کے لیے جنت کی بشارت	89
عورتوں کی تین قسمیں	92
خاتون خانہ کے لیے جہاد کا اجر ہے	93
عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث	98

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء	99
میاں بیوی کے اختلاف ختم کرنے کے لیے ثالث مقرر کرنا	102
ثالث دونوں خاندان سے ہونا چاہیے	104
خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے	106
شان نزول: (آیت) "والذین یبخلون"	121
قیامت کے روز حق دلایا جائے گا	131
قیامت کا انتہائی ہولناک منظر ہوگا	138
شان نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوالاتقربواالصلوۃ"	143
بیمار کے لیے تیمم جائز ہے	151
شان نزول: الم ترالی الذین اوتو"۔(الخ)	154
یہود کی تحریف کا بیان	158
شان نزول: (آیت) "یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا"	163
شان: (آیت) "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ"	169
شرک کی تعریف	170

مشرک کی مغفرت نہ ہوگی	174
شان نزول: (آیت) "الم تر الی الذین یزکون"	178
اپنی پاکیزگی اور فضلیت بیان کرنے کی ممانعت	178
شان نزول: (آیت) "الم تر الی الذین اوتوا"	188
جبت اور طاغوت کا معنی	188
مشرکین کی تعریف باعث لعنت ہے	190
"جبت" کی ایک اور تفسیر	192
شان نزول: (آیت) "ام یحسدون"	197
یہود کے حسد کی مذمت	198
کافروں پر عذاب کی شدت	206
ہر کافر کی سو کھالیں ہوں گی	207
شان نزول: (آیت) "ان اللہ یامرکم"	211
شان نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ"	223
امیر کو ذلیل کرنا بڑا گناہ ہے	229

شان نزول: (آیت) "الم ترالی الذین یزعمون"	233
مسلمان کو قرآن کا فیصلہ ماننا چاہیے	236
منافق کے حکم رسول سے روگردانی	239
شان نزول: آیت "۔فلا وربک لایؤمنون حتی"	247
شان نزول: (آیت) "ولوانا کتبنا علیہم ان اقتلوا	254
عبداللہ بن رواحہؓ کی فضیلت	257
شان نزول: (آیت) "ومن یطع اللہ والرسول"	260
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ذریعہ نجات ہے	264
مجاہد غازی ہو یا شہید اجر کا مستحق ہے	270
قرآن مجید کی ترغیب جہاد کے نکات	280
ترغیب جہاد کے متعلق احادیث	281
شان نزول: (آیت) "الم ترالی الذین قیل	285
تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت پکڑ لے گی	290
منافقوں اور یہودیوں کی احمقانہ باتیں	291

منصب رسالت	302
قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب	307
شان نزول: (آیت) "واذا جاءھم"	312
شان نزول: (آیت) "فقاتل فی سبیل اللہ"	319
شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام	327
خیر کے کام میں سفارش باعث اجر ہے	330
اسلام میں سلام کے مقرر کردہ طریقہ کی افضلیت	334
مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت	335
امتناع کذب کا بیان	340
شان نزول: (آیت) "فما لکم فی المنافقین"	344
منافقین کو مدینہ پسند نہیں	348
شان نزول: آیت "ودوا لو تکفرون"	354
کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت	355
ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام	356

قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا	357
ہجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	359
شان نزول: (آیت) ”الا الذین یصلون الی قوم“	361
عہد شکنی اسلام میں حرام ہے	364
شان نزول: ستجدون اخرین یریدون ان یامنوکم ویامنوا قومھم	365
شان نزول: (آیت) وما کان لمومن ان یقتل“	370
قتل خطاء کے شان نزول میں متعدد اقوال	370
قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام	373
دیت کا معنی	374
قتل خطاء، قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار	375
دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے	376
عورت کی نصف دیت کی تحقیق	378
قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت	379
ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام	380

دارالحرب میں کسی مسلمان کو خطاء قتل پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت	381
ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ	381
ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل	382
قتل خطاء کے کفارہ کا بیان	383
شان نزول: (آیت) ”ومن یقتل مومن ا“	387
قتل عمد کی تعریف اور اس کے متعلق احادیث	389
قتل عمد پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان	390
مسلمان کا قاتل ملعون ہے	394
قصداً قتل کو حلال سمجھ کر قتل کرنے والے کی مغفرت نہ ہوگی	395
مقتول قاتل کو گھسیٹ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کرے گا	397
ایک مومن کے قتل میں شریک ہونے والے سب لوگ جہنمی ہیں	397
شان نزول: (آیت) ”یایھا الذین امنوا اذا ضربتم“	401
سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث	403
ایک کلمہ گو کا قتل بڑا گناہ ہے	406

شان نزول: (آیت) "لا یستوی القاعدون"	413
شہید کے لیے چھ بھلائیاں ہیں	420
شان نزول: (آیت) "ان الذین توفہم"	423
شان نزول: (آیت) "ومن یخرج من بیتہ"	432
ہجرت کا شرعی حکم	434
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کے اسباب	435
دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام	436
مہاجر کے لیے کشادگی رزق کا وعدہ	440
شان نزول: (آیت) "واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم"	443
نماز خوف پڑھنے کا طریقہ	444
شان نزول: (آیت) "واذا کنت فیہم"	447
غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف	453
مناسبت اور شان نزول:	462
شان نزول: (آیت) "انا انزلنا الیک"	468

مجرم کی حمایت کرنا بھی جرم ہے	473
ہر فیصلہ قرآن کے مطابق ہو	474
نیکی کے کام کیلئے مشورہ کرنا باعث اجر ہے	493
علم کے مطابق عمل کرنے والوں کے لیے بشارت	495
تین موقعوں پر جھوٹ بولنا جائز ہے	498
لوگوں کے درمیان مصلحت افضل صدقہ ہے	499

﴿ وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ۚ كِتٰبَ
اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ‌ۚ وَاُحِلَّ لَـكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰ لِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا
بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ‌ؕ
فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰ تُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً‌ ؕ وَلَا
جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا‏ ﴿۲۴﴾

اور (حرام کردی گئیں تم پر) نکاح والی عورتیں، مگر تمہاری وہ باندیاں جن کے مالک ہوں تمہارے داہنے ہاتھ لکھ دیا یہ اللہ نے یہ تمہارے ذمے، اور حلال کردی گئیں تمہارے لیے ان کے سوا سب (بشرطیکہ) تم انھیں طلب کرو اپنے مالوں کے بدلے میں، قید نکاح میں لانے کو، نہ کہ صرف مستی نکالنے کے لیے پھر جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو، تو ان کو دے دیا کرو ان کے وہ مہر جو مقرر کئے گئے ہوں اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس (مقدار مہر) کے بارے میں جو تم لوگ باہمی رضامندی سے طے کرلو، مقرر کئے گئے کے بعد، بیشک اللہ بڑا ہی علم والا، اور نہایت ہی حکمت

والا ہے۔

شان نزول: (آیت) "ولا جناح علیکم"

ابن جریرؒ نے بواسطہ معمر بن سلیمانؒ ان کے والد سے روایت نقل کی ہے، کہ حضرمی کو خیال ہوا کہ کچھ لوگ مہر (زیادہ) متعین کر لیتے ہیں پھر بعد میں تنگی ہو جاتی ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مقرر کرنے کے بعد باہم رضامندی سے کمی بیشی میں کوئی گناہ نہیں۔ [۱]

خاوند والی عورت سے نکاح حرام ہے

الطیالسی وعبد الرزاق والفریابی وابن ابی شیبہ واحمد وعبد بن حمید ومسلم وابوداؤد وترمذی والنسائی وابو یعلی وابن جریر والمنذر وابن ابی حاتم والبخاری وابن حبان والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس کی طرف بھیجا یہ لوگ دشمن سے ملے اور ان سے قتال کیا۔ ان پر غالب آئے اور ان کے قیدی بھی ہاتھ آئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ نے ان قیدی عورتوں کے ساتھ جماع کرنا مناسب نہ سمجھا ان عورتوں کے مشرک خاوند موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ لفظ آیت "والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم" فرمایا مگر جو اللہ تعالیٰ تم کو مال غنیمت کے طور پر دے اس وجہ سے کہ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔

الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت حنین کے دن

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے حنین کو فتح فرمایا دیا مسلمانوں نے ایسی عورتوں کو پکڑا جن کے خاوند تھے جب کوئی آدمی ارادہ کرتا کہ عورت کے پاس آئے تو وہ کہتی کہ میرا خاوند (کافر) موجود ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بارے میں پوچھا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت "والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم" یعنی قیدی عورتیں مشرکین میں سے تم جس کے ساتھ جماع کرنا چاہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید بن جبیر سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت حنین والوں کی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حنین کو فتح فرمالیا مسلمانوں کو کچھ قیدی (عورتیں) ہاتھ آئیں۔ (مسلمانوں میں سے) جب کوئی آدمی اس عورت کے پاس آنے کا ارادہ کرتا تو وہ کہتی میرا خاوند ہے۔ (مشرکین میں سے) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس وہ لوگ آئے اور انھوں نے اس بات کا ذکر کیا (تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی) "والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم" یعنی قیدی عورتیں خاوند والی بھی حلال ہیں۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے لفظ آیت "والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہر خاوند والی عورت کے پاس آنا زنا ہے مگر جو قید ہو جائے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ عورت جس کا خاوند موجود ہے وہ تیرے اوپر حرام ہے مگر وہ باندی کہ اس کا تو مالک ہے اور اس کا خاوند دار الحرب میں ہے وہ تیرے لیے حلال ہے جب تو نے اس کا استبراء رحم کر لیا۔

الفریابی وابن ابی شیبہ وطبرانی ؒ نے حضرت علی اور ابن مسعود ؓ دونوں حضرات سے اس آیت " والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا مشرکہ عورتیں جب وہ قید ہو جائیں تو اس کے مالک کے لیے حلال ہیں اور ابن مسعود ؓ نے فرمایا مشرک عورتیں اور مسلمان عورتیں دونوں حلال ہیں جب جنگ میں قید بنالی جائیں۔

ابن ابی شیبہ ؒ نے عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر ؒ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے لفظ آیت " والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا مشرکہ عورتیں جب وہ قید ہو جائیں تو اس کے مالک کے لیے حلال ہیں اور ابن مسعود ؓ نے فرمایا مشرک عورتیں اور مسلمان عورتیں دونوں حلال ہیں جب جنگ میں قیدی بنالی جائیں۔

ابن جریر ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لونڈی کی طلاق چھ طرح سے ہے اس کو بیچ دینا اس کی طلاق ہے، اس کو آزاد کر دینا اس کی طلاق ہے، اس کو ہبہ کر دینا اس کی طلاق ہے۔ اس کی برات اس کی طلاق ہے اس کے خاوند کا طلاق دے دینا اس کی طلاق ہے۔

ابن جریر ؒ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا شوہر بھی ہو۔ تو اس کا آقا اس کے بضع (یعنی وطی کی جگہ) کا زیادہ حق دار ہے۔

ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " والمحصنت من النساء " سے خاوند والی عورتیں مراد ہیں۔

ابن ابی شیبہ ؒ نے مصنف میں وابن المنذر ؒ نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " والمحصنت من النساء " سے مراد ہے کہ خاوند والی عورتیں حرام ہیں مگر لونڈیاں (حلال ہیں)۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“ سے خاوند والی عورتیں مراد ہیں۔

مالک وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر اور بیہقیؒ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“ سے خاوند والی عورتیں مراد ہیں اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“ سے مراد ہے کہ ان کو زنا سے منع کر دیا گیا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے شعبیؒ اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوطاس کے دن نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ عورتیں ہمارے پاس آئیں پھر ان کے خاوندوں نے بھی ہجرت کر لی اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“ کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرنے کو روک دیا گیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“ سے خاوند والی عورتیں مراد ہیں ان کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں آپ فرماتے تھے کہ عورت کو چاہیے کہ نہ دودھ دوھے اور ہر وہ عورت گواہوں اور مہر کے ساتھ نکاح کرے وہ ان محصنات میں سے ہے جن کے ساتھ نکاح حرام ہے (پھر فرمایا) ”الا ما ملکت ایمانکم“ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا عورتوں میں سے۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والمحصنت من النساء“

سے مراد ہے کہ اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ چار سے اوپر عورتوں سے نکاح کرے جو زائد ہو جائے (چار سے) تو وہ اس پر حرام ہے جیسے اس کی ماں اور اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع" (النساء آیت ۳) یعنی ہمارے لیے حلال ہیں جو تم کو خوش لگیں عورتوں میں سے دو یا تین یا چار پھر حرام کیا گیا۔ جو حرام کیا گیا نسبی رشتہ سے اور سسرالی سے پھر فرمایا لفظ آیت " والمحصنت من النساء ہلا ما ملکت ایمانکم" پھر لوٹ گئے اول سورت کی طرف چار عورتوں تک پھر فرمایا وہ بھی حرام ہیں مگر جو نکاح کرے مہر سنت طریقہ اور گواہوں کے ساتھ۔

عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و ابن جریرؒ نے عبیدہؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے چار عورتوں کو حلال فرما دیا۔ اور حرام قرار دیا چار کے بعد کسی عورت سے نکاح کو مگر اپنی باندیوں سے وہ اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے۔

ابن جریرؒ نے عطا ؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت " والمحصنت من النساء" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ان میں سے چار سے زیادہ حرام ہے۔

سعید بن منصور و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے " والمحصنت " کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد پاکدامن اور عقل مند عورتیں ہیں مسلمانوں میں سے یا اہل کتاب میں سے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم والطبر انیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت " الا ما ملکت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا مگر چار عورتوں سے کہ جن سے نکاح کر سکتا ہے مہر اور گواہوں کے ساتھ۔

ابن ابی شیبہ و ابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے لفظ آیت " الا ما ملکت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا

ہے کہ یعنی مرد کو اپنے غلام کی بیوی سے الگ رکھا جائے گا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے لفظ آیت "والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ حلال ہے آدمی کے لیے مگر ان باندیوں میں سے جن کا نکاح کسی اور سے کر دے تو (اب وہ) اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

ابن جریرؒ نے عمرو بن مرہؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے سعید بن جبیرؒ سے کہا کیا آپ نے ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا کہ جب اس آیت "والمحصنت من النساء" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا تو سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آپ اس کو نہیں جانتے تھے۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ اگر میں جانتا کہ کون میرے لیے اس آیت کی تفسیر بیان کر سکتا ہے تو میں اس کے ملنے کے لیے اونٹوں کو کمزور کرتا آیت یہ ہے کہ لفظ آیت "والمحصنت من النساء"۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوالسوداءؒ سے روایت کیا کہ میں نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو یعنی لفظ آیت "والمحصنت من النساء" کے بارے میں تو انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

ابن جریرؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "والمحصنت من النساء" کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حرام ہیں اس آیت "والمحصنت من النساء" میں یعنی شوہر والی عورتوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ شادی کریں۔ اور محصنات یعنی پاکدامن عورتیں اور وہ حلال نہیں ہوتیں مگر نکاح کے ساتھ یا ملک یمین سب کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر نکاح اور ملک یمین کے ساتھ۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے عبیدہ السلمانؒ کے طریق سے عبیدہ سلمانیؒ سے

روایت کیا کہ لفظ آیت ”کتب اللہ علیکم“ سے مراد چار عورتیں ہیں۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے ابن جریرؒ نے عبیدہؒ کے طریق سے عمر بن خطابؓ سے اسی طرح روایت کیا کہ ابن عباس سے لفظ آیت ”کتب اللہ علیکم“ کے بارے میں روایت کیا کہ نکاح میں ایک سے لے کر چار تک کرنے کا حکم ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے ابراہیم ؒ سے لفظ آیت ”کتب اللہ علیکم“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو حرام کی گئیں ہیں تم پر۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریقؒ سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”کتاب اللہ علیکم“ یعنی ہر نسب اللہ تعالیٰ نے تم پر لازم کیا ہے (اور) لفظ آیت ”واحل لکم ماوراء ذلکم“ یعنی اور اس نسب کے علاوہ تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔

محرمات کے علاوہ بقیہ عورتوں سے نکاح حلال ہے

ابن ابی حاتمؒ نے عبیدہ سلیمانی ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واحل لکم ماوراء ذلکم“ سے مراد ہے کہ ایک کے علاوہ لونڈیاں تمہارے لیے حلال ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”محصنین“ یعنی نکاح والیاں (اور) ”غیر مسفحین“ نہ کسی بدکارہ کے ساتھ بدکاری کرنے والے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”السفاح“ کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد زنا ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ونحاسؒ نے اپنی ناسخ میں ابن عباسؓ سے لفظ آیت ”فما استمتعتم بہ

منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ“ کے بارے میں روایت کیا کہ جب کسی مرد نے تم میں سے کسی سے شادی کرلی پھر اس سے ایک مرتبہ جماع کرلیا تو اس پر پورا مہر واجب ہوگیا۔ (اور) لفظ آیت” والاستمتاع“ سے نکاح مراد ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے لفظ آیت” واتوا النساء صدقتہن نحلۃ“۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اسلام کے شروع میں متعہ کی اجازت تھی ایک آدمی کسی شہر میں آتا اس کے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہیں ہوتا تھا۔ جو اس کے معاملات کی نگہداشت کرتا اور اس کے سامان کی حفاظت کرتا تو آدمی ایک عورت سے اتنے وقت کے لیے شادی کرلیتا تھا جتنے وقت میں وہ حاجت سے فارغ ہوجاتا تھا تو وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کے معاملات کی نگرانی کرتی تھی اور یہ آیت بھی قرات کرتا لفظ آیت” فما استمتعتم بہ منہن“ سے” واجل مسمی“ تک اور یہ آیت کو منسوخ کردیا” محصنین غیر مسفحین“ نے اور احصان مرد کے ہاتھ میں ہوتا (عورت کو) جتنا عرصہ چاہتا اس کو روک لیتا جب چاہتا اسے چھوڑ دیتا۔

منکوحہ اور مملوکہ باندی کے علاوہ ہر عورت حرام ہے

الطبرانی اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اول اسلام میں متعہ جائز تھا اور وہ لوگ یہ آیت” فما استمتعتم بہ منہن“ سے لے کر” واجل مسمی“ تک پڑھتے تھے آدمی کسی شہر میں آتا تھا اور اس کی جان پہچان نہیں ہوتی تھی تو وہ اتنی مدت کے لیے کسی عورت سے نکاح کرلیتا تھا جتنی مدت میں وہ اپنی حاجت سے فارغ ہوجاتا تھا تاکہ وہ اس کے سامان کی حفاظت کرے اور اس کے معاملات کی نگہبانی کرے یہاں تک کہ یہ آیت” حرمت علیکم امھتکم “ سے لے کر آخر آیت تک نازل ہوئی۔ اس نے پہلے حکم کو منسوخ کردیا اور متعہ کو حرام کردیا گیا اور اس کی تصدیق سورہ مومنون کی آیت” الا علی

ازواجہم او ما ملکت ایمانہم“ سے ہوئی ہے یعنی اس کے علاوہ فرج حرام ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن الانباری ؒ نے مصاحف میں اور حاکم ؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور ابونضرہ ؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس ؓ کے سامنے یہ آیت ”فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضة“ پڑھی تو ابن عباس ؓ نے ایسے پڑھا لفظ آیت ”فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی“ میں نے عرض کیا کیا ہم اس کو اسی طرح پڑھیں؟ ابن عباس ؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اسی طرح نازل فرمایا۔

عبد بن حمید وابن جریر ؒ نے قتادہ ؒ سے روایت کیا کہ ابی بن کعب ؓ کی قراءۃ میں یوں ہے لفظ آیت ”فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی“۔

ابن ابی داؤد ؒ نے مصاحف میں سعید بن جبیر ؒ سے روایت کیا ہے کہ ابی بن کعب ؓ کی قرات میں یوں ہے لفظ آیت ”فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی“۔

عبدالرزاق ؒ نے عطا ؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے ابن عباس ؓ کو یوں پڑھتے ہوئے سنا لفظ آیت ”فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن“ ابن عباس ؓ نے فرمایا ابی کی قرأت میں ”الی اجل مسمی“ ہے۔

ابن جریر ؒ نے سدی ؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ متعہ ہے ایک آدمی کسی عورت سے ایک مدت معین کی شرط کے ساتھ نکاح کرتا تھا جب وہ مدت گزر جاتی۔ تو مرد کو عورت پر کوئی اختیار نہ ہوتا اور وہ عورت اس سے آزاد ہو جاتی اور اس پر لازم ہوتا کہ وہ اپنے رحم کو خالی کرتی جو کچھ اس میں ہے اور ان کے درمیان کوئی میراث نہ ہوتی اور ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہ ہوتا تھا۔

عبدالرزاق وابن ابی شیبہ و بخاری و مسلم ؒ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ ہم

نے کہا کیا ہم خصی (یعنی نامرد) نہ ہو جائیں۔ تو ہم کو اس سے منع فرمایا اور ہم کو اجازت فرمائی کہ ہم ایک کپڑے کے بدلے کسی عورت سے ایک مدت مقرر کے لیے نکاح کر لیں پھر عبداللہ نے (یہ آیت) ” یایھا الذین امنوا لاتحر موا طیبت ما احل اللہ لکم“ پڑھی (المائدہ آیت ۸۷)۔

عبدالرزاق واحمد و مسلمؒ نے سبرہ جہنیؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے سال عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت فرمائی پس میں اور میری قوم کا ایک آدمی باہر نکلا اور مجھ کو اس پر خوبصورتی میں فضیلت حاصل تھی۔ اور وہ بدصورتی کے قریب تھا ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک چادر نئی اور نرم تھی یہاں تک کہ جب ہم مکہ کے اوپر والے حصے میں تھے ہم ایک لمبی گردن والی خوبصورت لڑکی سے ملے۔ ہم نے (اس سے) کہا کیا تو ہم میں سے کسی ایک کے ساتھ متعہ کرو گی؟ اس نے کہا تمہارے پاس کیا کپڑے ہیں ہم میں سے ہر ایک نے اپنی چادر پیش کر دی وہ دونوں مردوں کو دیکھنے لگی تو اچانک میرے ساتھی نے اسے دیکھا اور کہا اس کی چادر تو پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے پھر وہ کہنے لگی کہ اس چادر کے ساتھ کوئی حرج نہیں پھر میں نے اس سے نکاح متعہ کیا وہ میرے پاس ہی رہی یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو حرام قرار دے دیا۔

ابن ابی شیبہ واحمد و مسلمؒ، سبرہؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رکن اور دروازہ کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا اور آپ فرما رہے تھے اے لوگو میں نے تم کو متعہ کی اجازت دی تھی خبردار بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے۔ اگر کسی کے پاس نکاح متعہ کی وجہ سے کوئی عورت ہو تو وہ اس کو آزاد کر دے اور ان چیزوں میں سے جو تم دے چکے ہو وہ واپس نہ لو۔

اسلام میں متعہ حرام ہے

ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم ؒ نے سلمی بن اکوع ؓ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنت طاؤس کے موقع میں تین دن کے لیے متعہ کی اجازت فرمائی پھر اس کے بعد اس سے منع کر دیا گیا۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن المنذر والنحاس ؒ نے عطاؒ کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے لفظ آیت "فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ" کے بارے میں روایت کیا کہ اس آیت کو ان آیات "یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن" (حلال) (اور) "والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء" (البقرہ آیت ۲۲۸) اور "والی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر" (الطلاق آیت ٤) نے منسوخ کر دیا۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن المنذر والنحاس والبیہقیؒ نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کیا کہ میراث کی آیت نے نکاح متعہ کو منسوخ کر دیا۔

عبدالرزاق وابن المنذر والبیہقیؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نکاح متعہ منسوخ ہے اس کو منسوخ کر دیا طلاق نے، صدقہ نے، عدت نے اور میراث نے۔

عبدالرزاق وابن المنذرؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا کہ رمضان نے ہر روزے کو منسوخ کر دیا زکوۃ نے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا اور طلاق نے عدت اور میراث نے نکاح متعہ کو منسوخ کر دیا عید الضحیٰ کی قربانی نے ہر قربانی کو منسوخ کر دیا۔

عبدالرزاق وابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن جریرؒ نے حکمؒ سے روایت کیا کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کیا یہ منسوخ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا نہیں اور حضرت علیؓ نے فرمایا اگر عمرؓ متعہ سے

نہ روکتے تو نہ زنا کرتا مگر بدبخت۔

بخاریؒ نے ابو جمرہؒ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ سے عورتوں کے ساتھ نکاح متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس میں رخصت دے دی تو ان کے غلام نے ان سے کہا یہ اس وقت تھا جب عورتوں کی قلت تھی اور تنگ دستی تھی ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں بات ایسے ہی ہے۔

بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نکاح متعہ سے منع فرمایا یہ اس آدمی کے لیے جائز تھا جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نکاح طلاق عدت اور مرد عورت کے درمیان میراث کے احکام جاری کردیئے تو اس (حکم) کو منسوخ کردیا گیا۔

نحاسؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا تم ایک سر پھرے آدمی ہو بلاشبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے متعہ سے منع فرمایا تھا۔

بیہقیؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے لیے عورتوں کے ساتھ متعہ صرف تین دن کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (اس کے بعد) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے منع فرمادیا۔

بیہقیؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کیا حال ہے مردوں کا جو نکاح متعہ کرتے ہیں اور تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے منع فرمایا اب اگر کوئی ایسا نکاح کرے گا تو میں اس کو رجم کروں گا۔

مالک وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ وبخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ بلاشبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کا

گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

امام مالک وعبدالرزاق ؒ نے عروہ بن زبیرؓ سے روایت کیا کہ خولہ بنت حکیمؓ، حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے متعہ کیا ہے اور اس سے وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ حضرت عمرؓ اپنی چادر کو گھسیٹے ہوئے گبھرا کر باہر نکلے اور فرمایا یہ متعہ ہے اور اگر میں پہلے اس کا اعلان کر چکا ہوتا تو میں اس کو رجم کر دیتا۔

عبدالرزاق ؒ نے خالد بن مہاجرؒ سے روایت کیا کہ ابن عیاش ؒ لوگوں کی رخصت دیتے تھے تو ان میں سے ابن ابی عمرو انصاری ؓ نے کہا ابن عباس ؓ نے فرمایا میں نے امام المتقین (محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موجودگی میں کیا ہے۔ ابن ابی عمروؓ نے کہا اے اللہ بخش دے بلاشبہ متعہ میں یہ رخصت تھی جس طرح انسان مردار اور خون اور سور کے گوشت کھانے کی طرف مجبور ہوجاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بعد میں دین کو محکم کر دیا۔

ابن ابی شیبہؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ اللہ کی قسم! متعہ صرف تین دن تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے اس میں اجازت فرمائی تھی نہ پہلے اس کی اجازت تھی اور نہ بعد میں اجازت تھی۔

ابن ابی شیبہؒ نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے دو متعوں سے منع فرمایا عورتوں کے ساتھ نکاح متعہ سے اور حج متعہ سے۔

ابن ابی شیبہؒ نے نافعؒ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے فرمایا حرام ہے ان سے کہا گیا ابن عباسؓ اس کی خفت کا فتویٰ دیتے ہیں تو انھوں نے فرمایا پھر عمرؓ کے زمانہ میں کیوں فتویٰ نہیں دیا۔

البیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح کرے مگر اسلام کا نکاح تو اس کی مہر کے ساتھ کہ مرد اس کا وارث بنے اور وہ اس کی وارث بنے کسی وقت مقرر پر اس سے نکاح نہ کرے وہ عورت اس کی بیوی ہوگی یہ اگر ان میں سے ایک مر گیا تو نکاح متعہ کی صورت میں ہے وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں ابن شہابؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت نکاح کے بارے میں نازل ہوئی جب مہر مقرر کر دیا پھر تم دونوں پر کوئی گناہ نہیں جس پر تم دونوں راضی ہو جاؤ مقرر کرنے کے بعد (یہ بھی) پورا کرنا ہے اس کے مہر کو تھوڑا ہو یا زیادہ۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر عورت تیرے لیے اس مہر میں سے کچھ کم کر دے تو یہ جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ

الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا
خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾

اورتم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہوتو وہ ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو بہتر جانتا ہے، تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو، لہٰذا ان کے سر پرستوں کی اجازت سے ان (لونڈیوں) کے ساتھ نکاح کرلو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کردو، درآں حالیکہ وہ لونڈیاں پاکدامن ہوں، بدکار اور پوشیدہ آشنا بنانے والیاں نہ ہوں، اور جب یہ لونڈیاں نکاح کے ساتھ محفوظ ہوجائیں، پھر اگر وہ بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں کے لیے ہے، (لونڈیوں سے نکاح کرنے کی) یہ اجازت تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جس کو بدکاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

جو لوگ غربت اور محتاجی کی وجہ سے آزاد مسلمان عورتوں سے شادی نہیں کرسکتے اور انھیں ڈر ہو کہ کہیں زنا

کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لونڈی سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ لونڈی کا ولی اس کا مالک ہوتا ہے۔ لونڈی کا بھی مہر مقرر ہو، نیز شرعی نکاح کی دیگر تمام شروط ملحوظ ہوں اور اعلانیہ یا چھپا کر اس سے زنا کرنا مقصود نہ ہو۔ چونکہ ایمان دوسرے تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے، اس لیے اگرچہ وہ لونڈی ہے لیکن کوئی حرج نہیں کہ اس کے مالک کی اجازت سے مہر مقرر کر کے اس سے شرعی شادی کی جائے، بشرطیکہ اعلانیہ یا چھپا کر اس کے ساتھ زنا کرنے کی نیت نہ ہو۔ اگر لونڈیاں زنا کر لیں تو ان پر آزاد غیر شادی شدہ عورت سے نصف حد لگے گی، یعنی پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور چونکہ رجم کو آدھا نہیں کیا جا سکتا، اس لیے لونڈیوں سے رجم ساقط ہو جائے گا۔

فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ : یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مالک اپنی لونڈی کا ولی ہے۔ لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر اس کی لونڈی سے نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح وہ اپنے غلام کا بھی ولی ہے، لہٰذا اس کے غلام کو چاہیے کہ وہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، وہ بدکار ہے۔"[1]

اگر مالک کوئی عورت ہے تو وہ ولی نہیں بن سکتی، اس صورت میں اس لونڈی کا ولی وہ مرد ہوگا جو اس عورت کا ولی ہے جو اس کی مالک ہے، کیونکہ عورت کا نکاح عورت نہیں کر سکتی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے، کیونکہ جو عورت اپنا نکاح خود کرے وہ عورت بدکار ہے۔"[2]

۱۔[أبوداؤد، کتاب النکاح، باب فی نکاح العبد بغیر إذن موالیہ: ۲۰۷۸۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح العبد بغیر إذن سیدہ: ۱۱۱۱]

۲۔[ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب لا نکاح إلا بولی: ۱۸۸۲]

فَإِذَآ أُحۡصِنَّ فَإِنۡ أَتَيۡنَ بِفَٰحِشَةٖ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ مِنَ ٱلۡعَذَابِ:

آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کی سزا سو کوڑے ہے، لہٰذا لونڈی اگر بدکاری کر بیٹھے تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہوگی، ارشاد فرمایا: (ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖ) [النور: ۲] "جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔" سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ایک لونڈی نے زنا کیا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں، میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی، میں ڈر گیا کہ کہیں میں اسے کوڑے لگا کر قتل نہ کر دوں، میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کی اطلاع دی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تو نے اچھا کیا (کہ اسے ابھی کوڑے نہیں لگائے)۔"[۱]

سیدنا عبداللہ بن عیاش مخزومیؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے مجھے اور قریش کے چند نوجوانوں کو حکم دیا تو ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) سرکاری لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔[۲]

ایمان والی باندیوں سے نکاح کرنا

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا لفظ آیت "ومن لم یستطع منکم طولا" یعنی جو شخص آزاد عورتوں سے (نکاح کرنے کی) طاقت نہ رکھتا ہو لفظ

۱۔[مسلم، کتاب الحدود، باب تأخیر الحد عن النفساء: ۱۷۰۵/۳٤۔ مسند أحمد: ۱۵٦/۱، ح: ۱۳٤٤]

۲۔[موطأ إمام مالک، کتاب الحدود، باب جامع ما جاء فی حد الزنا: ۱٦]

آیت ”فمن ما ملکت ایمانکم من فتیتکم المؤمنت“ (یعنی اس کو چاہیے کہ ایمان والی باندیاں سے نکاح کرے۔ ”محصنت غیر مسفحت“ پاک دامن بنتے ہوئے کہ اعلانیہ یا خفیہ طریقے سے بدکاری کرتے ہوئے ”ولامتخذت اخدان“ یعنی نہ خفیہ دوست بناتے ہوئے لفظ آیت ”فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ“ یعنی جب وہ غلام عورتیں کسی مرد سے شادی کرنے کے بعد بدکاری کریں ”فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب“ یعنی کوڑے لگانے میں (باندیوں کے لیے آدھی سزا ہوگی) ”ذلک لمن خشی العنت“ یہ حکم آزاد مردوں کے لیے ہے اگر وہ صبر کرے باندیوں سے نکاح نہ کرے ”خیر کم“ تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

عبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منع فرمایا کہ وہ نکاح کرے باندی سے آزاد پر اور نکاح کرے آزاد سے باندی پر اور جو آدمی طاقت رکھے آزاد عورت سے نکاح کرنے کی تو وہ باندی سے نکاح نہ کرے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والبیہقیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ومن لم یستطع منکم طولا“ یعنی جو آدمی تم میں سے مالداری کو نہ پائے لفظ آیت ”ان ینکح المحصنت“ کے آزاد عورت سے نکاح کرے تو اس کو چاہیے کہ مومن باندی سے نکاح کرے ”وان تصبروا“ اور اگر صبر کرے کہ باندی سے نکاح نہ کرے تو فرمایا لفظ آیت ”خیر لکم“ یعنی یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آزاد آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو باندی سے شادی کرتا ہے تو انھوں نے فرمایا اگر وہ طاقت رکھتا ہو تو باندی سے شادی نہ کرے کہا گیا اگر وہ اپنے دل میں باندی کی محبت رکھتا ہو؟ (تو پھر کیا کرے) تو انھوں نے فرمایا اگر

بدکاری کا خوف ہو تو اس کو چاہیے کہ (باندی سے) شادی کرلے۔

ابن المنذرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے باندی سے نکاح کو حلال کردیا ہے اگر وہ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اپنے آپ پر زنا ہو جانے سے ڈرتا ہو تو۔

ابن ابی شیبہ وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ ان چیزوں میں سے کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اس امت کو وہ یہ ہیں کہ وہ باندی یہودی عورت اور نصرانی عورت سے نکاح کرسکتا ہے اگر وہ مالدار ہے۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "من فتیتکم" سے مراد ہے تمہاری باندیوں سے۔

عبدالرزاقؒ، سعید بن منصور وابن ابی شیبہ والبیہقیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ اہل کتاب کی باندیوں سے نکاح درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "من فتیتکم المؤمنت"۔

ابن المنذر اور بیہقیؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ بلاشبہ اس امت کے لیے رخصت ہے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے میں اور ان کی باندیوں کے بارے میں رخصت نہیں دی گئی۔

ابن ابی شیبہ والبیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آزاد آدمی ایک لونڈی سے عقد نکاح کرسکتا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے قتادہؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک لونڈی سے عقد نکاح کیا اجازت دی ہے اس کے لیے جو اپنے اوپر زنا سے ڈرتا ہو اور وہ آزاد عورت سے شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر تقدیم کے بارے میں لفظ آیت "واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض"۔

ابن المنذرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " فانکحوھن باذن اھلھن " یعنی ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو لفظ آیت " واتوھن اجورھن " یعنی ان کے مہران کو دے دو۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ " مسفحت " یعنی اعلانیہ بدکاری کرنے والیاں لفظ آیت " ولا متخذت اخدان " یعنی دوست بنانے والیاں (پھر) فرمایا زمانہ جاہلیت میں جو اعلانیہ بدکاری کی جاتی اسے لوگ حرام کہتے اور جو چھپے ہوئے بدکاری کی جاتی اسے لوگ حلال خیال کرتے اور وہ کہتے تھے کہ جس عورت سے زنا ظاہر ہو جائے تو وہ ملامت والی ہے اور جس عورت کا زنا چھپا ہوا ہے تو اس کا کوئی حرج نہیں تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی۔ " ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن "۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والطبرانیؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا ایسی لونڈی کے بارے میں جس نے زنا کیا اور اس کا شوہر بھی نہ تھا تو فرمایا اس کو پچاس کوڑے لگاؤ سائل نے کہا اسے حیض نہیں آتا اور فرمایا اس کا مسلمان ہونا ہی اس کا احسان ہے۔

باندی زنا کرے تو پچاس کوڑے کی سزا ہے

عبدالرزاقؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے باندی کے بارے میں فرمایا جس کا شوہر نہیں تھا اس نے بدکاری کی اس کو کوڑے لگائے جائیں گے لفظ آیت " نصف ما علی المحصنت من العذاب " (یعنی آدھی سزا ملے گی آزاد عورتوں کے مقابلہ میں)۔

عبد بن حمیدؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لفظ آیت " فاذا احصن " الف کے فتح کے ساتھ پڑھا اور فرمایا اس کا احسان اس کا مسلمان ہونا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " فاذا احصن " سے مراد ہے جب وہ مسلمان

ہوجائیں۔

سعید بن منصور وعبد بن حمیدؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا کہ وہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت ” فاذا احصن “ یعنی جب وہ مسلمان ہوجائیں اور مجاہد یوں پڑھتے تھے لفظ آیت ” فاذا احصن “ یعنی جب وہ شادی کرلیں جب تک وہ شادی نہ کرے تو ان پر کوئی حد نہیں۔

ابن المنذر وابن مردویہ والضیاءؒ نے مختارہ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت ” فاذا احصن “ یعنی الف کے رفع کے ساتھ وہ فرماتے تھے (جب) وہ شادی کرکے محصن ہوجائیں یعنی باندی کو کوڑے نہ لگاؤ یہاں تک کہ وہ شادی کرے۔

سعید بن منصور وابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ” فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن “ تو اس پر حد نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ شادی نہ کرلے۔

سعید بن منصور وابن خزیمہ والبیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا باندی پر کوئی حد نہیں یہاں تک کہ وہ کسی مرد سے شادی نہ کرے جب وہ کسی مرد سے شادی کرلے تو اس پر آدھی سزا ہے آزاد عورت کے مقابلے میں (ابن خزیمہ اور بیہقی نے کہا اسے مرفوع نقل کرنا غلط ہے) صحیح یہ ہے کہ موقوف روایت ہے۔

ابن ابی شیبہ وابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا ” فاذا احصن “ یعنی جب وہ شادی کرلے۔

عبدالرزاق وسعید بن منصورؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ باندی پر کسی حد کو نہیں دیکھتے یہاں تک کہ وہ کسی آزاد مرد سے شادی نہ کرلے۔

عبدالرزاق و بخاری و مسلم ؒ نے زید بن خالد جہنی ؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لونڈی کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ بدکاری کرتی ہے اور شادی شدہ نہیں ہے۔تو آپ نے فرمایا اس کو کوڑے لگاؤ پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ پھر اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ پھر اس کو بیچ دو اگرچہ بالوں کی ایک چٹیا کے بدلے میں ہو۔

سعید بن منصور وابن المنذر ؒ نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا کہ وہ اپنی باندی کو حد لگایا کرتے تھے جب وہ زنا کرتی تھیں چاہے وہ شادی شدہ ہوتی تھیں یا غیر شادی شدہ ہوتی تھیں۔

ابن المنذر ؒ نے ابن مسعود ؓ سے لفظ آیت "فعلیہن نصف ما علی المحصنت من العذاب" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ہیں پچاس کوڑے۔نہ جلاوطن نہ رجم کرنا۔

عبدالرزاق وابن المنذر ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ جو غلام آزاد پر تہمت لگاتا ہے اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

ابن جریر ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ غیبت سے مراد زنا ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر ؒ نے مجاہد ؒ نے فرمایا لفظ آیت "وان تصبروا خیر لکم" سے مراد ہے کہ باندیوں سے نکاح کرنے سے صبر کرو تو یہ بہتر ہے۔

ابن المنذر ؒ نے ابن مسعود ؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تصبروا خیر لکم" سے مراد ہے کہ باندیوں سے نکاح کرنے سے صبر کرنا تمہارے حق میں بہتر ہے۔

ابن المنذر ؒ نے عکرمہ ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تصبروا" یعنی باندی سے نکاح نہ کرنے میں خیر ہے۔تاہم وہ تمہارے لیے حلال ہیں کیونکہ ان کی اولاد غلام ہوگی۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم صبر کرو اور باندی سے نکاح نہ کرو یہ خیر ہے تیرے لیے ورنہ تیری اولاد غلام ہوگی۔

سعید بن منصور وابن ابی شیبہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ باندیوں سے نکاح کرنے والا زنا کے قریب ہی ہوتا ہے۔عبدالرزاقؒ نے ابوہریرہؓ اور سعید بن جبیرؒ سے اسی طرح کی روایت کی نقل کی ہے۔

عبدالرزاق وابن ابی شیبہؒ نے عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ جب کسی غلام نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا تو اس نے اپنے نصف کو آزاد کرلیا اور جب کسی آزاد مرد نے کسی باندی سے نکاح کیا تو اس نے اپنے نصف کو غلام بنالیا۔

ابن ابی شیبہؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ باندی سے نکاح کرنا مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی طرح ہے یہ نکاح حلال نہیں مگر مجبور آدمی کے لئے۔

﴿ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ ﴾

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لیے اور تم کو بتلادے طریقے ان لوگوں کے

جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا ہے حکمت والا ہے۔(۲۶) اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ حق سے بھٹک کر دور نکل جاؤ (۲۷)۔

ربط آیات:

ماقبل کی آیتوں میں احکام کی تفصیل مذکور ہوئی، ان آیتوں میں اللہ جل شانہ اپنا انعام واحسان بتلاتے ہیں اور یہ کہ ان احکام کی مشروعیت میں تمہارے ہی منافع ومصالح کی رعایت رکھی گئی ہے اگرچہ تم اس کی تفصیل کو نہ سمجھو، پھر اس کے ساتھ ہی ان احکام پر عمل کرنے کی ترغیب ہے اور گمراہوں کے ناپاک ارادوں پر بھی متنبہ کیا گیا کہ یہ لوگ تمہارے بدخواہ ہیں جو تمہیں مستقیم راستہ سے بھٹکانا چاہتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام اس لیے بیان فرمارہا ہے کہ تم کو حلال وحرام کا پتا چل جائے اور پہلے لوگوں کے عمدہ طریق کی ہدایت ہوجائے۔ "پہلے لوگوں" سے مراد انبیاءؑ اور ان کی امتوں کے نیک لوگ ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ : اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام کو تمہارے لیے وضاحت کے ساتھ بیان کردے، تاکہ تمہیں ان کو سمجھنے میں کوئی الجھن نہ ہو، ارشاد فرمایا: (قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ)[الحدید:۱۷] "بلاشبہ ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کردی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔" اور فرمایا: (كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ)[آل عمران:۱۰۳] "اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

اور فرمایا: (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ۔ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا)[الکھف:۱،۲] ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بیشک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔“

ابن جریر وابن ابی الدنیا ؒ نے التوبہ میں اور بیہقی ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ آٹھ آیات جو سورہ نساء میں نازل ہوئی اس امت کے لیے خیر ہیں ان چیزوں میں سے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوا ان میں پہلی لفظ آیت ”یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللہ علیم حکیم“ اور دوسری ”واللہ یرید ان یتوب علیکم ویرید الذین یتبعون الشھوت ان تمیلوا میلا عظیما“ اور تیسری ”یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا“ اور چوتھی ”ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا کریما“ اور پانچویں ”ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ“ اور چھٹی ”ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ“ اور ساتیوں ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر“ اور آٹھویں ”والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منہم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم“ (اور) ان لوگوں کے لیے جنہوں نے گناہ کئے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور مہربان ہیں۔

محرمات کی فہرست بیان کرنے کا مقصد

ابن ابی حاتم ؒ نے مقاتل بن حبان ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم“ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے ماؤں اور بہنوں کی حرمت کو بیان کرے یہی

طریقہ تھا ان لوگوں کا جو تم سے پہلے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ان تمیلوا میلا“ سے مراد یہ ہے کہ یہودی گمان کرتے تھے کہ ماں کی طرف سے بہن سے شادی کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ اس آیت ”الذین یتبعون الشھوت“ سے یہودی اور نصاری مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”الذین یتبعون الشھوت“ سے زنا مراد ہے (اور) ”ان تمیلوا میلا عظیما“ کہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم ان کی طرح سے ہو جاؤ تم بھی ایسے ہی زنا کرو جیسے وہ زنا کرتے ہیں۔

ابن المنذرؒ نے وجہ آخر سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ویرید الذین یتبعون الشھوت“ سے زنا مراد ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر وابن المنذرؒ نے وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”یرید اللہ ان یخفف عنکم“ کہ (اللہ تعالیٰ نے تم سے تخفیف فرمادی) باندی سے نکاح کرنے کے بارے میں اور ہر چیز میں جس میں آسانی ہے۔

خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ زنا حلال ہو جائے یا بعض محرمات حلال ہو جائیں۔

مجاہدؒ نے کہا اس سے مراد یہود ہیں وہ علاتی بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی ایسا کریں۔ابن زیدؒ نے کہا اس سے مراد اہل باطل ہیں وہ چاہتے تھے کہ تم اللہ کے دین کو

چھوڑ کر ان کی پیروی کرو۔ (۱)

فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی ؒ متوفی ۳۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

یہود، نصاری اور مجوس یہ چاہتے تھے کہ تم کوئی بہت بڑا گناہ کر بیٹھو، کیونکہ بعض کا فر علاتی بہنوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کو جائز کہتے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ رشتے حرام کر دیئے تو انھوں نے کہا خالہ اور پھوپھی محرم ہیں جب تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کو جائز کہتے ہو تو بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح کو جائز کیوں نہیں کہتے؟ اور ایک قول یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ تم سے کوئی بڑا بھاری گناہ ہو جائے۔ (۲)

اس آیت میں ایسے تمام لوگ داخل ہیں جو اپنی عقل سے احکام شرع پر اعتراض کرتے ہیں مثلاً مردوں کو عورتوں کے مساوی کیوں نہیں رکھا، اٹھارہ سال سے کم لڑکی کا نکاح کرنا کیوں جائز ہے، یتیم پوتے کو دادا کی میراث سے ترکہ کیوں نہیں ملتا، تجارتی سود تو نفع کا متبادل ہے اس کو کیوں حرام کیا گیا ہے، پردہ کی قیود سے عورتوں کا حق آزادی مجروح ہوتا ہے۔

موسیقی تو روح کی غذا ہے اس کو کیوں ناجائز کیا گیا، اور اس قسم کے تمام احکام کو ملا کی رجعت پسندی اور فرسودگی قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عورت کو طلاق کا حق کیوں نہیں ہے، اور عورت کو بیک وقت چار خاوندوں سے نکاح کی اجازت کیوں نہیں ہے وغیرہ وغیرہ نعوذ باللہ من تلک الخرافات۔

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۹، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۴۹۔۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۳ھ)

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۲۸﴾

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بڑا کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو انسان کی کمزوری کا خوب علم ہے، اس لیے احکامِ شریعت میں اس کی سہولت کا خیال رکھا گیا ہے اور دین میں سختی نہیں برتی گئی۔

يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ: یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے، تم پر سختیاں نہیں کرنا چاہتا۔ لونڈی سے نکاح کی اجازت دینا یہ اللہ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔ اس نے دین کو سخت نہیں بنایا۔ ارشاد فرمایا: (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ)[الحج:۷۸] "اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔" اور فرمایا: (عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ)[المزمل:۲۰] "اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو۔"

اور فرمایا: (يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ)[البقرۃ:۱۸۵] "اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔" اور فرمایا: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا)[البقرۃ:۲۸۶] "اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔"

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بیشک دین آسان ہے۔" ١

سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے، جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہیں تھی، لیکن اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ حرام کردی گئی۔" ٢

عبدالرزاق وابن جریرؒ، ابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے طاؤسؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وخلق الانسان ضعیفا" یعنی عورتوں کے معاملہ میں اسے کمزور پیدا کیا گیا انسان عورتوں کے معاملہ سے بڑھ کر کسی اور معاملہ میں زیادہ ضعیف نہیں ہوتا وکیع ؒ نے فرمایا اس کی عقل عورتوں کے پاس جاتی رہتی ہے۔ الخرائطیؒ نے اعتلال القلوب میں طاؤسؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وخلق الانسان ضعیفا" یعنی جب کوئی مرد عورت کی طرف دیکھتا ہے تو صبر نہیں کرسکتا۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یرید اللہ ان یخفف عنکم" یعنی اجازت دی گئی ہے تمہارے لیے باندیوں سے نکاح کرنے میں جبکہ تم مجبور ہوجاؤ ان کی طرف (اور) "وخلق الانسان ضعیفا" اگر انسان کے لیے اس میں اجازت نہ دی جاتی (اور) جب آزاد عورت کو نہ پاتا تو پھر پہلے والا معاملہ ہوتا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَیۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ

١۔[بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر:٣٩]

٢۔[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال۔۔الخ:٧٢٨٩]

اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ۟ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا
اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ
عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيۡرًا ﴿۳۰﴾

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔(۲۹) اور جو شخص یہ سرکشی اور ظلم سے ایسا کرے گا عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لیے یہ آسان ہے۔(۳۰)

ربط آیات:

شروع سورہ نساء میں تمام انسانوں کا ایک ماں باپ سے پیدا ہونا اور سب کا ایک رشتہ اخوت میں جکڑے رہنا بیان فرما کر عام انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی ادائیگی کی طرف اجمالی اشارہ فرمایا، پھر یتیموں اور عورتوں کا تفصیلی بیان آیا، پھر میراث کے احکام کا بیان ہوا، جس میں یتیموں، عورتوں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تاکید آئی، اس کے بعد نکاح کے احکام آئے کہ کس عورت سے نکاح حلال ہے کس سے حرام، کیونکہ نکاح ایک ایسا معاملہ اور معاہدہ ہے

جس سے عورت کی جان اور مال میں تصرف کرنے کا کسی کو حق ملتا ہے۔

مذکورہ آیتوں میں عام انسانوں کے جان و مال کی حفاظت اور ان میں ہر ناجائز تصرف کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، خواہ وہ انسان مرد ہوں یا عورتیں اور عزیز رشتہ دار ہوں یا غیر یہاں تک کہ مسلم ہوں یا وہ غیر مسلم۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم لوگ ایک دوسرے کا مال چوری، دھوکا دہی، جوا، سود اور دیگر حرام طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ ہاں، جو مال تمہیں آپس کی رضامندی سے تجارت کے ذریعے ملے وہ حلال ہے اور اے مسلمانو! تم لوگ نہ خودکشی کرو اور نہ ایک دوسرے کو قتل کرو، کیونکہ جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دے گا اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا اور اللہ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: کمائی کے جتنے ناجائز طریقے ہیں سب "بالباطل" میں آجاتے ہیں، حتیٰ کہ "حیلہ سازی" کے ساتھ کسی کا مال کھانا بھی حرام ہے اور اپنے مال کو غلط طریقے سے خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جس نے اس کام کو چھوڑ دیا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا جس کا حرام ہونا واضح ہے اور جس نے اس کام میں جرات کی جس میں گناہ کا شبہ ہے تو قریب ہے کہ وہ اس کام میں جا پڑے جس کا حرام ہونا واضح ہے۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد (ریوڑ) چراتا ہے ممکن ہے کہ وہ چراگاہ میں بھی جا

پڑے۔“[1]

کتے، بلی، شراب، مردار، سور اور دیگر حرام چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت کھانا بھی حرام ہے، ابوزبیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے کتے اور بلی کی قیمت لینے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس پر زجر و توبیخ فرمائی ہے۔[2]

سیدنا ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کتے کی قیمت، زانیہ کی مزدوری اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔[3]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بیشک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ آپ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، ہم اسے کشتیوں پر لگاتے ہیں، چمڑوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”نہیں! وہ بھی حرام ہے۔“[4]

سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تین آدمی وہ ہیں، جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ہی فرمائے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“ آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے

---

[1]۔[بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات: ۲۰۵۱]

[2]۔[مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب: ۱۵۶۹]

[3]۔[بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب: ۲۲۳۷۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب: ۱۵۶۷]

[4]۔[بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام: ۲۲۳۶۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام: ۱۵۸۱]

کہا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور نقصان میں رہے، اے اللہ کے رسول! وہ لوگ ہیں کون؟ فرمایا: ”کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔“ [۱]

اِلَّآ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ : یعنی وہ تجارت اور لین دین مثلاً صنعت وحرفت وغیرہ کہ جس میں حقیقی باہمی رضا مندی ہو، اس کے ذریعے کماؤ اور کھاؤ۔ آپس کی رضا مندی میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو، کیونکہ وہ حقیقی رضا مندی ہوتی ہی نہیں، مجبوری کی رضا مندی ہوتی ہے، مثلاً رشوت اور سود میں بظاہر رضا مندی ہے مگر حقیقی نہیں، کیونکہ ایک فریق دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح جوئے اور لاٹری کا معاملہ ہے، چونکہ دونوں فریق نفع کی موہوم امید کے فریب میں آ کر یہ کام کر رہے ہیں اس لیے اس فریب کو حقیقی رضا مندی نہیں کہا جا سکتا۔ رضا مندی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ جب تک بیچنے والا اور خریدنے والا اس مجلس بیع سے الگ نہ ہوں، اس وقت تک دونوں کو ایک دوسرے کی بیع رد کرنے کا حق ہے۔ خیار مجلس آپس کی رضا مندی کی تکمیل ہی کے لیے ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”خرید وفروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہے، جب تک کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، سوائے اس تجارت کے جس میں یہ اختیار باقی رکھا جائے۔“ [۲]

سیدنا حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بیچنے والے اور خریدنے والے کو تجارت کے کالعدم کرنے کا اختیار اس وقت تک ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے

۱۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار: ۱۰۶]

۲۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا: ۲۱۱۱۔ مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین: ۱۵۳۱]

جدا نہ ہو جائیں، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (اپنی اپنی چیز کی اچھائی و برائی) صحیح صحیح بیان کر دیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت سلب کر دی جائے گی۔"[۱]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا: اس کے تین معنے ہو سکتے ہیں اور تینوں مراد ہیں، پہلا یہ کہ شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے حقیقی باہمی رضامندی کے بغیر اگر لین دین کرو گے تو اس کا نتیجہ آپس میں قتل و غارت ہوگا، لہٰذا یہ کام مت کرو۔ دوسرا یہ کہ ایک دوسرے کو قتل مت کرو کیونکہ یہ حقیقت میں اپنے آپ کو ہی قتل کرنا ہے۔ تیسرا یہ کہ خودکشی مت کرو۔

سیدنا عمرو بن عاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے ذات سلاسل کے سال بھیجا تو میں ایک ایسی رات میں جنبی ہو گیا جو شدید سرد تھی اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، لہٰذا میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی اور جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپ نے فرمایا: "عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت ہی میں نماز پڑھا دی؟" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے شدید سرد رات میں احتلام ہوا تھا، سو خدشہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا اور اس موقع پر مجھے یہ ارشاد باری تعالیٰ یاد آیا: (وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا) "اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے" تو میں نے تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہنسنے لگے اور آپ نے مزید کچھ نہ

۱۔[بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا: ۲۱۱۰۔ مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع والبیان: ۱۵۳۲]

فرمایا۔۔۔۔ [۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس شخص نے چھری کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو جہنم میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو پھاڑے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو زہر سے قتل کیا تو جہنم میں اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، جسے وہ تھوڑا تھوڑا کر کے پیے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کر لیا تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔" [۲]

ابن ابی حاتم والطبرانیؒ نے (صحیح سند کے ساتھ) ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ (یہ آیت) لفظ آیت" یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" محکم ہے منسوخ نہیں کی گئی اور نہ قیامت کے دن تک منسوک ہوگی۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ان کا کھانا اپنے مالوں کا آپس میں باطل طریقے سے یہ ہے (جیسے) زنا کرنا، جوا کھیلنا، ناپ تول میں کمی کرنا اور ظلم کرنا (پھر فرمایا) "الا ان تکون تجارۃ" مگر تجارت کی صورت میں بڑھا لو۔ ایک درہم کو ہزار اگر طاقت رکھتے ہو۔

ابن جریرؒ نے عکرمہ اور حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آدمی اس بات میں حرج محسوس کرتا تھا کہ لوگوں میں کسی ایک کے پاس کھائے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر اس آیت کو سورہ نور کی آیت "ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم" (النور آیت ٦١) کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

۱۔[مسند أحمد: ٤/ ٢٠٣، ٢٠٤، ح: ١٧٨٢٩۔ أبو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم ؟: ٣٣٤]

۲۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الإنسان نفسہ: ١٠٩۔ بخاری، کتاب الطب، باب شرب السم والدواء بہ: ٥٧٧٨]

عبد بن حمید و ابن جریرؒ، و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم" کے بارے میں روایت کیا کہ یعنی باہم رضامندی سے مال اور تجارت میں یا کوئی دوسرے کو عطیہ دے۔

عبد بن حمید و ابن جریر و البیہقیؒ نے سنن میں قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ تجارت رزق ہے اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے اور حلال ہے اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں سے اس شخص کے لیے جو اس کو طلب کرتا ہے اپنی سچائی کے ساتھ اور اپنی نیکی کے ساتھ ہم بیان کرتے تھے کہ سچا تاجر امانتدار ان سات لوگوں کے ساتھ ہوگا جو عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے قیامت کے دن۔

ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا اور حاکمؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تاجر بہت سچ بولنے والا اور امانتدار (قیامت کے دن) انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

ابن ماجہ والحکم اور بیہقیؒ نے ابن عمرؓ مرفوعا روایت کیا ہے کہ بہت سچ بولنے والا تاجر جو امانتدار اور مسلمان ہو قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

سب سے پاکیزہ کمائی ہاتھ کی کمائی ہے

الحاکمؒ نے رافع بن خدیجؒ سے روایت کیا ہے کہ کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون سی کمائی پاکیزہ ہے آپ نے فرمایا آدمی کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور یہ ایسی تجارت ہے جس میں دھوکہ اور فریب نہ ہو۔

الحاکم والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا کون سی کمائی پاکیزہ اور افضل ہے؟ آپ نے فرمایا انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ایسی تجارت جو

دھوکہ سے پاک ہو۔

سعید بن منصورؒ نے نعیم بن عبدالرحمن ازدیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نو حصے رزق کے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ جو پاؤں میں ہے۔

الاصبہانیؒ نے الترغیب میں صفوان بن امیہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو جان لے کہ اللہ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔

الاصبہانیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔

الاصبہانیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ سب سے پاکیزہ کمائی تجارت کی کمائی ہے۔ وہ لوگ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں جب وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہ کریں۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کریں جب چیز خریدیں تو اس کی مذمت نہ کریں جب بیچیں تو تعریف نہ کریں جب ان پر قرضہ ہو تو ٹال مٹول نہ کریں اور جب کسی سے قرض لینا ہو تو اسے تنگ نہ کریں۔

الاصبہانیؒ نے ابوامامہؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ تاجر میں جب چار خصلتیں ہوں تو اس کی کمائی پاکیزہ ہے جب وہ کسی چیز کو خریدے تو مذمت نہ کرے جب بیچے تو تعریف نہ کرے اور بیچنے میں عیب کو نہ چھپائے باہم معاملات پر قسم نہ کھائے۔

حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) اور رفاعہ بن رافعؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن تاجر گناہ گار ہو کر اٹھیں گے مگر وہ تاجر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور نیک کام

کرنے والا اور سچ بولنے والا ہوگا۔(وہ گناہ گار ہو کر نہیں اٹھے گا)۔

احمد وحاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) عبدالرحمن بن شبلؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا بلاشبہ تاجر گناہ گار ہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال نہیں کیا۔آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔لیکن وہ قسمیں کھاتے ہیں اور گناہ گار ہوتے ہیں اور ماپ کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا عمرو بن تغلبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مال بہا دیا جائے گا (یعنی مال کی کثرت ہوگی) اور جہالت بہت ہوجائے گی اور فتنے ظاہر ہوں گے اور تجارت درہم برہم ہوجائے گی۔خرید وفروخت آپس کی رضامندی سے ہوگی۔

ابن ماجہ وابن المنذرؒ نے ابن سعدؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "عن تراض منکم" کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا بلاشبہ خرید وفروخت باہم رضامندی سے ہے۔

ابن جریرؒ نے میمون بن مہرانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ خرید وفروخت باہم رضامندی سے ہوئی ہے اور خیار عقد ہونے کے بعد ہوتا ہے۔اور کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو دھوکہ دے۔

عبد بن حمیدؒ نے ابو زرعہؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک گھوڑا کسی کو بیچا اور اس خریدنے والے سے کہا اختیار لے لو پھر اس کو تین دن کا اختیار دے دیا پھر اس سے کہا مجھے اختیار دے دے تو اس نے اس

کو تین دن کا اختیار دے دیا پھر اس نے کہا میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ خرید وفروخت باہم رضامندی کی ہے۔

ابن ماجہؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک دیہاتی نے پتوں کا بار خریدا جب بیع پوری ہو چکی تو آپ نے اس دیہاتی سے فرمایا اختیار لے لو دیہاتی بولا اللہ تعالیٰ آپ کی تجارت کو آباد رکھے۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک آدمی کے ساتھ بیع کی پھر اس سے فرمایا اختیار لے لو اس نے کہا میں نے اختیار لے لیا آپ نے فرمایا اسی طرح خرید و فروخت ہوتی ہے۔

ابن جریرؒ نے ابو زرعہؒ سے روایت کیا کہ جب وہ کسی کے ساتھ بیع کرتے تو اس سے کہتے مجھے اختیار دو پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دو آدمی آپس میں خرید وفروخت کرنے والے جدا نہ ہوں گے مگر آپس کی رضامندی کے ساتھ۔

ابن جریرؒ نے ابو قلابہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے بقیع والو ہرگز نہ جدا ہوں دو خرید وفروخت کرنے والے مگر رضامندی سے۔

بخاریؒ، الترمذی ونسائیؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دو خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے کہے تجھے اختیار ہے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابو صالح وعکرمہ رحمہما اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ لفظ آیت "ولا تقتلوا انفسکم"

یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنے سے منع کر دیا گیا۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ نے فرمایا کہ لفظ آیت ”ولا تقتلوا انفسکم “یعنی تم میں سے کوئی دوسرے کو قتل نہ کرے۔

ابن جریرؒ نے عطا بن ابی رباحؒ سے اسی طرح روایت کیا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولا تقتلوا انفسکم “یعنی اپنے دینی بھائیوں کو قتل نہ کرو۔

اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

احمد وابوداؤد وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ذات السلاسل کی لڑائی والے سال میں مجھ کو بھیجا سخت ٹھنڈی رات میں مجھ کو احتلام ہو گیا میں نے خوف کیا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں مرجاؤں گا تو میں نے تیمم کیا پھر صحابہ کرامؓ کو صبح کی نماز پڑھادی۔ جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا تو میں نے ان کو یہ بات بتائی آپ نے فرمایا اے عمرو تو نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حالانکہ تو جنبی تھا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! مجھے سخت ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا میں ڈر گیا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں مرجاؤں گا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد کیا لفظ آیت ”ولا تقتلوا انفسکم “اور میں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔

الطبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عمرو بن عاصؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور وہ جنبی تھے جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صحابہ آئے تو اس بات کو ذکر کیا آپ نے ان کو بلوایا اور اس بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا یا رسول اللہ! میں اس بات سے ڈرا کہ سردی مجھے قتل کر

دے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت" ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما" تو (یہ بات سن کر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش ہو گئے۔

سعید بن منصور وابن سعید وابن المنذرؒ نے عاصم بن بھدلہؒ سے روایت کیا کہ مسروقؒ صفین میں آئے اور صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو! خاموش ہو جاؤ تم بتاؤ اگر ایک پکارنے والا تم کو آسمان سے پکارے پس تم اس کو دیکھو گے اور اس کی بات کو سنو گے پھر فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے۔ ان کاموں سے جن میں تم ہو کیا تم اس میں رکنے والے ہو؟ انھوں نے کہا اللہ کی ذات پاک ہے پھر فرمایا اللہ کی قسم! جبرائیل (علیہ السلام) اس حکم کو لائے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور میرے پاس اس سے زیادہ واضح کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت" ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما" پھر وہ کوفہ کی طرف لوٹ گئے۔

جو ناحق کسی کا مال کھائے گا یا کسی کو ناحق ظلم سے قتل کرے گا یا خودکشی کریگا تو اس کی سزا جہنم کی آگ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور ہر ممکن پر قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا تم اگر ظلم وقتل ناحق کرو گے تو نہ اس کے علم سے بچ سکو گے اور نہ اس کے عذاب سے بچ سکو گے کہ جو چاہے کر سکتا ہے اسے دشوار نہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" ومن یفعل ذلک" یعنی اموال اور جانوں میں ایسا عمل کیا لفظ آیت" عدوانا وظلما" یعنی تجاوز کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے ناحق لفظ آیت" وکان ذلک علی اللہ یسیرا" یعنی اس کو عذاب دینا اللہ پر آسان ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا کہ میں نے عطاؒ سے کہا آپ بتایئے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں لفظ آیت" ومن یفعل ذلک عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارا" کہ یہ حکم ہر ایک

کے بارے میں ہے یا اللہ تعالیٰ کے اس قول "ولاتقتلوا انفسکم" کے بارے میں؟ تو انھوں نے فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم لفظ آیت "ولاتقتلوا انفسکم" کے بارے میں ہے۔

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾﴾

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے، اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کروگے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

ربط آیات:

اس آیت سے پہلی آیات میں چند بڑے بڑے گناہوں کا ذکر اور ان میں مبتلا ہونے والوں پر شدید عذاب کا بیان ہے، قرآن کریم کا مخصوص انداز بیان یہ ہے کہ جب کسی جرم پر سزا سے ڈرایا جاتا ہے جسے ترہیب کہتے ہیں تو اس کے ساتھ ترغیب کا پہلو بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس جرم سے باز آئے گا اس کے لیے یہ انعامات و درجات ہیں۔

اس آیت میں بھی ایک خاص انعام خداوندی ذکر کر کی ترغیب دی گئی ہے وہ یہ کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچ گئے تو تمہارے چھوٹے گناہوں کو ہم خود معاف کردیں گے اور اس طرح تم ہر طرح کے بڑے چھوٹے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر عزت و راحت کے اس مقام میں داخل ہوسکو گے جس کا نام جنت ہے۔

صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تحقیق

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں: بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ مت سوچو کہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ، یہ غور کرو کہ تم کس ذات کی نافرمانی کر رہے ہو اور اس اعتبار سے تمام گناہ گناہ کبیرہ ہیں۔ قاضی ابوبکر بن طیبؒ، استاد ابواسحٰق اسفرائنیؒ، ابوالمالی، ابونصر عبدالرحیم قشیریؒ وغیرھم کا یہی قول ہے۔ انھوں نے کہا کہ گناہوں کو اضافی طور پر صغیرہ یا کبیرہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً زنا کفر کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور بوس و کنار زنا کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور کسی گناہ سے اجتناب کی وجہ سے دوسرے گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ تمام گناہوں کی مغفرت اللہ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشآء"۔ (النساء: ٤٨) ترجمہ: بیشک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اسے جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور یہ جو قرآن مجید میں ہے (آیت) "ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم"۔ (النساء: ٣١) اس آیت میں کبائر سے مراد انواع کفر ہیں، یعنی اگر تمام انواع کفر سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، نیز صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر دوزخ واجب کر دے گا اور اس پر جنت حرام کر دے گا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہر چند کہ (اس شخص کا حق) تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: ہر چند کہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو! پس معمولی معصیت پر بھی ایسی شدید وعید ہے جیسی بڑی معصیت پر وعید ہے۔

علامہ قرطبیؒ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ جن چیزوں سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب کے ذکر پر ختم کیا ہے اور گناہ کبیرہ ہے' حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا سورہ نساء کی تینتیس (۳۳) آیتوں میں جن چیزوں سے منع کیا ہے اور پھر فرمایا ہے (آیت) "ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ"۔ وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر سات (۷) ہیں فرمایا یہ ستر کے قریب ہیں اور سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا کبائر سات ہیں فرمایا یہ سات سو کے قریب ہیں البتہ استغفار کے بعد کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) گناہ کبیرہ کی تعداد اور ان کے حصر میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ ان میں آثار مختلف ہیں' میں یہ کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کے متعلق صحیح اور حسن بکثرت احادیث ہیں اور ان سے حصر مقصود نہیں ہے البتہ بعض گناہ بعض دوسرے گناہ سے زیادہ بڑے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ورحمتی وسعت کل شیء" میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون"۔ میری رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تیسرا درجہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسروان"۔ (الاعراف: ۹۹) کیا یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھے درجہ پر قتل سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کے بعد لواطت ہے' پھر زنا ہے' پھر شراب نوشی ہے پھر نماز اور اذان کا ترک کرنا ہے پھر جھوٹی گواہی دینا ہے اور ہر وہ گناہ

جس پر عذاب شدید کی وعید ہے یا اس کا ضرر عظیم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔ (۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعیؒ متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

گناہ صغیرہ اور کبیرہ دو قسم کے ہیں۔ استاد ابو اسحاقؒ نے کہا ہے کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے' گناہ کبیرہ کی چار تعریفیں ہیں۔

(۱) جس معصیت پر حد واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) جس معصیت پر کتاب اور سنت میں وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۳) امام نے 'ارشاد' میں لکھا ہے کہ جس گناہ کو لاپرواہی کے ساتھ کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(٤) جس کام کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہو یا جس کام کی جنس میں قتل وغیرہ کی سزا ہو یا جو کام علی الفور فرض ہو اس کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ نوویؒ نے دوسری تعریف کو ترجیح دی ہے پھر علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ یہ گناہ کبیرہ کی منضبط تعریفات ہیں۔ بعض علماء نے گناہ کبیرہ کو تفصیلاً شمار بھی کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے: قتل' زنا' لواطت' شراب پینا' چوری' قذف' (تہمت لگانا) جھوٹی گواہی دینا' مال غصب کرنا' میدان جہاد سے بھاگنا' سود کھانا' مال یتیم کھانا' والدین کی نافرمانی کرنا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عمداً جھوٹ باندھنا' بلا عذر شہادت کو چھپانا' رمضان میں بلا عذر روزہ نہ رکھنا' جھوٹی قسم کھانا' قطع رحم کرنا' ناپ اور تول میں خیانت کرنا' نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا' بلا عذر نماز قضاء کرنا' مسلمان کو ناحق مارنا' صحابہ کرامؓ کو سب وشتم کرنا' رشوت لینا' دیوثی (فاحشہ عورتوں کے لیے گاہک لانا) حاکم کے پاس چغلی کھانا' زکوۃ نہ دینا' نیکی کا حکم نہ دینا' باوجود قدرت کے برائی سے نہ روکنا' قرآن مجید بھلانا' حیوان کو جلانا'

۱

عورت کا بلاسبب خاوند کے پاس نہ جانا' اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا' اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا' علماء کی توہین کرنا' ظہار' بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا' جادو کرنا' حالت حیض میں وطی کرنا اور چغلی کھانا۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ علامہ نوویؒ نے گناہ صغیرہ کی تفصیل میں ان گناہوں کو لکھا ہے: اجنبی عورت کو دیکھنا' غیبت کرنا' ایسا جھوٹ جس میں حد ہے نہ ضرر' لوگوں کے گھروں میں جھانکنا' تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا' زیادہ لڑنا جھگڑنا اگرچہ حق پر ہو' غیبت پر سکوت کرنا' مردہ پر بین کرنا' مصیبت میں گریبان چاک کرنا اور چلانا' اترا اترا کر چلنا' فاسقوں سے دوستی رکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا' اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا' مسجد میں خرید و فروخت کرنا' بچوں پاگلوں کو مسجد میں لانا' جس شخص کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اس کا امام بننا، نماز میں عبث کام کرنا' جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا' قبلہ رخ بول و براز کرنا" عام راستہ پر بول و براز کرنا' جس شخص کو غلبہ شہوت کا خطرہ ہو اس کا روزہ میں بوسہ لینا' صوم وصال رکھنا' استمناء' بغیر جماع کے اجنبیہ سے مباشرت کرنا (یعنی بوس و کنار اور بغل گیر ہونا) بغیر کفارے کے مظاہر کا اپنی عورت سے جماع کرنا' اجنبی عورت سے خلوت کرنا' عورت کا بغیر محرم اور خاوند کے سفر کرنا یا بغیر ثقہ عورتوں کے سفر کرنا۔ (یہ مذہب شافعی کے ساتھ خاص ہے) بخش' احتکار' مسلمان کی بیع پر بیع کرنا' اسی طرح مسلمان کی قیمت پر قیمت لگانا اور منگنی پر منگنی کرنا' شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا' دیہاتی قافلہ سے بیع کے لیے ملاقات کرنا' تصریہ (بیع کے لیے تھنوں میں دودھ روک لینا) بغیر عیب بیان کئے ہوئے عیب دار چیز کو فروخت کرنا' بلاضرورت کتا رکھنا' مسلمان کا کافر کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو فروخت کرنا' بلاضرورت نجاست کو بدن پر لگانا اور بلاضرورت خلوت میں اپنی شرمگاہ کھولنا۔ عدالت (نیک چلنی) میں صغائر سے بالکل اجتناب کرنا شرط نہیں ہے لیکن صغیرہ پر

اصرار یعنی بلا توبہ بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرنا صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے۔[۱]

سیدنا سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: "جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں نماز تھی اس نے پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو وہ خاموش ہو گیا، تو اس کے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔[۲]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "پانچوں نمازیں اور جمعہ (آئندہ) جمعہ تک اور رمضان (آئندہ) رمضان تک کفارہ بن جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے درمیانی عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔"[۳]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ان سات قسم کے گناہوں سے بچو جو ہلاک کر دینے والے ہیں۔" صحابہؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور پاک باز بھولی بھالی معصوم عورتوں پر تہمت لگانا۔"[۴]

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا، یا

۱۔(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج۱۲ ص۲۲۵۔۲۲۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

۲۔[بخاری، کتاب الجمعۃ، باب لا یفرق بین اثنین یوم الجمعۃ: ۹۱۰]

۳۔[مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ ۔۔ الخ: ۲۳۳/۱۶]

۴۔[بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات: ۶۸۵۷۔ مسلم، کتاب ال ایمان، باب الکبائر وأ کبرھا: ۸۹]

آپ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی انسان کو ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا" اور آپ نے فرمایا: "کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟" پھر فرمایا: "وہ گناہ جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی ہے۔" (۱)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم گناہ کونسا ہے؟ فرمایا: "یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" میں نے عرض کی، پھر کونسا؟ فرمایا: "پھر یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ بعدازاں وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔" میں نے عرض کی، پھر کونسا؟ فرمایا: "یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو۔" اور کہا کہ یہ آیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی ہے: (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ـ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ـ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا)[الفرقان:٦٨ تا ٧٠] "اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا

۱۔[بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر: ۵۹۷۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا: ۸۸]

جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی۔"[۱]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔"[۲]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بیشک کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔" صحابہؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے؟ فرمایا: "وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ (دوسرا) اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"[۳]

بڑے گناہوں سے اجتناب پر انعام

عبد بن حمیدؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ آسان ہے جو تمہارے رب نے تم سے سوال کیا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا) لفظ آیت "ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم"۔

عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں انسؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا خبردار! میری شفاعت میری امت میں سے بڑے گناہ کرنے والوں کے لیے ہے

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ (والذین لا یدعون مع اللہ إلٰھا آخر۔۔۔ الخ): ٤٧٦١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب: ٨٦]

۲۔[بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس: ٦٦٧٥]

۳۔[بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیہ: ٥٩٧٣]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت ”ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم“۔

نسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن خزیمہ وابن حبان اور حاکم ؒ (نے اس کو صحیح کہا) وبیہقی ؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ وابو سعید ؓ دونوں حضرات سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر تشریف لائے پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو بندہ پانچ نمازیں پڑھتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے زکوۃ ادا کرتا ہے۔ اور سات بڑے گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے لیے قیامت کے دن جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ ہوا سے ہل رہے ہوں گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت ” ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم“ (الآیہ)۔

ابن المنذر ؒ نے انس ؓ سے روایت کیا کہ کبیرہ گناہوں سے تمہارا کیا واسطہ جبکہ تم سے صغیرہ گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا۔

ابن جریر ؒ نے قتادہ ؒ سے روایت کیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے مغفرت کا اس شخص کے لیے جو بڑے گناہوں سے بچتا ہے اور ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بڑے گناہوں سے بچو درست اعمال کرو اور خوش ہو جاؤ۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والطبرانی وبیہقی ؒ فی الشعب، ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ بڑا گناہ ہے ان میں ایک نظر کا ذکر کیا۔

ابن جریر ؒ نے ابوالولید ؒ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس ؓ سے بڑے گناہوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا ہر وہ چیز جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی وہ بڑا گناہ ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ہر وہ کام جس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کا وعدہ فرمایا وہ بڑا گناہ ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ گناہ کبیرہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آگ یا غصہ یا لعنت یا عذاب کا فیصلہ کیا ہے۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ ہر وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آگ کی طرف منسوب فرمایا ہو تو وہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ ہر وہ گناہ کہ جس کے کرنے والے پر اللہ تعالیٰ نے آگ کا فیصلہ کیا ہے اور ہر وہ کام جس پر حد قائم ہو تو وہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔

عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ان سے بڑے گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ سات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا وہ ستر کے قریب ہیں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ بڑے گناہ کتنے ہیں کیا وہ سات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا سات سو تک ہیں مگر ان میں سے زیادہ قریب سات ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی گناہ استغفار کے ساتھ بڑا نہیں رہتا اور چھوٹا گناہ بار بار کرنے سے چھوٹا نہیں رہتا (بلکہ بڑا بن جاتا ہے)۔

بیہقیؒ نے شعب میں قیس بن سعدؒ سے روایت کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہر وہ گناہ جس کو کوئی بندہ بار بار کرتا ہے بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ اور کوئی گناہ بڑا نہیں رہتا جس سے کوئی بندہ توبہ کرلے۔

بخاری و مسلم وابوداؤد ونسائی وابن ابی حاتمؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو صحابہؓ نے عرض کیا وہ گناہ کون سے ہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو مگر حق کے ساتھ (قتل کرنا جائز ہے) اور جادو کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدان جنگ سے بھاگ جانا اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا جو (بڑے کام سے) غافل ہوں اور ایمان والی ہوں۔

البزار وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بڑے گناہ سات ہیں اس کا پہلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا پھر کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔سود کھانا اور یتیم (بچے) کا مال کھانا اس کے بڑا ہونے سے پہلے۔(یعنی بالغ ہونے سے پہلے) اور میدان جنگ سے بھاگ جانا۔اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا اور ہجرت کے بعد (مرتد ہو کر) پھر پھر بدوؤں کے پاس چلے جانا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سعیدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "نکفر عنکم سیاتکم" سے چھوٹے گناہ مراد ہیں اور "وندخلکم مدخلا کریما" میں "الکریم" سے مراد ہے جنت میں بہترین جگہ۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کرتے تھے کہ "مدخلا کریما" سے جنت مراد ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے "مدخلا" کو میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

اور تم اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کا اس میں حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو یقیناً اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ربط آیات:

ماقبل کی آیتوں میں میراث کے احکام گذرے ہیں، ان میں یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ میت کے ورثہ میں اگر مرد اور عورت ہو، اور میت کی طرف رشتہ کی نسبت ایک ہی طرح کی ہو تو مرد کو عورت کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا، اسی طرح کے اور فضائل بھی مردوں کے ثابت ہیں، حضرت ام مسلمہ نے اس پر ایک دفعہ حضور اکرم سے عرض کیا کہ ہم کو آدھی میراث ملتی ہے اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔

مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہو جاتے، بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے

اور جہاد کی فضیلت ہمیں حاصل ہو جاتی۔

شانِ نزول: (آیت) "ولاتتمنوا ما فضل اللہ بہ"

ترمذی اور حاکم ؒ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کر سکتے اور ہمیں وراثت بھی آدھی ملتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یعنی تم ایسی چیزوں کی تمنا مت کیا کرو، جس میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے اور ان ہی کے بارے میں انا لمسلمین ولمسلمات کی آیت بھی نازل ہوئی ہے۔

اور ابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد کو عورت سے دو گنا حصہ ملتا ہے اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو ہمارے عمل بھی کیا اسی طرح ہیں کہ اگر عورت کوئی نیکی کرے تو اسے آدھا ثواب ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

عبدالرزاق وعبد بن حمید والحاکم وسعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتے کہ ہم بھی شہادت کو پالیتیں اور ہمارے لیے آدھی میراث ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) یعنی لفظ آیت "ولاتتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض" اور سورہ احزاب کی یہ آیت "ان المسلمین والمسلمت" نازل فرمائی۔

ابن ابی حاتم ؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

وسلم) کی ایک بیوی آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے نبی مرد کو عورت سے دوگنی میراث ملتی ہے اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔کیا ہمارے عمل میں بھی اسی طرح ہے کہ ایک عورت جب ایک نیکی کرے تو اس کی آدھی نیکی لکھی جاتی ہے۔تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی یعنی" ولا تتمنوا " پھر فرمایا کہ یہ میری طرف سے انصاف ہوگا اگر میں ایسا کروں (یعنی عورت کے لیے آدھی نیکی لکھی جائے)۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے مجاہد اور عکرمہ رحمہا اللہ نے اس آیت کے بارے میں روایت کیا یہ آیت ام سلمہ بنت ابی امیہؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

نیک اعمال کی توفیق طلب کرو

ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ مردوں نے کہا ہمارے لیے عورتوں سے دوگنا اجر ہونا چاہیے جیسا کہ وراثت میں ہمارا حصہ دوگنا ہوتا ہے تو ہم چاہتے کہ اجر میں بھی دگنا ہو۔عورتوں نے کہا ہم چاہتی ہیں کہ ہمارے لیے شہید مردوں کے برابر اجر ہو ہم لڑنے کی طاقت نہیں رکھتیں اگر ہم پر جہاد فرض کر دیا جائے تو ہم بھی جہاد کریں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی اور ان کے لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اس کے فضل کا وہ تم کو (نیک) اعمال کی توفیق دے گا اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے لفظ آیت " ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض " کے بارے میں روایت کیا کہ کوئی آدمی ہرگز یہ تمنا نہ کرے کاش میرے لیے فلاں مال اور اہل وعیال ہوتے " یعنی ان چیزوں میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا مرد کے

لیے دوعورتوں کے برابر حصہ ہے۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ ہر گز تمنا نہ کرو فلاں فلاں کے مال کی اور تم نہیں جانتے کہ اس میں اس کی ہلاکت ہو۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت اور بچے کی میراث میں سے کسی چیز کا وارث نہیں بناتے تھے اور میراث اس کو دیتے تھے جو کام کاج کرتا نفع پہنچاتا اور (دشمن سے) اپنا دفاع کرتا جب عورت کو حصہ ملا اور بچے کو اس کا حصہ ملا اور مرد کو عورت کے مقابلہ میں دوگنا ملا۔ عورتوں نے کہا کاش ہمارا حصہ میراث میں مردوں کے حصہ کی طرح ہوتا اور مردوں نے کہا ہم امید رکھتے ہیں کہ آخرت میں ہم کو عورتوں پر اجر میں اس طرح فضیلت دی جائے جیسا کہ ہم کو میراث میں ان پر فضیلت دی گئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ”للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن“ فرماتے ہیں کہ عورت کو ایک نیکی کا بدلہ میں دس گنا اجر دے گا کہ مرد کو دس گنا اجر دیا جائے گا۔

ابن جریرؒ نے ابو جریرؒ سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) ”فللذکر مثل حظ الانثیین“ نازل ہوئی تو عورتوں نے کہا اسی طرح مردوں کے لیے گناہ بھی دو حصے ہوں گے جیسا کہ ان کے لیے میراث میں سے دو حصے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت ”للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن“ کو نازل فرمایا۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”للرجال نصیب مما اکتسبوا“ کہ مردوں کے لیے گناہ میں سے وہی ہے جو اس نے عمل کیا لفظ آیت ”وللنساء نصیب مما اکتسبن“ اور عورتوں کے لیے گناہ

میں سے وہی ہے جو اس نے کیا۔

ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "وسئلو االلہ من فضلہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فضل مانگو دنیا کا سامان نہ مانگو۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وسئلو االلہ من فضلہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عبادت کی تمنا کرو دنیا کے مال کی تمنا نہ کرو۔

ترمذیؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس سے سوال کیا جائے۔

ابن جریرؒ نے حکیم بن جبیرؒ کے طریق سے ایک آدمی سے روایت کیا کہ جس کا نام نہیں لیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس سے سوال کیا جائے اور بلاشبہ افضل عبادت خوشحالی کا انتظار کرنا ہے۔

احمدؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہتی ہے اے اللہ! اس کو داخل کر دے اور کوئی مسلمان آدمی تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ کہتی ہے اے اللہ! اس کو پناہ دے دے۔

﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ﴾

اور ہم نے ہر شخص کے ورثہ بنائے ہیں۔اس (مال کی تقسیم) کے لیے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ کر مریں اور جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے انھیں ان کا حصہ دو، بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

ربط آیت: گزشتہ آیت میں عورتوں کی اس تمنا کا جواب تھا کہ میراث میں مرد کو بہ نسبت عورت کے دہرا حصہ دیا جاتا ہے اب آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اور ہر ایک کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عرت ہم نے وارث مقرر کردیے ہیں اس مال میں سے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں ہم نے اپنی علم وحکمت سے ہر ایک کا حصہ مقرر کردیا ہے اس میں تغیر وتبدل کرنا حدود اللہ سے تعدی کرنا ہے جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان ہوچکا ہے

شان نزول: (آیت) ”والذین عقدت“

ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں ابن اسحاقؒ کے واسطہ سے داؤد بن الحصینؒ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ام سعدؓ کے پاس قرآن پاک پڑھتا تھا چنانچہ میں نے (آیت) ”والذین عاقدت“ پڑھا تو انھوں نے فرمایا (آیت) ”والذین عقدت“ ہے اور یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے لڑکے عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔جس وقت ان کے لڑکے نے اسلام لانے سے انکار کردیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھائی تھی کہ اسے بوجہ کفر میراث میں سے کچھ نہیں دیں گے جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کا حصہ دینے کا حکم دے دیا۔ [1]

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

بخاری وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس والحاکم اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولکل جعلنا موالی" میں موالی سے ورثاء مراد ہیں اور" والذین عقدت ایمانکم" سے وہ مہاجرین مراد ہیں جو مدینہ منورہ میں آئے اور مہاجر کو انصاری کا وارث بنایا گیا اس کے رشتہ داروں کو چھوڑ کر اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا تھا جب یہ آیت "ولکل جعلنا موالی" نازل ہوئی تو (یہ حکم) منسوخ کر دیا گیا پھر فرمایا لفظ آیت "والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم" (یعنی جن لوگوں سے تم نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا ان کو ان کا حصہ دے دو) یعنی مدد سے تحفہ سے اور نصیحت سے اور اس کی میراث ختم ہوگئی ہاں وہ وصیت کر سکتا ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاسؒ نے اپنی ناسخ میں وابن مردویہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "ولکل جعلنا موالی" ہم نے ہر ایک کے وارث بنا دیئے جو عصبہ ہیں اور" والذین عقدت ایمانکم" سے مراد ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عہد کرتے تھے کہ ان میں سے جو مرے گا دوسرا اس کا وارث ہوگا (پھر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتب اللہ من المومنین والمھجرین الا ان تفعلوا الی اولیئکم معروفا" (احزاب آیت ٦) یعنی مگر وہ اولیاء جن کے لیے تم نے وصیت کی ہے۔ یہ میت کے مال کے تیسرے حصے تک جائز ہے اور یہی معروف ہے۔ [١]

امام ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص دوسرے شخص سے (جس سے اس کی نسبی قرابت نہیں ہوتی تھی) یہ عہد کرتا کہ میرا خون تمہارا خون ہے

١۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اور میرا نقصان تمہارا نقصان ہے تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا وارث ہوں گا تم مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے مطالبہ کروں گا پھر زمانہ اسلام میں اس کا چھٹا حصہ مقرر کر دیا گیا اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ورثہ میں ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا پھر جب سورہ انفال میں یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "واولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ"۔ (الانفال:۷۵)

ترجمہ: اور قرابت دار ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی کتاب میں زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد جس شخص سے کسی نے عہد کیا تھا اس کی وراثت منسوخ ہو گئی۔ [۱]

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلیؒ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) جاہلیت میں جو لوگ ایک دوسرے سے ایک دوسرے کا وارث ہونے کا عہد کرتے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں اور سورہ انفال کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(۲) اس سے وہ مہاجرین اور انصار مراد ہیں جن کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔

(۳) اس سے وہ لوگ ہیں مراد ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنا بیٹا بنا لیا کرتے تھے حالانکہ وہ کسی اور کے بیٹے ہوتے تھے، پہلے قول کے متعلق امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا یہ مذہب ہے وہ سورہ انفال کی آخری آیت سے منسوخ ہو گیا۔ میرا (محمد طاہر) بھی یہی مذہب ہے۔

(٤) امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے البتہ عصبات اور ذوالارحام اس شخص پر

۱۔ (جامع البیان ج ٥ ص ٣٤)

مقدم ہیں جس سے عہد کیا گیا وہ نہ ہوں تو اس کو عہد کرنے والے کی وراثت ملے گی۔

اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص سے تم نے وراثت کے علاوہ مدد کرنے اور خیر خواہی کا معاہدہ کیا ہے اس معاہدہ کو پورا کرو' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں صرف ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ ہوتا تھا اس کے سوا نہیں ہوتا تھا اور اسلام نے اس کو متغیر نہیں کیا بلکہ اور پختہ کیا ہے۔ یہ سعید بن جبیرؒ کا قول ہے اور یہ آیت محکم ہے۔ [۱]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اسلام میں حلف نہیں ہے حلف صرف جاہلیت میں ہوتا تھا اور اسلام میں اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔ [۲]

وراثت کی بنیاد قرابت ہے

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت" والذین عقدت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اسلام سے پہلے ایک آدمی دوسرے آدمی سے معاہدہ کر لیتا تھا کہ تو میرا وارث ہوگا اور میں تیرا وارث ہوں گا اور قبیلے میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح کے معاہدے کرتے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جو حلف اور معاہدہ تھا پھر اسلام نے اس کو پالیا۔ اسلام نے اس کو اور زیادہ مضبوط کر دیا اور اب اسلام میں جو معاہدہ ہوا حلف تھا اس آیت نے" واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض" اس کو منسوک کر دیا۔

۱۔(زادالمسیر ج۲ ص۷۲)

۲۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۵۳ ' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۵ ' مسند احمد ج٤ ص ۸۳)

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے معاہدہ کرلیتا تھا پھران میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا وارث بن جاتا تھا ابوبکرؓ نے ایک آدمی سے معاہدہ کیا ہوا تھا تو آپ اس کے وارث بنے تھے۔

ابوداؤد وابن جریر وابن وابن مردویہؒ نے عکرمہؒ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "والذین عقدت ایمانکم" کے بارے میں روایت کیا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے معاہدہ لیتا تھا پھران میں سے ایک دوسرے کا وارث بن جاتا تھا تو اس طریقے کو سورہ احزاب کی اس آیت "واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتب اللہ" نے منسوخ کردیا۔

عبد بن حمید وعبد الرزاق وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے آدمی سے معاہدہ کرلیتا تھا اور کہتا تھا میرا خون تیرا خون ہے اور میرا نقصان تیرا نقصان ہے اور میں تیرا وارث بنوں گا اور تو میرا وارث بنے گا میری وجہ سے تجھ سے مطالبہ کیا جائے گا اور تیری وجہ سے مجھ سے مطالبہ کیا جائے گا اسلام میں اس کے لیے مال کا چھٹا حصہ مختص کردیا گیا پھر وارثوں میں وراثت تقسیم ہوگی بعد میں اس طریقہ کو سورہ احزاب کی آیت "واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض" سے منسوک کردیا گیا اور معاہدہ کی وجہ سے جو وہ آپس میں وارث بنے تھے اسے ختم کردیا اور اب ذوی الارحام وارث بن گئے۔

ابن جریرؒ نے عونؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے آدمی سے مل جاتا تھا تو یہ اس کا تابع ہوتا جب وہ آدمی مرجاتا تھا تو اس کے اہل وعیال اور قریبی رشتہ دار میراث کے مالک بن جاتے تھے اور تابع کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی

کہ اس کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت " والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم " پھر اسے میراث میں سے حصہ دیا جاتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت " واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتب اللہ "۔

مواخات کی بنیاد پر میراث نہیں ملے گی

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے لفظ آیت " والذین عقدت ایمانکم " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدہ ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کرایا (پھر فرمایا) لفظ آیت " فاتوہم نصیبہم " یعنی جب کوئی ذی رحم رشتہ دار درمیان میں حائل نہ ہو تو پھر ان کو ان کا حصہ دے دو۔ راوی نے کہا لیکن آج یہ حکم نہیں بلاشبہ وہ ایک جماعت تھی جن کے درمیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھائی چارہ قائم فرما دیا تھا بعد میں وہ ختم ہو گیا اور یہ مقام صرف نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاصل تھا۔ مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ تھا اور آج کسی کے درمیان یہ رشتہ موجود نہیں۔

ابن جریر والنحاسؒ نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت باہمی حلیفوں اور ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو دوسروں کی اولاد کو متبنی بنا لیتے تھے اور ان کو وارث بنا دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک آیت نازل فرمائی اور ان کے لیے وصیت میں حصہ رکھا اور وراثت کو عصبہ اور ذی رحم رشتہ داروں کی طرف لوٹا دیا۔

الفریابی وسعید بن منصور وعبد وابن جریر والنحاسؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ولکل جعلنا موالی " سے عصبہ مراد ہیں (اور) " والذین عقدت ایمانکم " سے حلفاء مراد ہیں پھر فرمایا " فاتوہم نصیبہم " (یعنی ان کو ان کا حصہ دے دو) دیت سے مدد سے اور عطیہ سے۔

ابوداؤد وابن ابی حاتمؒ نے داؤد بن حصینؒ سے روایت کیا کہ میں ام سعد بنت ربیعؓ کو قرآن سنایا کرتا تھا جبکہ وہ پرورش پا رہی تھی یتیم بچی کی حیثیت سے میرے باپ کی گود میں میں نے اس پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت " والذین عقدت ایمانکم" انھوں نے فرمایا نہیں لیکن یہ آیت " والذین عقدت ایمانکم" ابوبکرؓ اور اس کے بیٹے عبدالرحمنؓ کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ اس کو وارث نہیں بنائے گا۔ جب وہ اسلام لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وراثت دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔

سعید بن منصورؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ وہ اس طرح لفظ آیت " والذین عقدت " پڑھتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصمؒ سے روایت کیا کہ وہ اس طرح " والذین عقدت " خفیف کرتے ہوئے بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی کسی قوم کے پاس آتا تھا تو ان سے معاہدہ کر لیتا (اور کہتے تھے) کہ یہ آدمی نقصان میں یا نفع میں یا خون میں انہی کا ایک فرد ہوگا تو بلاشبہ وہ اس قوم میں انہی کی طرح ہو جاتا اور وہ اس کے لیے اپنے لوگوں سے وہی لیتے جو اس سے لیتے تھے اور جب جنگ کا موقعہ ہوتا تو قوم کے افراد اسے کہتے اے فلاں ! تو ہم میں سے ہے۔

ہماری مدد کر اگر نفع ہوتا تو کہتے ہم کو بھی دے اس لیے کہ تو ہم میں سے ہے اور وہ مدد طلب کرتا جس طرح اپنے افراد کی مدد کرتے ہیں اسی طرح اس کی مدد کرتے اگر کوئی اس کو کوئی مصیبت پہنچی تو بعض لوگ اس کو دیتے اور بعض منع کر دیتے اور اس کو نہ دیتے جس طرح اس سے لیتے تھے۔ تو یہ لوگ نبی (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے سوال کیا اور اس معاملہ میں جوان کو پریشانی تھی اس کا ذکر کیا اور کہنے لگے کہ ہم نے ان سے یہ معاہدے زمانہ جاہلیت میں کئے تھے تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت " والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم " فرمایا کہ ان کو دو جس طرح تم ان سے لیتے ہو۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتم ؒ نے (وجہ آخر سے) ابو مالک ؒ نے فرمایا لفظ آیت " والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم " سے مراد ہے قوم کا حلیف فرماتے ہیں کہ اسے اپنے معاملہ اور مشورے میں حاضر رکھو۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے بعد فرمایا زمانہ جاہلیت کے معاہدہ کو پورا کرو کیونکہ اسلام اس کی مضبوطی میں اضافہ کرتا ہے تاہم اسلام میں کوئی نیا معاہدہ نہ کرو۔

احمد وعبد بن حمید ومسلم وابن جریر والنحاس ؒ نے جبیر بن معطم ؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اسلام میں کوئی حلیف نہیں اور جو معاہدہ زمانہ جاہلیت میں تھا اسلام میں اس کی مضبوطی کو زیادہ کرتا ہے۔

عبدالرزاق وعبد بن حمیدؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اسلام میں کوئی حلیف نہیں لیکن زمانہ جاہلیت کے معاہدے کو پورا کرو۔

عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ ہر معاہدہ جو زمانہ جاہلیت میں تھا اسلام اس کی مضبوطی کو اور زیادہ کر دیتا ہے۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ
فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ
اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا
كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ﴾

مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ سو جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ پس نیک تابع فرماں بردار عورتیں خاوند کی غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں (عزت و مال کی) حفاظت کرنے والی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور انھیں لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو، اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمان برداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لیے بہانہ نہ ڈھونڈو بیشک اللہ عالیشان بلند مرتبہ ہے۔

ربط آیات: سورت کے شروع سے یہاں تک زیادہ تر احکام اور ہدایات عورتوں کے حقوق سے متعلق ہیں۔اسلام سے پہلے جو مظالم اور ناانصافیاں عورتوں کے ساتھ روا رکھی جاتی تھیں۔اسلام نے ان کو ختم کر کے عورتوں کو بھی وہ تمام انسانی حقوق دیئے جو مردوں کو حاصل تھے۔جہاں عورتوں پر مردوں کی کچھ خدمات عائد کیں وہیں مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق فرض کئے۔آئندہ آیتوں میں مردوں کے حقوق کا ذکر ہے۔

شان نزول: الرجال قوموں

ابن ابی حاتمؒ نے انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں اپنے خاوند کی شکایت کرنے کے لیے آئی کہ اس نے اس کے تھپڑ مارا ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس پر قصاص (بدلہ) ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں، چنانچہ وہ بغیر قصاص لیے ہوئے واپس ہوگئیں اور اپنے دعوی قصاص سے دستبردار ہوگئیں۔

اور ابن جریرؒ نے حسنؒ کے واسطہ سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ ایک انصاری شخص نے اپنی بیوی کے چانٹا مارا وہ قصاص کے مطالبہ کے لیے آئی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دونوں کے درمیان قصاص کا فیصلہ کر دیا تو اس پر (آیت) "ولا تعجل بالقرآن" (الخ) اور یہ آیت نازل ہوئی اور اسی طرح ابن جریجؒ اور سدیؒ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

اور ابن مردویہؒ نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں ایک انصاری شخص اپنی بیوی کو لے کر آیا ان کی بیوی بولی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انھوں

نے میرے منہ پر زور سے چانٹا مارا ہے کہ نشان پڑ گیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان کو یہ حق نہیں ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس روایت کے بہت سے شواہد ہیں جن سے یہ روایت مضبوط وثقہ ہو جاتی ہے۔ [1]

خاوند کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے

الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہؒ نے جریر بن حازمؒ کے طریق سے حسنؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے انصار میں سے اپنی عورت کو تھپڑ مارا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصاص کا مطالبہ کر رہی تھی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دونوں کے درمیان قصاص کا فیصلہ فرمایا تو (اس پر) یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل" (طٰہٰ آیت ۱۱٤) تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش ہو گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی "الرجال قوموں علی النساء" آخری آیت تک تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہم نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ (دوسرے کام) کا ارادہ فرمایا۔

ابن مردویہؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری ایک عورت کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا خاوند فلاں بن فلاں انصاری ہے اس نے اسے مارا ہے اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو اس کا حق نہ تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "الرجال قوموں علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض" یعنی عورتوں کو ادب سکھانے میں ان کو اختیار ہے رسول اللہ (صلی

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا امین نے ایک کام کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور کام کا ارادہ فرمایا۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قصاص کا ارادہ فرمایا ابھی یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریرؒ نے سعید سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "الرجال قوموں علی النساء" سے مراد ہے کہ ادب اور تعلیم دینے میں عورتوں کے سرپرست ہیں پھر فرمایا لفظ آیت "بما فضل اللہ بعضھم علی بعض" یعنی مہر کی رقم خرچ کرنے کی وجہ سے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ عورت اپنے خاوند سے قصاص نہیں لے سکتی مگر اپنی جان کا قصاص لے سکتی ہے۔

ابن المنذرؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم اس سے قصاص بھی لیں گے مگر ادب (سکھانے) میں (نہیں لیں گے)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الرجال قوموں علی النساء" سے مراد ہے کہ مرد عورتوں پر امیر ہیں عورتوں پر لازم ہے کہ جن چیزوں کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں مرد کی اطاعت کریں عورت کی مرد کے لیے اطاعت یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو" بما فضل اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضلیت دی اس کے نفقہ اور اس کی کمائی کی وجہ سے پھر فرمایا لفظ آیت "فالصلحت قنتت" یعنی نیک بیویاں جو اطاعت کرنے والیاں (اور) "حفظت للغیب" یعنی اس کی عدم موجودگی میں مال کی حفاظت کرنے والیاں

جب وہ عورتیں ایسی ہیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے اگر وہ انکار کرے (اللہ کا حکم نہ مانے) تو اس کو اتنا مارنے کا حق ہے جو اس پر نشان نہ چھوڑے۔ اور مرد کو فضیلت حاصل ہے عورت پر کیونکہ مرد اس پر مال خرچ کرتا ہے اور کماتا ہے۔

سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "الرجال قوموں علی النساء" کہ وہ عورتوں کے ہاتھ پکڑتے ہیں اور ان کو ادب سکھاتے ہیں۔

سفیانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "بما فضل اللہ بعضھم علی بعض" اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ (پھر فرمایا) "وبما انفقوا من اموالھم" یعنی مرد عورتوں کو مہر دیتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ "وبما انفقوا من اموالھم" سے مال خرچ کرنے سے مراد مہر ہے۔ جو مرد دیتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر اس کا خاوند اس پر تہمت لگائے تو مرد عورت سے لعان کرتا ہے۔ اور اگر وہ عورت اس پر (یعنی اپنے خاوند پر) تہمت لگائے تو اس (عورت) کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فالصلحت قنتت" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والیاں اور اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والیاں (پھر فرمایا) "حفظت للغیب" یعنی حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی اور اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والیاں۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ ”حفظت للغیب“ یعنی اپنے شوہروں کے لیے (ان کی غیر حاضری میں) حفاظت کرنے والیاں۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”حفظت للغیب بما حفظ اللہ“ یعنی اپنے خاوند کے مال کی حفاظت اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ اپنے شوہروں کے لیے اپنے نفسوں کی اس طرح حفاظت کرتی ہیں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اپنے شوہروں کی غیر حاضری میں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ حفاظت کرنے والیاں کہ اپنے شوہروں کی غیر حاضری میں ان کی خیانت کرنے والی نہیں ہیں۔

ابن جریرؒ نے عطاؒ سے روایت کیا کہ اپنے شوہروں کے لیے حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے باعث اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت ”حفظت للغیب“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ حفاظت کرتی ہیں اپنے شوہروں کی ان چیزوں کی جو ان سے مخفی ہیں ان کے معاملات میں سے (پھر فرمایا) ”بما حفظ اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ ان کو اس قابل بنایا۔

نیک عورت کی خصلتیں

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے اپنے سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے اور جب اس کو حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور جب اس سے غائب ہو تو حفاظت کرے اس کے مال کی اور اپنی جان کی پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (یہ آیت) پڑھی لفظ آیت "الرجال قوموں علی النساء" سے لے کر "قنتت حفظت للغیب" تک۔

ابن ابی شیبہؒ نے یحییٰ بن جعدہؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب سے زیادہ فائدہ مند کسی مسلمان کے لیے اسلام کے بعد خوبصورت عورت وہ ہے کہ جو اس کو خوش کرتی ہے جب اس کی طرف دیکھتا ہے اور اس کی اطاعت کرتی ہے جب وہ اس کو حکم کرتا ہے۔ اور اس کے مال کی اور اپنی ذات کی حفاظت کرتی ہے جب وہ غائب ہوتا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی آدمی ایمان باللہ کے بعد اچھے اخلاق والی عورت سے بڑھ کر خیر پانے والا نہیں جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ سے کفر کے بعد برے اخلاق والی عورت سے بڑھ کر کوئی برائی پانے والا نہیں جو بد اخلاق اور زبان کی تیز ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے عبدالرحمن بن زہریؒ سے روایت کیا کہ نیک عورت کی مثال جو نیک آدمی کے پاس ہو اس تاج کی سی ہے جو سونے کا بنا ہوا ہو اور جو بادشاہ کے سر پر ہو اور بری عورت کی مثال نیک آدمی کے پاس اس بھاری بوجھ کی طرح ہے جو بوڑھے آدمی پر ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ کیا میں تم کو تین کمر توڑ مصیبتوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ کہا گیا وہ کون سی ہیں؟ تو فرمایا ظالم بادشاہ جب اس کے ساتھ نیکی کی جائے تو شکر ادا نہ کرے

اور جب اس کے ساتھ برائی کی جائے تو معاف نہ کرے اور برا پڑوسی جب نیکی کو دیکھے تو اس کو چھپا دے اور جب برائی کو دیکھے تو اس کو پھیلا دے اور بری عورت جب اس کے پاس تو حاضر ہو تو تجھ کو غصہ دلائے اور جب اس سے تو غائب ہو تو تیری خیانت کرے۔

الحاکمؒ نے حضرت سعدؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین چیزیں سعادت مندی میں سے ہیں بیوی جس کو تو دیکھے تو تجھ کو اچھی لگے۔ اور تو غائب ہو تو وہ امین ہو اپنی ذات اور تیرے مال کے بارے میں اور وہ سواری جو مطیع ہو جو تجھ کو تیرے دوستوں سے ملا دے اور وہ گھر جو کشادہ ہو اور زیادہ سہولتوں والا ہو اور تین چیزیں بدبختی میں سے ہیں وہ عورت کہ تو اس کو دیکھے تو تجھ کو بری لگے اور ہر وقت اپنی زبان تجھ پر چلاتی رہے۔ اگر تو غائب ہو جائے تو وہ امین نہ ہو اپنی ذات اور تیرے مال کے بارے میں اور ایسی سواری جو اڑیل ہو اگر تو اس کو مارے تو وہ تجھ کو تھکا دے اور اگر اس کو چھوڑ دے تو تجھ کو تیرے دوستوں کے پاس نہ پہنچائے اور وہ گھر جو تنگ ہو اور اس میں سہولتیں کم ہوں۔

ابن سعد وابن ابی شیبہ وحاکم وبیہقیؒ نے حصین بن محصنؓ سے روایت کیا کہ مجھ کو میری پھوپھی نے بیان کیا کہ میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنی کسی ضرورت سے حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے پوچھا کیا تو شوہر والی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے ساتھ کیسے معاملات رکھتی ہے؟۔ عرض کیا میں اس کی ضرورت پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی مگر جو کرنے سے عاجز ہوں آپ نے فرمایا تو خیال رکھتی رہے اپنی حیثیت کے مطابق۔ پھر فرمایا بلاشبہ وہ تیرے لیے تیری جنت ہے یا تیرے لیے تیری جہنم ہے۔

البزار والحاکم اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے بتایئے خاوند کا حق بیوی پر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خاوند کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ اگر اس کے ناک سے خون یا پیپ بہہ رہا ہو اور تو اس کو اپنی زبان سے چاٹ لے تب بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہ کیا۔(یہ نبی کریم ﷺ نے بات تاکیداً بیان فرمائی ہے) اگر دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے جب وہ اس کے پاس آئے۔(یہ بات بھی نبی کریم ﷺ نے تاکیداً بیان فرمائی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی مرد کو گھر میں بٹھانا جائز نہیں

البزار والحاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور ابن عمروؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہ کرے۔ جبکہ وہ اپنے خاوند سے مستغنی بھی نہیں۔

احمدؒ نے عبدالرحمن بن شبلؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بلاشبہ فساق دوزخ والوں میں سے ہیں کہا گیا یا رسول اللہ! فساق کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عورتیں ہیں ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا وہ ہماری مائیں اور ہماری بہنیں ہیں اور ہماری بیویاں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ضرور ہیں لیکن جب ان کو دیا جائے تو شکر ادا نہیں کرتیں اور جب آزمائش میں ڈالا جائے تو صبر نہیں کرتی ہیں جو۔

بخاری ومسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی عورت

روزہ نہ رکھے اور اس کا شوہر حاضر ہو مگر اس کی اجازت سے اور کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت نہ دے اور اس کا شوہر حاضر ہو تو اس کی اجازت سے۔

عبدالرزاق والبزار والطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگی یارسول اللہ! میں عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں یہ جہاد جس کو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے اگر وہ کسی کو قتل کریں تو ان کو اجر ملتا ہے۔ اور قتل ہو جائیں تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں ہم عورتیں ان کی خدمت میں لگی رہتی ہیں تو ہمارے لیے اس میں کیا اجر ہے تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو جو عورتوں میں سے تم کو ملیں کہ خاوند کی اطاعت کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا اس (جہاد کے) برابر ہے۔ اور تم میں سے تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہیں۔

نیک عورت کے لیے جنت کی بشارت

البزارؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب عورت پانچویں نمازیں پڑھے اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔

ابن ابی شیبہ والبزارؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت خثعم قبیلہ میں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ! مجھ کو بتائیے کہ کیا حق ہے شوہر کا بیوی پر بلاشبہ میں ایک عورت ہوں بے خاوند والی اگر میں طاقت رکھوں تو شادی کروں ورنہ بیٹھی رہوں بغیر خاوند کے؟ آپ نے فرمایا شوہر کا حق اپنی بیوی پر یہ ہے کہ اگر وہ سوال کرے اس سے اس کی ذات کا (یعنی اس

سے جماع کی خواہش کرے) اور وہ عورت اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھی ہو تو وہ اپنے آپ کو اس سے نہ روکے (یعنی اس کی خواہش پوری کرے) اور خاوند کا عورت پر یہ بھی حق ہے کہ نفل روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے اگر اس نے ایسا کرلیا اور بھوکی پیاسی رہی تو اس سے (روزہ) قبول نہ ہوگا اور اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر لعنت ہوگی آسمان کے فرشتوں کی رحمت اور عذاب کے فرشتوں کی بھی یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے۔

البزار والطبرانی ؒ نے الاوسط میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا لوگوں میں سے کسی کا زیادہ حق ہے عورت پر؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کے شوہر کا پھر میں نے پوچھا ایک مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے آپ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

البزارؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو اور اپنے شوہروں کی رضامندی کو تلاش کرتی رہو۔ بلاشبہ عورت اگر جان لے کہ اس کے شوہر کا (اس پر) کیا حق ہے تو برابر کھڑی رہتی جب تک اس کا صبح کا کھانا اور اس کا شام کا کھانا حاضر ہوتا۔

البزارؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر عورت (اپنے) شوہر کے حق کو جان لیتی تو نہ بیٹھتی جب تک اس کا صبح کا کھانا اور اس کا شام کا کھانا حاضر ہوتا یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوتا۔

ابن ابی شیبہ واحمدؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

اگر میں کسی انسان کو حکم کرتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

البیہقیؒ نے شعب الایمان میں جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی نیکی اوپر چڑھتی ہے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو اور نشہ میں مدہوش جب تک کہ اس کا نشہ دور نہ ہو جائے۔

البیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو جنتیوں کے بارے میں خبر نہ دوں (وہ یہ ہیں) انبیاء جنت میں ہوں گے۔ اور صدیق جنت میں ہوگا۔ اور شہید جنت میں ہوگا بچہ پیدا ہونے والا (اگر مر جائے) تو جنت میں ہوگا اور وہ آدمی جو اپنے بھائی کی ملاقات کو جائے جو شہر کے کنارے پر رہتا ہے۔ اللہ کے لیے اس کی زیارت کرتا ہے تو وہ جنت میں ہوگا اور تمہاری عورتیں جنت میں سے ہیں جو شوہر سے محبت کرنے والی اور بچے زیادہ جننے والی ہو۔ شوہر جب غصہ ہو جائے تو اس کے پاس آئے یہاں تک کہ اپنا ہاتھ خاوند کے ہاتھ میں دے دے پھر کہے میں اس وقت تک نہ سوؤں گی یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔

البیہقیؒ نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی بیٹی سے فرمایا بلاشبہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عورت اپنے شوہر کی شکایت کرنے والی ہو۔

البیہقیؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عثمانؓ کی بیوی سے فرمایا اے میری بیٹی! کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے پاس نہ آئے جب وہ

خواہش کرے خاوند کے منہ پر اس کی مذمت نہ کرے۔ اگر وہ اس کو حکم کرے کہ وہ منتقل ہو جائے تو سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ کی طرف یا سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف تو اپنے شوہر کی رضا چاہو۔

عورتوں کی تین قسمیں

البیہقیؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتیں تین قسم پر ہیں ایک قسم برتن کی طرح ہے تو اٹھاتا ہے اور رکھ دیتا ہے۔ دوسری قسم جیسے اونٹ ہے خارش زدہ، تیسری قسم خاوند سے محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی کہ وہ مدد کرتی ہے اپنے خاوند کی اور اس کے ایمان پر یہ بہتر ہے اس کے لیے خزانے سے۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقیؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ عورتیں تین قسم کی ہیں: وہ عورت جو پاکدامن مسلمان، نرم مزاج، سنجیدہ، خاوند سے محبت کرنے والی بہت (بچے) جننے والی ہو جو خاوند کی مدد کرتی ہیں حادثات زمانہ کے خلاف اور وہ اپنے خاوند کے خلاف زمانے کی مدد نہیں کرتی اور (ایسی عورت) تھوڑی ہیں جو تو اس کو پائے اور ایک عورت (مثل) برتن کے ہے وہ بچے جننے کے سوا کچھ نہیں کرتی اور تیسری عورت خیانت کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب ارادہ فرماتے ہیں اس کو نکال دیں تو نکال دیتے ہیں۔

البیہقیؒ نے اسماء بنت یزید الانصاریہؓ سے روایت کیا کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اس حال میں آئی کہ آپ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کی طرف عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں اور آپ جان لیں کہ میری جان آپ کے لیے قربان ہے کوئی عورت جو مشرق میں ہو یا مغرب میں اس نے میرے آنے کے

بارے میں سنا تو وہ میری رائے پر ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم عورتیں گھر میں بند ہیں تمہارے گھر کی ستون ہیں اور پورا کرنے والی ہیں تمہاری شہوتوں کو اور اٹھانے والی ہیں تمہاری اولادوں کو اپنے پیٹوں میں سے مردوں کی جماعت کو ہم پر فضیلت دیئے گئے ہو جمعہ جماعات مریضوں کی عیادت جنازوں میں حاضر ہونے اور حج کے بعد حج کرنے کے ساتھ اور اس سے افضل جہاد کرنا ہے اللہ کے راستے میں اور ایک آدمی تم میں سے جب نکلتا ہے حج کے لیے یا عمرہ کے لیے یا اسلام سرحد کا پہرہ دینے کے لیے تو ہم تمہارے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں اور ہم تمہارے لیے کپڑے بنتی ہیں اور ہم تمہارے اموال کی نگہداشت کرتی ہیں تو کیا ہم شریک ہیں تمہارے ساتھ اجر میں۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا اپنے دین کے بارے میں اس عورت کی بات سے بہتر کبھی کوئی بات تم نے سنی؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ہم نے یہ خیال نہیں کیا کہ ایک عورت اس قسم کی بات کرسکتی ہے؟ پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا اے عورت چلی جا اور دوسری عورتوں کو بتادے کہ تم میں سے کسی ایک کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی رضا مندی کو طلب کرنا اور اس کی موافقت کی اتباع کرنا تو سارے اعمال کے برابر ہوگا (یعنی مردوں کے ان سب اعمال کے برابر اجر ملے گا) وہ عورت خوشی سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے واپس چلی گئی۔

خاتون خانہ کے لیے جہاد کا اجر ہے

البیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس عورتیں آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی وجہ سے فضیلت لے گئے ہمارے لیے کوئی

عمل ہے کہ جس سے ہم مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر پالیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنے گھر میں رہ کر کام کرنا مجاہدین فی سبیل اللہ کا اجر پالینا ہے۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم ؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی ؒ نے ام سلمہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔

احمدؒ نے اسماء بنت یزیدؓ سے روایت کیا کہ ہم عورتوں میں بیٹھی تھیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس سے گزرے اور ہم کو سلام کیا پھر فرمایا بچو تم احسان کرنے والوں کی ناشکری سے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! احسان کرنے والوں کی ناشکری سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا شاید کہ تم میں سے کسی عورت کا بے شوہر کے رہنا والدین کے درمیان لمبا ہو جائے اور کنواری رہ جائے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شوہر عطا فرما دیں اور اس کو مال اور اولاد بھی عطا فرما دیں پھر وہ عورت غصہ ہو اور کہے میں نے تو تم سے کبھی بھی خیر کو نہیں دیکھا۔

البیہقیؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! کیا بدلہ ہے عورت کے غزوہ کا ؟ آپ نے فرمایا خاوند کی اطاعت کرنا اور اس کے حق کا اعتراف کرنا عورت کے لیے غزوہ کا یہی بدلہ ہے۔

الحکیم الترمذی ؒ نے نوادر الاصول میں والنسائی والبیہقی ؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو اس کو خوش کر دے (یعنی شوہر کو) جب وہ (اس کی طرف دیکھے اور اس کی فرمانی نہ کرے جب وہ حکم کرے اور

عورت اس کی مخالفت نہ کرے جس چیز کو خاوند ناپسند کرے عورت کی ذات اور اپنے مال کے بارے میں۔

حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) معاذؓ سے روایت کیا کہ وہ شام کے ملک میں آئے تو انھوں نے نصاری کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اپنے علماء اور درویشوں کے سامنے اور یہودیوں کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو سجدہ کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو تو انھوں نے کہا یہ انبیاء کا تحیہ ہے میں نے کہا ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہم اپنے نبی کو سجدہ کریں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ اپنے انبیاء پر جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا اگر کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ عورت پر مرد کا بہت بڑا حق ہے اور عورت ایمان کی حلاوت نہیں پاتی یہاں تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا کرے اگرچہ خاوند اونٹ کی پشت پر ہو عورت کو اپنے آپ کو حوالے کرنے کا حکم دے۔

حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) اور بریدہؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز سکھایئے کہ جس سے یقین ہو جائے آپ نے فرمایا اس درخت کو بلاؤ اس نے اس کو بلایا تو وہ آیا اور اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام کیا پھر اس (درخت) سے آپ نے فرمایا لوٹ جا وہ لوٹ گیا پھر اس کو آپ نے اجازت فرمائی تو اس نے آپ کے سر مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حاکمؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ دو شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے اوپر نہیں جاتی اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے اور

وہ عورت جس نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور کسی قوم کا امام جبکہ لوگ اس کو ناپسند کریں۔

ابن ابی شیبہؒ، عمرو بن حارث مصطلق ؒ سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ دو شخصوں کو سخت عذاب ہوگا وہ عورت کہ جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے اور کسی قوم کا امام جس کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم ؒ سے روایت کیا کہ وہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) فرمایا کرتے تھے اگر ایک عورت جذام کے مرض میں مبتلا خاوند کی ناک صاف کرے یہاں تک وہ عورت مرجائے تب بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہیں کیا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " والتی تخافون نشوزہن فعظوہن واھجر وہن" یعنی جب عورت اپنے خاوند کے بستر پر آنے سے نافرمانی کرے (یعنی انکار کرے) تو مرد اس سے کہے اللہ سے ڈر اور بستر پر لوٹ آ اگر وہ کہنا مان لے تو پھر اس پر سختی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " واھجر وہن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ ان سے جماع نہ کرے۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجر وہن فی المضاجع" سے مراد ہے یعنی ان سے الگ رہو کہ (جب) مرد اور اس کی بیوی ایک ہی بستر پر ہوں تو اس سے جماع نہ کرے۔

ابن ابی شیبہؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " واھجر وہن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ اس کے

قریب نہ جاؤ۔

عبد الرزاق وابن جریرؒ نے ابو صالحؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” واھجر وھن فی المضاجع “ سے مراد ہے کہ اپنی زبان سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس سے بول چال نہ کرے) اور اس سے سختی سے بات کرے لیکن اس سے جماع کو نہ چھوڑے۔

عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ ” واھجر وھن فی المضاجع “ سے مراد ہے کہ بات چیت کرنا چھوڑ دو لیکن جماع نہ چھوڑو۔

نیکی کے کام میں نافرمانی کرے تو مارنے کی اجازت ہے

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ان کو مارو اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں نیکی کے معاملات میں مگر ایسا نہ مارو کہ جسم پر مارنے کے نشانات ظاہر ہوں۔

ابن جریرؒ نے حجاجؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورتوں کو الگ کر دو لیٹنے کی جگہوں میں اور ان کو مارو اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں نیک کام میں اور ان کو ایسا مارو کہ مارنے کے نشانات ظاہر نہ ہوں۔

ابن جریرؒ نے عطاؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ضرب غیر مبرح سے کیا مراد ہے؟۔ تو انھوں نے فرمایا مسواک اور اس جیسی چیزوں کے ساتھ مارو۔

ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، اور نسائیؒ نے عبداللہ بن زمعہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے پھر

دن کے آخر میں اس سے جماع بھی کرتا ہے؟۔

عبدالرزاقؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے دن میں اول حصہ میں اور پھر آخری حصہ میں اس سے جماع کرتا ہے۔

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایام جمل میں ہوسکتا تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ لاحق ہوجاتا اوران کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا تھا جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح (اخروی) نہیں پاسکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں' تمہارے اغنیاء سخی ہوں' اور تمہاری حکومت باہمی مشورہ سے ہو' تو تمہارے لیے زمین کے

۱۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۴۲۵' ۷۰۹۹ 'سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۲۶۹ 'سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۴۰۳' صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۵۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۵۱' ۴۷' ۴۳ 'سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸۔۱۱۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶۶' شرح السنۃ' رقم الحدیث: ۲۴۸۶' مسند الطیالسی' رقم الحدیث: ۸۷۸' المستدرک ج ۴ ص ۵۲۵۔۵۲۴' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹)

اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں' اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں' اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ [۱]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری ؒ متوفی ٤٠٥ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ [۲]

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی ؒ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی۔ [۳]

امام حسین بن مسعود بغوی شافعی ؒ ٥١٦ ھ لکھتے ہیں:

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی' کیونکہ سربراہ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر

۱۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ٢٢٧٣)

۲۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔(حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔)(المستدرک ج ٤ ص ٢٩١)

۳۔(الجامع الاحکام القرآن ج ١٣ ص ١٨٣' مطبوعہ ایران)

ہے اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفیؒ متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء اسلام نے حضرت ابو بکرہؓ کی حدیث کی بناء پر عورت کے قاضی بنانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ (۲)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۰۲ھ لکھتے ہیں

علامہ ابن التینؒ نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو منصب قضاء سونپنا جائز نہیں ہے اور علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ قضاء بھی کرسکتی ہے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ عورت کی قضاء مطلقا جائز ہے۔ (۳)

﴿ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۝۳۵ ﴾

اگر تم لوگوں کو میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک انصاف کرنے

۱۔(شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۰ھ)

۲۔عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۰۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳۴۸ھ)

۳۔(فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۶، مطبوعہ لاہور)

والا مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کی صورت نکال دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ اگر کوئی عورت بد دماغ ہے اور خاوند کے سامنے اکڑ جائے اور اس کی صحیح بات بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو تو اس کے لیے ترتیب وار تین حکم بیان فرمائے کہ اس کو وعظ و نصیحت کرو، سمجھاؤ اور بستر ے سے الگ کر دو، اس کے نزدیک نہ جاؤ اور کچھ دن دیکھو شاید اس طرح اس کو احساس پیدا ہو جائے، اگر اس طرح اس کا دماغ درست نہ ہو، پھر تادیباً اس کو مارو، آگے فرمایا کہ اگر ان تینوں سزاؤں سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو وان خفتم اور اگر اے وارثو! اور رشتہ دارو! تمہیں خوف ہو شقاق بینھما میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا کہ ان کا اختلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے تو فابعثوا پس بھیجو تم یعنی مقرر کرو حکماً ایک منصف اور ثالث من اھلہ خاوند کی برادری سے وحکماً اور ایک منصف اور ثالث من اھلھا بیوی کی برادری سے۔

یعنی اگر شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف کی خلیج حائل ہو جائے، ناچاقی اس قدر بڑھ جائے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو ایسی صورت میں بیوی اور خاوند دونوں کے رشتہ دار اپنی طرف سے ایک ایک "حکم" یعنی فیصلہ کرنے والا بھیجیں اور وہ دونوں شوہر اور بیوی سے مل کر قضیہ کو سمجھیں، اختلاف کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں اور ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کریں۔ اگر صلح کی تمام مخلصانہ کوششیں ناکام ہو جائیں تو شوہر اور بیوی کی منظوری لینے کے بعد دونوں میں جدائی کر دیں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت"

وان خفتم شقاق بینهما " یعنی جب مرد اور عورت کے تعلقات میں فساد برپا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ بھیجیں ایک نیک آدمی کو مرد کے خاندان میں سے اور اسی طرح ایک آدمی عورت کے خاندان میں سے پھر وہ دونوں دیکھیں ان میں سے کون خطا کار ہے۔ اگر مرد خطا کار ہے تو اس سے اس کی بیوی کو روک دیں اور خرچہ دینے کا پابند بنائیں اور اگر عورت خطار کار ہے تو اسے مرد کے پاس رہنے پر مجبور کریں اور اسے خرچہ بھی نہ دیں۔ اگر ان دونوں کی رائے ان (دونوں میاں بیوی) کے جدا کرنے یا ان کو ملانے کی ہو تو جو وہ فیصلہ کریں وہ جائز ہو گا اگر دونوں کی رائے یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی دوبارہ اکٹھے ہو جائیں۔ (اس فیصلہ سے) میاں بیوی میں سے ایک راضی ہے اور دوسرا ناخوش ہے پھر ان دونوں میں سے ایک مر گیا جو جوان میں سے (اس فیصلہ پر) راضی تھا وہ اس کے مال کا وارث ہو گا لیکن ناخوش ہونے والا راضی ہونے والے کے مال کا وارث نہیں ہو گا (پھر فرمایا) لفظ آیت " ان یریدا اصلاحا " یعنی وہ دونوں فیصلہ کرنے والے (اگر میاں بیوی کے درمیان اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں) تو فرمایا لفظ آیت " یوفق اللہ بینہما " یعنی اس طرح پر اصلاح کرنے والے کی اللہ تعالیٰ حق اور صحیح کی توفیق دیتے ہیں۔

میاں بیوی کے اختلاف ختم کرنے کے لیے ثالث مقرر کرنا

الشافعی فی الام وعبد الرزاق فی المصنف وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں عبیدہ سلمانیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ایک آدمی اور ایک عورت حضرت علیؓ کے پاس آئے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بڑی جماعت تھی حضرت علیؓ نے ان کو حکم فرمایا تو انھوں نے ایک ثالث مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان میں

سے مقرر کیا پھر حضرت علیؓ نے دونوں ثالثوں سے فرمایا تم جانتے ہو کہ تم پر کیا ذمہ داری ہے تم پر یہ ذمہ داری ہے کہ اگر تم دیکھو کہ دونوں پھر جمع ہو جائیں تو ان کو جمع رکھو اگر تم دیکھو کہ دونوں جدا ہو جائیں تو ان میں جدائی کر دو۔ عورت نے کہا میں راضی ہوں اللہ کی کتاب میں جو میرا فرض ہے اور میرا حق ہے اور وہ مجھے قبول ہے آدمی نے کہا لیکن اگر جدائی ہو تو قبول نہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تو بھی اقرار کر جس طرح تیری بیوی نے اقرار کیا۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ اس عورت کو نصیحت کرو اگر وہ عورت اس حرکت سے رک جائے تو بہتر ورنہ اس کو بستر سے الگ کر دے اگر رک جائے تو بہتر ورنہ مارے۔ اگر وہ رک جائے تو بہتر ورنہ معاملہ بادشاہ کی طرف لے جاؤ تو وہ بھیجے گا ایک ثالث مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان میں سے (پھر) وہ عورت کے خاندان کا ثالث کہے گا کہ تو عورت کے ساتھ یہ سلوک کرتا تھا اور مرد خاندان کا ثالث کہے گا تو خاوند کے ساتھ یہ سلوک کرتی۔ ان میں سے جو ظالم ہوگا تو بادشاہ اس پر ظلم ختم کرے گا اور اس کے ہاتھوں کو پکڑے گا اور اگر عورت نافرمانی کرنے والی ہوگی تو سلطان مرد کو حکم دے گا کہ تو عورت سے خلع کرے۔

عبد الرزاق و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و البیہقیؒ نے اپنی سنن میں عمرو بن مرہؓ سے روایت کیا کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے ان دو ثالثوں کے بارے میں پوچھا جن کا ذکر قرآن میں ہے تو انھوں نے فرمایا ایک ثالث مرد کے خاندان کا اور ایک ثالث عورت کے خاندان سے مقرر کرو یہ لوگ ان میں سے ایک کے ساتھ باتیں کریں اور ان کو نصیحت کریں اگر وہ غلطی سے لوٹ آئے تو پھر دوسرے سے بات کریں گے اور اس کو نصیحت کریں گے اگر وہ لوٹ آئے تو (خیر) ورنہ دونوں ثالث جو بھی فیصلہ کریں گے

وہ جائز ہوگا۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ مجھے اور معاویہؓ کو ثالث مقرر کیا ہم سے کہا گیا اگر تمہاری رائے ہو کہ دونوں پھر سے اکٹھے ہوجائیں تو دونوں کو اکٹھا کردو اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ دونوں جدا ہوجائیں تو دونوں کو جدا کردو اور جس نے ان کو بھیجا تھا وہ حضرت عثمانؓ تھے۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ ثالث اس لیے بھیجے جائیں گے تاکہ وہ (دونوں کے درمیان) صلح کریں اور دونوں ظالم کے ظلم کی گواہی دیں لیکن جدائی تو وہ ان دونوں کا اختیار نہیں ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "والتی تخافون نشوزہن" سے مراد ہے کہ یہ عورت اگر نافرمانی کرتی ہے اپنے شوہر کی تو اس کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اس سے خلع کرلے جب دونوں ثالث اس کا حکم کریں تاہم خلع اس کے بعد ہوگا جب عورت شوہر کو کہے اللہ کی قسم! میں تیرے لیے تیری قسم کو پورا نہیں کروں گی اور میں تیرے گھر کے معاملات میں تدبیر نہیں کروں گی بغیر تیرے حکم کے اور سلطان کہے گا ہم تیرے لیے خلع کو جائز نہیں کریں گے یہاں تک کہ عورت اپنے خاوند سے کہے گی اللہ کی قسم میں تیرے لیے جنابت کا غسل نہیں کروں گی اور اللہ کے لیے نماز کو قائم نہیں کروں گی۔ تو اس وقت سلطان عورت سے خلع کرنے کی اجازت دے گا۔

ثالث دونوں خاندان سے ہونا چاہیے

ابن جریرؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت کیا کہ حضرت علیؓ نے دو ثالث مقرر فرمائے ایک مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے عورت کے خاندان میں سے ثالث کہتا ہے۔ اے فلانے! تو کیوں اپنی بیوی سے ناراض ہے۔ تو وہ بتائے گا کہ میں اس وجہ سے ناراض ہوں اور وہ ثالث کہے گا تو بتا اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کو تو ناپسند کرتا ہے اور ایسی چیزیں اپنائے جن کو تو پسند کرتا ہے کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرے گا اس بارے میں اور تو اس سے حسن سلوک کرے گا جو تجھ پر لازم ہے اس کے نفقہ اور اس کے لباس کے بارے میں جب اس نے کہا ہاں (میں ڈرتا ہوں) پھر مرد کے خاندان کا ثالث (عورت سے) کہے گا اے فلانی تو کیوں ناراج ہے اپنے خاوند سے تو وہ اپنی وجوہات بتائے گی اگر وہ عورت بھی کہہ دے۔ تو ثالث دونوں کو جوڑ دے (اس پر) حضرت علیؓ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ دونوں کے ساتھ جمع کرتا ہے اور دونوں کے ساتھ تفریق کرتا ہے۔

البیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا جب ایک ثالث فیصلہ کرے اور دوسرا نہ کرے تو اس کا فیصلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا یہاں تک کہ دونوں اکٹھے ہوجائیں (حکم کرنے میں)۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ان یردا اصلاحا یوفق اللہ بینھما" سے مراد ہے دونوں ثالث اگر اصلاح کا ارادہ کریں۔

عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان یریدا اصلاحا" سے مراد ہے کہ یہ اصلاح کا ارادہ مرد اور عورت کی طرف سے نہیں بلکہ ثالثوں کی طرف سے ہوگا۔ پھر فرمایا لفظ آیت "یوفق اللہ بینھما" یعنی اللہ تعالیٰ دونوں کو توفیق عطا فرمائے گا۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ "ان یریدا اصلاحا" سے مراد دونوں ثالث ہیں جب وہ

دونوں عورت اور مرد کو نصیحت کریں۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ان اللہ کان علیما خبیرا" یعنی اللہ تعالیٰ دونوں کے مکان کو جانتا ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے

البیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک عورت آئی اور کہنے لگی شوہر کا حق کیا ہے اس کی بیوی پر آپ نے فرمایا اس کو منع نہ کرے اپنے پاس سے اگرچہ اونٹ کی پشت پر بیٹھی ہو اور اس کے گھر میں کوئی چیز کسی کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دے اگر ایسا کرے گی تو خاوند کو اجر ملے گا اور اس پر گناہ ہوگا اور نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے اگر ایسا کرے گی تو گناہ گار ہوگی اور اجر بھی نہیں ملے گا اور اس کے گھر سے بغیر اجازت نہ نکلے۔ اگر ایسا کرے گی تو اس پر عذاب کے اور رحمت کے فرشتے سب لعنت کریں گے یہاں تک کہ توبہ کرلے یا لوٹ آئے کہا گیا اگرچہ خاوند ظلم کرنے والا ہو؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگرچہ خاوند ظلم کرنے والا ہو (تب بھی فرمان برداری کرو)۔

الطبرانی والحاکم وابونعیم فی الحلیہ اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب حروریہ والے ایک ہوگئے اور وہ وادی میں جمع تھے میں نے علیؓ سے کہا اے امیر المومنین نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا شاید کہ میں اس قوم کے پاس آؤ اور ان سے بات کروں میں ان کے پاس آیا اور میں نے جوڑوں میں سے اچھا جوڑا پہنا ان لوگوں نے کہا اے ابن عباسؓ! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں یہ جوڑا کیسا ہے؟ میں نے یہ کہا کہ تم لوگ مجھ پر تعجب کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کو بہترین جوڑے پہنے ہوئے دیکھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی لفظ آیت ” قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق “ (الاعراف آیت ۳۲) انھوں نے کہا آپ کس لیے آئے ہیں میں نے کہا مجھ کو بتاؤ تم ناراض ہو علیؓ سے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا کے بیٹے اور ان کے داماد اور وہ پہلے آدمی ہیں جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ ان کے ساتھ ہیں انھوں نے کہا ہم ان پر تین وجہ سے ناراض ہیں۔

میں نے کہا وہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں سے پہلا یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ثالث بنایا اللہ کے دین میں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ” ان الحکم الا للہ “ (الانعام آیت ۵۷) میں نے کہا وہ کس طرح ؟ تو انھوں نے کہا انھوں نے جنگ کی نہ انھوں نے لوگوں کو قیدی بنایا اور نہ غنیمت کا مال اکٹھا کیا مگر مقابلہ کرنے والے کافر تھے تو ان کے لیے ان کے اموال حلال تھے اور اگر وہ امان والے تھے۔تو ان پر ان کے خون حرام تھے میں نے کہا اور کیا ہے؟ کہنے لگے انھوں نے اپنا نام امیر المومنین مٹا دیا اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں تو وہ امیر الکافرین ہیں؟ میں نے کہا تم مجھ کو بتاؤ اگر میں تم پر کتاب اللہ کی محکم آیات پڑھوں اور میں تم سے اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایسی سنت پیش کروں جس میں تمہیں شک نہ ہو (اور) کیا تم واپس لوٹ آؤ گے؟ کہنے لگے ہاں۔میں نے کہا تمہارا یہ قول کہ اس نے آدمیوں کو فیصلہ کرنے والا بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت ” یایھا الذین امنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم “ سے لے کر ” یحکم بہ ذوا عدل منکم “ (المائدہ آیت ۹۵) اور عورت اس کے مرد کے بارے میں فرمایا ” وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا “ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا مردوں کا خون اور ان کی جانوں کی

حفاظت اور ان کے درمیان مصالحت زیادہ بہتر ہے یا اس میں خرگوش کے بارے میں فیصلہ زیادہ ضروری ہے کہ جس میں چوتھائی درہم لازم ہوتا ہے انھوں نے کہا اللہ کی قسم ان کے خون محفوظ رکھنے اور ان کی آپ میں صلح کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کیا میں اس آیت سے باہر نکلا ہوں انھوں نے کہا نہیں نکلے اور تمہارا یہ قول کہ انھوں نے جنگ کی نہ لوگوں کو قیدی بنایا اور نہ غنیمت کا مال لیا۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے۔

تو تحقیق تم نے کفر کیا اور تم اسلام سے نکل گئے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم" اور تم بھٹک رہے ہو دو گمراہیوں کے درمیان پس تم اختیار کرلو ان میں سے جس کو چاہو (پھر فرمایا) کیا میں آیت سے باہر نکلا ہوں انھوں نے کہا ہاں بات ایسے ہی ہے اور تمہارا یہ قول کہ انھوں نے اپنا نام امیر المومنین مٹایا بلاشبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حدیبیہ کے دن قریش کو بلایا اس بات پر کہ ان کے اور ان کے درمیان ایک معاہدہ لکھیں آپ نے فرمایا لکھو کہ وہ معاہدہ ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا ہے۔

تو قریش نے کہا اللہ کی قسم! اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور ہم آپ سے قتال نہ کرتے لیکن لکھو محمد بن عبداللہ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھ کو جھٹلاتے ہو (پھر فرمایا) اے علی لکھ محمد بن عبداللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علیؓ سے افضل تھے کیا میں نے کوئی غلط بات کی ہے کہنے لگے ہاں بات تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے کہا۔ تو ان میں سے بیس ہزار آدمی لوٹ آئے اور ان میں چار ہزار باقی رہے جو قتل کر دیئے گئے۔

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ۙ؀۳۶ ﴾

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مالکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو، بیشک اللہ اللہ اترانے اور بڑائی مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے، کیونکہ وہی خالق ہے، رازق ہے، منعم ہے اور تمام اوقات وحالات میں اپنی مخلوق پر فضل وکرم فرمانے والا ہے۔لہٰذا وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کی وحدانیت کا اقرار کریں اور مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں، ارشاد فرمایا: (وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ) [بنی اسرائیل: ۲۳] ” اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی

عبادت نہ کرو۔“ اور فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا) [النساء: ٤٨] ”بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔“ اور فرمایا: (لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ) [الزمر: ٦٥] ”بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔“

سیدنا معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟“ انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے ایسا کریں تو پھر بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟“ انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”یہ کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔“ (١)

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: والدین سے حسن سلوک کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے دنیا میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی والدین سے حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْــــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا) [الانعام: ١٥١] ”کہہ

١۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) أمتہ إلی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ: ٧٣٧٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ: ٣٠]

دے آؤ میں پڑھوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو۔" اور فرمایا: (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ)[لقمان:١٤] "اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

وَّبِذِی الْقُرْبٰی: ارشاد فرمایا: (وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ)[بنی اسرائیل:٢٦] "اور رشتہ دار کو اس کا حق دے۔" اور فرمایا: (وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا)[النساء:٨] "اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔"

سیدنا سلمان بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے، جبکہ رشتہ دار پر صدقہ، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔" [١]

وَالْيَتٰمٰى: ارشاد فرمایا: (وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا)[النساء:٢] "اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔" اور فرمایا: (وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ

١۔[ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ:٦٥٨۔ نسائی، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ علی الأقارب:٢٥٨٣]

اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ ‌ۚ وَلَا تَاۡكُلُوۡهَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا اَنۡ يَّكۡبَرُوۡا ‌ؕ وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ‌ ۚ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ‌ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا)[النساء:٦]"اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔" اور فرمایا: (وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ)[بنی إسرائیل:٣٤]"اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔" آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی کو ملا کر بتایا۔ ①

وَالۡمَسٰكِيۡنِ: ارشاد فرمایا: (قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ)[البقرۃ:٢١٥]"کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔" اور فرمایا: (وَاٰتِ ذَا

①۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیما:٦٠٠٥۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل ال إحسان إلی الأرملة والمسکین والیتیم:٢٩٨٣]

الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ)[بنی اسرائیل:٢٦] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔“

سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یہ مال بڑا سرسبز و شیریں ہے، تو اس مسلمان کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو عطا کرتا ہے۔“ (١)

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹتا رہتا ہے اور ایک یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔“ (٢)

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ: ”قرابت والے ہمسائے“ سے مراد رشتہ دار ہمسایہ ہے اور ”اجنبی ہمسائے“ سے مراد غیر رشتہ دار ہمسایہ ہے۔ ہمسائیگی کے حقوق کی نگہداشت میں متعدد احادیث وارد ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو (اسے چاہیے کہ) اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔“ (٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جبرائیل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی

١۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ علی الیتامٰی:١٤٦٥۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب التحذیر من الاغترار بزینۃ الدنیا وما یبسط منھا:١٠٥٢]

٢۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالٰی (لا یسئلون الناس إلحافا):١٤٧٩۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنًی:١٠٣٩]

٣۔[بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء:٥١٨٥۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی إکرام الجار:٤٧]

قرار دے دیں گے۔" (۱)

سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کون شخص؟ فرمایا: "وہ شخص جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔" (۲)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "دوستوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے دوست کے لیے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔" (۳)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ کرلیا کرو اور یوں اپنے پڑوسیوں کا بھی خیال رکھا کرو۔" (۴)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" میں نے عرض کی، پھر کونسا؟ فرمایا: "تو اپنے بچے کو اس خدشے سے قتل کردے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔"

۱۔[بخاری، کتاب الأدب، باب الوصاۃ بالجار: ۶۰۱۵۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب الوصیۃ بالجار والإحسان إلیہ: ۲۶۲۵]

۲۔[بخاری، کتاب الأدب، باب إثم من لا یأمن جارہ بوائقہ: ۶۰۱۶]

۳۔[مسند أحمد: ۲/ ۱۶۷، ۱۶۸، ح: ۶۵۷۴۔ ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حق الجوار: ۱۹۴۴]

۴۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب الوصیۃ بالجار: ۱۴۲/ ۲۶۲۵]

میں نے عرض کی، پھر کونسا؟ فرمایا: ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔“ (۱)

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ: پہلو کے ساتھی سے ہم نشین دوست، سفر کا ساتھی، بیوی، علم سیکھنے کے لیے آنے والے یا کاروباری سلسلے میں پاس آ بیٹھنے والے سب مراد ہیں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ: ارشاد فرمایا: (وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ) [بنی إسرائیل: ۲۶] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔“ اور فرمایا: (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ) [الانفال: ۴۱] ”اور جان لو کہ بیشک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بیشک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔“ اور فرمایا: (اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ) [التوبۃ: ۶۰] ”صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس شخص کے پاس فاضل سواری ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل سواری اسے دے دے جو سواری سے محروم ہے اور جس

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ (والذین لا یدعون مع اللہ إلٰھا آخر): ۴۷۶۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب: ۸۶]

کے پاس کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل کھانا اسے دے دے جسے کھانا میسر نہیں ہے۔“ (۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ نظر (رحمت) کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، بلکہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔۔ (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو پھر بھی وہ مسافر کو پانی نہ دے۔“ (۲)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا، وہ سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور ہر بلند مقام پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔“ (۳)

وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ : سے مراد غلام لونڈیاں ہیں کیونکہ وہ ملکیت میں ہونے کی وجہ سے بالکل ہی بے بس ہیں، سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مرض الموت میں اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ”نماز، نماز اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔“ ـــــ (۴)

سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں، میرے اور ایک شخص کے درمیان (جو غلام تھا) کچھ سخت کلامی ہوئی، اس کی

۱۔ [مسلم، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال: ۱۷۲۸]

۲۔ [بخاری، کتاب المساقاۃ، باب إثم من منع ابن السبیل من الماء: ۲۳۵۸]

۳۔ [مستدرک حاکم: ۱/۴۴۵، ۴۴۶، ح: ۱۶۳۳]

۴۔ [أبوداؤد، کتاب الأدب، باب فی حق المملوک: ۵۱۵۶۔ ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب وھل أوصی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۲۶۹۸]

ماں عجمی تھی، میں نے اسے برا بھلا کہا اور اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی، تو اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”کیا تم نے اسے برا بھلا کہا ہے؟“ میں نے عرض کی، ہاں! آپ نے فرمایا: ”کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی ہے؟“ میں نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ”تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔“ میں نے کہا، اتنی عمر ہو جانے کے بعد کیا اب بھی (مجھ میں جاہلیت موجود ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! وہ (یعنی تمہارے غلام) تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے تو اللہ جس شخص کے ماتحت اس کے کسی بھائی کو کر دے تو اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے وہی غلام کو کھلائے، جو خود پہنے وہی اسے پہنائے اور اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اسے مغلوب کر دے۔ اگر کبھی (ناچار) اسے ایسے کام کی تکلیف دے ڈالے جو اسے مغلوب کر دے تو پھر اس کام میں اس کی مدد بھی کرے۔“ [١]

آج کل اگرچہ کفار نے زنا پھیلانے اور دوسرے مذموم مقاصد کے لیے غلامی کو ختم کر دیا ہے، مگر اس آیت پر عمل کرنے کے لیے اپنے ماتحت، جو اگرچہ غلام نہیں ہیں، سے حسن سلوک والا معاملہ کرنا چاہیے، مثلاً گھر، دکان، کارخانوں کے ملازم اور نوکر چاکر وغیرہ۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا، کیا غلاموں کو کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا، جاؤ اور انھیں کھانا دو، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے: ”آدمی کے لیے بس یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے غلام کا کھانا روک لے۔“ [٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کا

١۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی من السباب واللعن: ٦٠٥٠]

٢۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک: ٩٩٦]

خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے کم از کم ایک یا دو لقمے ضرور کھلا دے، کیونکہ اس نے کھانا تیار کرتے وقت گرمی برداشت کی ہے۔“ (۱)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ: یعنی جو اپنے بارے میں بڑائی اور برتری کے احساس میں مبتلا ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھنے والا اور ان پر تکبر، فخر اور غرور کرنے والا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھنے والا ہو، ایسا شخص خود کو اگرچہ بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں انتہائی قابل نفرت ہوتا ہے۔

سیدنا جابر بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمایئے، تو آپ نے (چند اہم امور کا تذکرہ کرنے کے بعد) فرمایا: ”تہ بند کو نیچے نہ لٹکاؤ، کیونکہ تہ بند کا (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔“ (۲)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔“ ایک شخص نے کہا، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔“ (۳)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے تھے

۱۔[بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل مع الخادم: ۵٤٦٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إطعام المملوک مما یأکل: ۱٦٦۳]

۲۔[مسند أحمد: ٥/٦٤، ح: ۲۰٦٦۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الزینة: ۹٦۹۱، ۹٦۹۹]

۳۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه: ۹۱]

انھوں نے مجھ سے کہا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا پھر حضرت عمرؓ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ؒ ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔

حضرت ابودرداءؓ نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے' تم چاہو تو اس کو ضائع کر دو اور تم چاہو تو اس کی حفاظت کرو' سفیانؒ کی ایک روایت میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں باپ کا ذکر ہے' یہ حدیث صحیح ہے۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے خادم کو دن میں کتنی بار معاف کروں' آپ نے فرمایا ہر دن میں ستر بار۔ (۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے اور اس کو خدا یاد آ جائے تو اس کو مارنا چھوڑ دے۔ (۴)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے ایک

۱۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۳۸' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۱۹۳، سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۰۸۸'
مسند احمد ج ۲ ص ۵۳' ۴۲' ۲۰)

۲۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۰۶)

۳۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۶)

۴۔ سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۹۵۷)

غلام کو آزاد کر دیا وہ ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے انھوں نے کہا اس عمل میں ایک تنکے کے برابر بھی اجر نہیں ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا پیٹا اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے غلام آزاد کیا اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کو عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا حتی کہ اس کی فرج کے بدلہ میں اس کی فرج آزاد کر دے گا۔ اسلام میں غلامی کو ختم کرنے کے لیے بہت سے طریقے مقرر کیے گئے قتل خطا کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے' قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے ظہار کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے' عمدا روزہ توڑنے کا کفارہ بھی غلام آزاد کرنا ہے اور جس کے پاس غلام نہ ہوں تو وہ کفارہ قسم میں تین دن روزے رکھے گا' اور باقی صورتوں میں دو ماہ کے روزے رکھے گا۔

﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ ﴾

وہ لوگ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں اور وہ چھپاتے ہیں اس کو جو اللہ نے انھیں اپنے فضل میں سے دیا ہے اور ہم نے ایسے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱٦۸)

شان نزول: (آیت) "والذین یبخلون"

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت نقل کی ہے کہ علماء یہود اپنے علم میں بخل کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں۔

اور ابن جریرؒ نے بواسطہ ابن اسحاقؒ، محمد بن ابی محمدؒ، عکرمہؒ یا سعید ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ کردم بن یزید، کعب بن اشرف کا دوست، اسامتہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع، بحری بن عمرو، حی بن اخطب، رفاعۃ بن زید تابوت، یہ لوگ کچھ انصاری حضرات کو نصیحت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے اور ان سے کہتے کہ اپنے اموال کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کہنے پر اللہ کے راستے میں خرچ مت کرو، کیونکہ ہمیں تم پر فاقہ اور تمہارے مالوں کے ختم ہوجانے کا ڈر ہے اور صدقہ وخیرات میں جلدی بھی مت کرو کیونکہ کہ کل کی کیا خبر، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ کردم بن یزید اتحادی تھا کعب بن اشرف، اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع، بحری بن عمر، وحی ابن اخطب، رفاعہ بن زید بن تابوت کا (اور) یہ سب لوگ آئے انصار میں سے کچھ آدمیوں کے پاس (اور) یہ ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

اپنے مالوں کو خرچ نہ کرو ہمیں تم پر فاقہ اور تمہارے مالوں کے ختم ہوجانے کا ڈر ہے اور خرچ کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ آئندہ کیا ہوگا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت " الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل" سے لے کر "وکان اللہ بہم علیما" تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الذین یبخلون" اہل کتاب کے بارے

میں نازل ہوئی (اور فرمایا وہ خود بھی چھپاتے ہیں (اللہ کے فضل کو) اور لوگوں کو بھی چھپانے کا حکم دیتے ہیں۔

ابن جریرؒ نے حضرمیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد یہودی ہیں ان کے پاس جو علم تھا اس میں بخل کیا اور اس کو چھپایا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "الذین یبخلون" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ "الذین یبخلون" سے مراد یہودی ہیں جو اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی رزق میں سے اور کتاب میں سے چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم عطا فرمایا جب ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تھا۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل کے علماء بخل کرتے تھے اس علم میں سے جو ان کے پاس تھا اور علماء کو روکتے تھے کہ لوگوں کو کوئی چیز نہ بتائیں تو اللہ تعالیٰ نے اس (آیت) کے ذریعہ ان کو عار دلائی اور فرمایا "الذین یبخلون" (الآیہ)۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل" یہ ایسے علم کے بارے میں ہے اس میں دنیا کے لیے کوئی چیز نہ ہو یعنی جس سے کسی کو کچھ نہ سکھایا جائے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ اللہ کے دشمن اہل کتاب بخل کرتے تھے جو اللہ کا حق ان پر تھا اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کو چھپاتے تھے۔ وہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں پاتے تھے اسی کو فرمایا

لفظ آیت "یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورۃ والانجیل"۔

قتادہؒ نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد اللہ کے دشمن اھل کتاب ہیں، اللہ کا جوان پر حق ہے یہ اس میں بخل کرتے ہیں، اسلام اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذکر کو چھپاتے ہیں حالانکہ ان کا ذکر ان کے پاس توراۃ میں لکھا ہوا ہے اور حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جو انصار مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے ان سے یہودی کہتے تھے کہ تم اپنے اموال خرچ نہ کرو کیونکہ ہم کو تم پر فقر کا اندیشہ ہے تمہارا مال ضائع ہو جائے گا، اور تم کو پتا نہیں کہ آگے چل کر اسلام کا کیا ہوگا، سو یہ لوگ خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے تھے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کے متعلق توراۃ میں جو آیات مذکور ہیں ان کو چھپاتے تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ①

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "حرص و بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حرص و بخل نے انھیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انھوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔"

۔۔۔۔ ②

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو اس وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (خرچ کرنے کے عوض) اور مال دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کا

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۵۵)

۲۔ [مسند أحمد: ۲/۱۹۰، ح: ۶۸۴۹۔ أبوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الشح: ۱۶۹۸]

مال تلف کر دے۔“ (۱)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت سے نوازے تو وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بندے پر اپنی نعمت کے آثار بھی دیکھے۔“ (۲)

﴿ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ ﴾

اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جس کا ساتھی شیطان ہو جائے تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس“ یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

جمہور علماء نے فرمایا: یہ منافقین کے بارے نازل ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رئاء الناس“ اور رئا

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالیٰ (وأ ما من أعطی واتقی۔۔الخ):۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسک:۱۰۱۰]

۲۔[أبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب:٤۰٦۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی:۱۳۵/۱۸]

نفاق سے ہے مجاہدؒ نے کہا: یہ یہود کے بارے نازل ہوئی، طبریؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طائفہ سے ایمان باللہ اور یوم آخرت پر ایمان کی نفی کی ہے جب کہ یہودی ایسے نہ تھے، ابن عطیہؒ نے کہا: مجاہدؒ کا قول مبالغہ اور الزام پر مبنی ہے، کیونکہ آخرت کے متعلق ان کا ایمان، ایمان نہ ہونے کے مترادف تھا، کیونکہ ان کے لیے وہ نفع بخش نہیں تھا۔ (۱)

جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کا ساتھی شیطان ہوتا ہے، جو انھیں کفر پر اکساتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ صرف اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگ ان کی مذمت نہ بیان کریں۔ ارشاد فرمایا: (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ)[البقرة:٢٦٤] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ سے حدیث ہے، ایک دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان افراد کا ذکر کیا جن

۱۔(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ٥٢ دار الکتب العلمیہ)

کا قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ ہوگا، وہ عالم، غازی اور سخی ہوں گے، جنھوں نے محض ریا کاری کے لیے اپنے اعمال سرانجام دیے ہوں گے۔ تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا تھا وہ کہے گا، میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تو جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں سخی ہے اور وہ کہہ دیا گیا۔"[۱]

﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹﴾

اور ان پر کیا آفت آجاتی اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان لے آتے اور اللہ نے انھیں جو روزی دے رکھی ہے، اس میں سے خرچ کرتے اور اللہ انھیں خوب جاننے والا ہے۔

ربط آیات:

ماقبل کی آیات میں انکار خدا، انکار آخرت اور بخل وغیرہ کی مذمت مذکور تھی اور ان آیات میں خدا و آخرت پر ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب مذکور ہے اور آخر میں مواقف حشر کا بیان کر کے ان لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا گیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور نہ نیک عمل کرتے ہیں۔

اس میں بھی کفار کے رویہ کی نکیر کی گئی ہے اور انھیں ایک طرح کی ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ اگر وہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لے آتے اور اللہ کی مرضی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا، آفت

۱۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار: ۱۹۰۵]

تو خرچ نہ کرنے سے آتی ہے، خرچ نہ کرنا مصیبت کو دعوت دیتا ہے، معاش کی تنگی بھی اسی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ)[آل عمران:۱۸۰] "اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔"

اور فرمایا: (لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ـ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ)[الحدید:۲۳،۲۴]"

تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔" اور فرمایا: (وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ـ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ـ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى)[واللیل: ۸ تا ۱۰] "اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔"

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ﴾

اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زاذانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گیا انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائیگا' پھر اللہ کی طرف سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ جس شخص نے اپنا حق لینا ہو آئے اور اپنا حق لے لے' بخدا اگر بچے کا اپنے باپ پر یا کسی کا اپنے بیٹے پر یا اپنی بیوی پر جو بھی حق ہو گا وہ لے لے گا' خواہ وہ چھوٹا حق ہو' اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں یہ آیت ہے:

(آیت) "فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسآءلون"۔ (المؤمنون:۱۰۱)

ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان اس دن رشتے (باقی) نہیں رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔

ایک شخص سے کہا جائے گا ان لوگوں کے حقوق ادا کر وہ شخص کہے گا اے رب! دنیا تو گذر چکی ہے میں ان کے حقوق کہاں سے ادا کروں؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا اس شخص کے نیک اعمال کو دیکھو' اور مستحقین کو اس کی نیکیاں دیدو' پھر جب اس کی ایک ذرہ کے برابر نیکی رہ جائے گی تو فرشتے کہیں گے' (حالانکہ اللہ کو خوب علم ہے) اے ہمارے رب ہم نے ہر حقدار کو اس کی نیکی دیدی اب اس کی صرف

ایک نیکی رہ گئی ہے' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا میرے اس بندہ کی نیکی کو دگنا چوگنا کردو' اور اس کو میرے فضل اور رحمت سے جنت میں داخل کردو' اور اس کا مصداق یہ آیت ہے' اور اگر وہ بندہ شقی ہو اور اس کی تمام نیکیاں ختم ہوجائیں تو فرشتے عرض کریں گے کہ اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور اس کی صرف برائیاں رہ گئی ہیں اور لوگوں کے حقوق باقی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا حقداروں کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دو اور اس کے لیے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔

ابوعثمان النھدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت ابوھریرہؓ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک نیکی کا اجر بڑھا کر ایک کروڑ درجہ کردیا جاتا ہے' انھوں نے کہا تم کو اس پر کیوں تعجب ہے بہ خدا میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو ہزار ضرب ہزار (ایک کروڑ) درجہ تک پہنچادے گا۔ [۱]

عبدبن حمید وابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ" سے مراد سرخ چیونٹی کا سر ہے۔

ابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "مثقال ذرۃ" سے مراد چیونٹی ہے۔

ابن ابی داؤدؒ نے مصاحف میں عطاءؒ کے طریق سے عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس کو یوں پڑھا لفظ آیت "ان اللہ لایظلم مثقال نملۃ"۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ" سے مراد ہے ذرہ کے وزن کے برابر۔

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۵۸۔۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی ؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو شخص ایک نیکی لائے گا تو اس کے لیے دس برابر یا دس گنا برابر اجر ہے۔ ایک آدمی نے کہا مہاجر کے لیے کیا ہے فرمایا لفظ آیت " ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما " اور جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو عظیم فرمایا تو وہ عظیم ہے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ میری نیکیوں کو میری برائیوں پر فضیلت اگر ذرہ برابر بھی ہو جائے تو یہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے دنیا اور مافیھا سے۔

الطیالسی واحمد و مسلم وابن جریرؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ظلم نہیں کریں گے دنیا میں نیکی پر اس کو رزق دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ لیکن کافر کو دنیا میں اس کے بدلے کھلایا جاتا ہے اور جب قیامت کا دن ہو گا تو اس کے لیے ایک بھی نیکی نہیں ہو گی۔

عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن ماجہ وابن ابی حاتم ؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آگ میں سے ہر اس شخص کو نکالا جائے گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو گا ابو سعیدؓ نے فرمایا جو شک کرے تو اس کو چاہیے کہ یہ آیت " ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ " پڑھ لے۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شفاعت سے متعلق طویل حدیث میں فرمایا: " اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر

بھی ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔"[۱]

سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائیں گے، تم جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر (یعنی ایمان) کو پاؤ اسے بھی جہنم سے نکال لاؤ، چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے۔"

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسعید ؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم مجھے اس حدیث کے بارے میں سچا نہ جانو تو یہ آیت پڑھ لو: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا) "بیشک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہو گی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔"[۲]

قیامت کے روز حق دلایا جائے گا

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے ابن مسعود ؓ سے روایت کیا کہ ایک بندہ کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا تمام اولین و آخرین لوگوں کے سامنے کہ فلاں بن فلاں جس کا اس پر کسی کا حق ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا حق لے لے وہ بندہ خوش ہو گا اللہ کی قسم کہ اس کا حق ہے اس کے والد پر یا اس کے لڑکے پر یا اس کی بیوی پر وہ ان سے اپنا حق لے گا۔ اور اس کے مصداق اللہ کی کتاب میں ہے لفظ آیت "فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون" (المؤمنون آیت ۱۰۱) تو اس سے کہا جائے گا انھیں ان کے حقوق دو تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں کہاں سے دوں دنیا

۱۔[بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (وجوہ یومئذ ناضرۃ۔۔الخ):۷۴۳۹]

۲۔[مسلم، کتاب ال ایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ:۱۸۳]

ختم ہوچکی ہے۔اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کے اعمال صالحہ دیکھو۔فرشتے کہیں گے اے اللہ اس کی ذرہ برابر نیکی رہ گئی ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو کئی گنا کردو میرے بندے کے لیے اور اس کو داخل کردو میری رحمت کے فضل سے جنت میں اور اس کے مصداق اللہ کی کتاب میں ہے (فرمایا)" ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما" یعنی جنت اس کو عطا کردو۔ اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور اس کی برائیاں باقی رہ جائیں گی تو فرشتے عرض کریں گے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور حق طلب کرنے والے بہت ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس پر ان لوگوں کے گناہ رکھ دو اور اس کے لیے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" وان تک حسنۃ" یعنی ایک ذرہ کے وزن کے برابر نیکی بڑھ گئی اس کی برائیوں پر" یضعفھا" تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھا دے گا لیکن مشرک کہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی لیکن اسے آگ سے کبھی نہیں نکالا جائے گا۔

ابن المنذرؒ نے ابو رجاءؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت" وان تک حسنۃ یضعفھا" عین کی تشدید کے ساتھ۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوعثمان رحمۃ علیہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات ابو ہریرہؓ سے پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والے کو ایک نیکی کے بدلہ دس نیکیاں دیں گے میں ان کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہاں بیس لاکھ نیکیاں اور قرآن شریف میں اس طرح ہے لفظ آیت" ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا" کون جانتا ہے کہ یہ اضعاف کیا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابوعثمان نھدیؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے ملاقات کی اور ان سے عرض

کیا مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے کہ ایک نیکی کو دس لاکھ گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔
انھوں نے فرمایا کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے اللہ کی قسم میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لفظ آیت "ان اللہ لیضاعف الحسنة الفی الف حسنة" کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو بیس لاکھ تک بڑھا دیں گے۔

ابن ابی شیبہ وعبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں وابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ویؤت من لدنہ اجرا عظیما" سے جنت مراد ہے۔

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ ﴾

پھر کیا حال ہوگا (ان کا اس وقت) جب کہ ہم لائیں گے ہر امت سے ایک گواہ، اور آپ کو (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) ہم ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس آیت میں گزشتہ آیت کے مضمون کی مناسبت سے قیامت کی ہول ناکیوں اور اس دن کی پریشانیوں کا ذکر ہوا کہ اہل کفر اور اہل شر و فساد کا اس دن کیسا حال ہوگا، جب ہر امت میں سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا تھا، لیکن انھوں نے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا، تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو اور پھر ان سب پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گواہ کی حیثیت سے بلایا جائے گا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن میں ذکر کردہ قصص الانبیاء کی روشنی

میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا اور جو امانت ان کے سپرد کی گئی تھی اسے بے کم وکاست ادا کر دیا تھا۔ قرآن مجید میں گواہوں کا ذکر اللہ نے کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: (وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ)[الزمر:٦٩] ”اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: (وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ)[النحل:٨٤] ”اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، پھر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ان سے معافی کی درخواست لی جائے گی۔“ اور فرمایا: (وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ)[النحل:٨٩] ”اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرمان برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔

”سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن

سنوں۔" چنانچہ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کردی اور جب میں اس آیت پر پہنچا: (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا) "پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے" تو آپ نے فرمایا: "اب بس کرو۔" میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ ①

سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا، کیا انھوں نے تمھیں تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ (نوح ؑ سے) فرمائے گا، تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ بیشک انھوں نے تبلیغ کی تھی، پھر تم پر تمہارا رسول گواہ ہوگا، یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی: (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) [البقرة:۱۴۳] "اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ اور رسول تم پر شہادت دینے والا ہو۔" ②

حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) عمرو بن حریث ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابن مسعود (رض) کو فرمایا مجھے قرآن سناؤ انھوں نے عرض کیا میں آپ پر قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر نازل

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (فکیف إذا جئنا۔۔الخ):۴۵۸۲]

۲۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ (وکذلک جعلنکم أمۃ وسطا۔۔الخ):۴۴۸۷]

ہوا آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے سنو تو انھوں نے سورہ نساء کو شروع سے پڑھنا شروع کیا حتی کہ یہاں تک پہنچے۔ لفظ آیت " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید " تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رونے لگے تو حضرت عبد اللہؓ پڑھنے سے رک گئے۔

ابن ابی حاتم والبغویؒ نے اپنی معجم میں اور طبرانیؒ نے حسن سند کے ساتھ محمد بن فضالہ انصاریؓ سے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس تشریف لائے قبیلہ بنوظفر میں اور آپ کے ساتھ ابن مسعود معاذ بن جبلؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ تھے۔ آپ نے ایک قاری کو حکم فرمایا تو اس نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور وہ (پڑھتے پڑھتے) اس آیت پر پہنچا لفظ آیت " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا " تو آپ رو پڑے یہاں تک کہ آپ کے جبڑے اور آپ کے پہلو بھی کانپنے لگے اور آپ نے فرمایا اے میرے رب! میں ان لوگوں کی گواہی دوں گا جن کے درمیان میں رہتا ہوں اور ان لوگوں کی گواہی کیسے دوں گا جن کو میں نے نہیں دیکھا۔

الطبرانیؒ نے یحییٰ بن عبد الرحمن بن لبیبہؒ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب یہ آیت " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا " پڑھتے تھے تو رو پڑتے تھے اور یوں دعا فرماتے: اے میرے رب! میں ان لوگوں کی گواہی دوں گا جن کے درمیان میں رہتا ہوں اور ان لوگوں کی گواہی کیسے دوں گا جن کو میں نے نہیں دیکھا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید " سے مراد ہے کہ ان کا رسول اپنی امت پر گواہی دے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ان کی طرف پہنچا دیا

(اور فرمایا) "وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا" نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اس آیت پر آتے تھے تو آپ کی آنکھیں بہہ پڑتی تھیں۔

ابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے لفظ آیت "فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید" کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا میں گواہی دینے والا ہوں ان لوگوں پر جب میں ان میں موجود ہوں جب آپ مجھے اس دنیا سے اٹھالیں گے تو آپ ہی ان پر نگہبان ہیں (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

﴿ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ ﴾

جس دن وہ لوگ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش! ان پر زمین برابر کردی جاتی اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

ربط آیت: گزشتہ آیت میں جس دن کی گواہی کا ذکر ہے اس دن کی مصیبت اور شدت اور بدحالی اس آیت میں بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جس دن یہ گواہیاں ہوں گی اس دن کفار اور وہ لوگ جنہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی (علی ارادۃ الجنس) اس بات کی تمنا کریں گے کہ ہائے کاش! ہم آج کے دن دفن کردیے جاتے اور زمین کا پیوند بنادیے جاتے اور جس عذاب اور مصیبت میں مبتلا ہیں اس سے رہائی ہوجاتی۔ اور اس دن اللہ سے کوئی بات نہ چھپاسکیں گے خود اپنے اقرار اور اپنے اعضاء وجوارح کے اقرار سے دوزخ میں داخل ہوں گے اس دن حالات مختلف ہوں گے کبھی تو پوشیدہ رکھیں گے اور کہیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین (کہ قسم ہے اللہ کی جو ہمارے رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے) لیکن پھر

اعضاء اور جوارح کی گواہیوں کے بعد اپنی نافرمانیوں کا اقرار کرلیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ ہائے کاش! ہم زمین کا پیوند بنا دیے جاتے۔ (۱)

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”لو تسوی بھم الارض“ سے مراد ہے کہ زمین اور پہاڑ ان پر برابر کردیئے جاتے۔

قیامت کا انتہائی ہولناک منظر ہوگا

عبد بن حمید وابن المنذر و وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ لوگ اس بات کو پسند کرتے ہوں گے کہ زمین ان کے لیے پھٹ جاتی اور وہ اس میں دھنس جاتے۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”لو تسوی بھم الارض“ سے مراد ہے کہ زمین ان کے لیے پھٹ جاتی اور وہ اس میں داخل ہوجاتے اور پھر زمین ان پر برابر ہوجاتی۔

عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانیؒ (نے اس کو صحیح کہا) وابن مردویہ اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا مجھے ان چند چیزوں کے بارے میں جو قرآن میں مختلف ہیں ابن عباسؓ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ کیا تو قرآن میں شک کرتا ہے؟ اس نے کہا شک نہیں ہے لیکن اختلاف ہے۔ فرمایا بیان کرو جو چیزیں تجھ پر مختلف ہوں اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا لفظ آیت ”ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین (۲۳)“ (الانعام آیت ۲۳) اور فرمایا ”ولا یکتمون اللہ حدیثا“ جبکہ انھوں نے چھپایا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت ”فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون“ (المومنین آیت ۲۱)

۱۔ (من روح المعانی صفحہ ۳۰:ج۵)

پھر فرمایا" واقبل بعضھم علی بعض یتساء لون" (الصافات آیت ۳۷) اور فرمایا" ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارج فی یومین" سے" طائعین" تک (فصلت آیت ۹) اور اس آیت میں آسمان کی پیدائش سے پہلے زمین کی پیدائش کا ذکر ہے۔ پھر دوسری آیت میں فرمایا" ام السماء بنھا" (نازعات آیت ۲۷) پھر فرمایا" والارض بعد ذلک دحھا" یعنی اس آیت میں آسمان کی پیدائش کا زمین کی پرورش سے پہلے ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" وکان اللہ عزیزا حکیما" (اور)" والاخرۃ وکان اللہ سمیعا بصیرا" گویا اللہ تعالیٰ پہلے عزیز حکیم، غفور رحیم اور سمیع بصیر تھا اب نہیں ہے اور جن آیات میں اللہ تعالیٰ" وکان اللہ" فرماتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ قول" ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین" (انعام آیت ۲۳) (اور)" ولا یکتمون اللہ حدیثا" کوئی تعارض نہیں جب تک قیامت کے دن مشرک اور کافر مسلمانوں کے گناہ معاف ہوتے دیکھیں گے اور مشرکوں کے گناہ معاف نہ ہوں گے تو بخشش کی امید میں مشرک ہونے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے اللہ کی قسم اے ہمارے رب! ہم مشرک نہیں تھے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اس وقت یہ کافر لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ان پر زمین برابر کر دی جاتی اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول لفظ آیت" فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون" (المومنون آیت ۱۰۱) یہ پہلا صور پھونکا جانے کا وقت ہوگا (اور فرمایا)" ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ" (الزمر آیت ۶۸) یعنی صور کی آواز سے سب بے ہوش ہو جائیں گے اس وقت ان میں کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نہ وہ آپس میں کوئی سوال کر سکیں گے (پھر فرمایا)" ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون" (الزمر

آیت ٦٨) اور فرمایا" واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون" (الصافات آیت ١٧) یعنی پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول" خلق الارض فی یومین" (فصلت آیت) یعنی زمین پیدا کی گئی آسمان سے پہلے اور آسمان دھواں تھا پھر (اللہ تعالیٰ نے) ان کو دنوں میں سات آسمان بنا دیے زمین کے پیدا کرنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول" والارض بعد ذلک دحھا" (النازعات) یعنی اس میں پہاڑ بنائے اس میں نہریں بنائی اس میں درخت اگائے اور اس میں سمندروں کو جاری فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول" وکان اللہ" تو (اس میں کان ماضی کے بعد میں نہیں ہے بلکہ استمرار کے معنی میں ہے) اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، اور وہ اسی طرح ہمیشہ رہے گا اور وہ اسی طرح عزیز حکیم ہے اور اسی طرح علیم قدیر ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا قرآن مجید میں جو چیز تجھ کو مختلف نظر آئی وہ اسی طرح ہے جو میں نے تجھ کو بتا دیا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں فرمائی مگر اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا اس کو پا لیا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

ابن جریرؒ نے جویبر کے طریق سے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرقؒ، ابن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا اے ابن عباسؓ! اللہ کا قول ہے لفظ آیت" یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض ولا یکتمون اللہ حدیثا" اور یہ بھی قول ہے" واللہ ربنا ما کنا مشرکین" (الانعام آیت ٢٣) ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو خیال کرتا ہوں کہ تو اپنے ساتھیوں کے پاس سے آیا ہے میں نے کہا میں ابن عباسؓ کے سامنے قرآن کی متشابہات القرآن پیش کروں گا ابن عباسؓ نے فرمایا جب تو ان کے پاس لوٹ کر جائے تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے اور

مشرکین کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہیں فرماتے مگر ان لوگوں سے جو اس کو ایک ماننے والے ہیں تو وہ (آپس میں) کہیں گے ادھر آ جاؤ ہم بھی ایسے ہی کہہ دیتے ہیں تو جب ان سے پوچھا جائے گا تو وہ کہیں گے" واللہ ربنا ما کنا مشرکین" (الانعام آیت ۲۳) (اللہ کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے) تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے اعضاء بولیں گے اور ان پر گواہی دیں گے کہ وہ لوگ مشرک تھے پس اس وقت وہ تمنا کریں گے کاش زمین ان پر برابر کردی جاتی اور وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکیں گے۔

ابن ابی حاتم اور حاکم ؒ نے حذیفہ ؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی کو لا یا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نے دنیا میں کیسا عمل کیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں نے کوئی کام نہیں کیا مگر یہ کہ تو نے مجھ کو مال دیا تھا میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری عادت یہ تھی کہ میں تنگ دست کو مہلت دے دیتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا زیادہ حقدار ہوں تجھ سے (پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے) میرے بندے سے درگزر کرو ابو مسعود انصاری ؓ نے فرمایا کہ اسی طرح میں نے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" ولا یکتمون اللہ حدیثا" سے مراد ہے کہ وہ اپنے اعضاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

ولا یکتمون اللہ حدیثا"۔ زجاج ؒ نے کہا: بعض نے کہا: یہ جملہ مستانفہ ہے، کیونکہ جو انھوں نے اعمال کیے وہ اللہ کی بارگار میں ظاہر ہیں وہ انھیں چھپانے کی قدرت نہیں رکھتے، بعض علماء نے فرمایا: یہ معطوف ہے

معنی ہے وہ خواہش کریں گے کاش زمین ان پر برابر کر دی جاتی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپائی نہ ہوتی کیونکہ اس نے ان کے جھوٹ کو ظاہر کر دیا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق اور (آیت) "واللہ ربنا ما کنا مشرکین"۔ کے متعلق پوچھا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب وہ دیکھیں گے جنت میں تو صرف اہل اسلام داخل ہوں گے، تو وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہم مشرک نہ تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بولیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے، حسن اور قتادہؒ نے کہا: آخرت کے بعض مقام پر وہ بولیں گے اور بعض مقام پر نہیں بول سکیں گے، مطلب یہ ہے کہ جب ان کے لیے ان کے اعمال ظاہر ہوں گے اور ان کا محاسبہ کیا جائے گا تو وہ کچھ نہیں چھپائیں گے۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳ ﴾

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ جب تک تمہیں معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک غسل نہ کرلو اگر راستہ سے گزر جانے والے ہو تو اور بات ہے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں پر مل لو۔
بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا' بخشنے والا ہے۔

شان نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ"

ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائی اور حاکمؒ نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہمارا کھانا پکایا اور ہمیں کھانے کی دعوت دی اور شراب بھی پلائی جس کی وجہ سے ہمیں نشہ آ گیا اور پھر نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سب سے مجھے آگے کر دیا۔ میں نے سورہ کافروں پڑھی اور (آیت) "لا اعبد ما تبدون" کی بجائے "ونحن نعبد ما تعبدون، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ، فریابی و ابن ابی حاتم اور ابن منذرؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ولا جنبا"۔ مسافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر اسے جنابت کی حالت لاحق ہو جائے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور ابن مردویہؒ نے اسلم بن شریکؒ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اونٹنی پر کجاوہ کسا کرتا تھا ایک

بہت ٹھنڈی رات میں مجھے جنابت کی حالت پیش آ گئی تو مجھے خوف ہوا کہ اگر اس قدر ٹھنڈے پانی سے غسل کروں گا تو مر جاؤں گا یا سخت بیمار پڑ جاؤں گا، غرض کہ اس چیز کا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ذکر کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور طبرانیؒ نے اسلعؓ سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کی اونٹنی پر کجاوہ کسا کرتا تھا۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلعؓ کجاوہ کس دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو جنابت لاحق ہوگئی ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے، ایسے میں آسمان سے حضرت جبرائیل امین تیمم کا حکم لے کر نازل ہوئے، تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اسلع تیمم کرلو اور آپ نے مجھے تیمم کرنا سکھلایا کہ ایک مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے پر ملو اور دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ملو چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر تیمم کیا اور پھر آپ کے لیے کجاوہ کسا۔

ابن جریرؒ نے یزید بن ابی حبیبؒ سے روایت کیا ہے کہ کچھ انصاری لوگوں کے مکانوں کے دروازے مسجد میں تھے، چنانچہ ان کو جنابت پیش آئی اور پانی ان کے پاس نہ ہوتا تھا اور پانی کے لیے وہ اپنے مکانوں سے نکلنا چاہتے تھے مگر مسجد کے علاوہ اور کوئی راستہ ان کو نہیں ملتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "الا عابر سبیل" کہ بجز راہ گزر کے اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک انصاری شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ سخت بیمار تھے، کھڑے ہو کر وضو کرنے کی ان میں ہمت نہیں تھی اور نہ ان کے پاس کوئی خادم تھا جو ان کو وضو کرا دیتا، انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس چیز کا ذکر کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت)"

وان کنتم مرضا“۔اور اگر تم بیمار ہو۔الخ۔

اور ابن جریرؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ زخمی ہو گئے اور پھر ایسے میں جنابت کی حالت پیش آ گئی انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس چیز کی اطلاع کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی: سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (۲)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خطبہ میں فرمایا، (اے لوگو!) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ (۳)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، (یہ سب کے سب ملعون ہیں)۔ (۴)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر

۱۔(جامع البیان، تفسیر طبری)

۲۔[مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام: ۲۰۰۳]

۳۔[بخاری، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی ان الخمر ماخامر العقل من الشراب: ۵۵۸۸۔ مسلم کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر: ۳۰۳۲]

۴۔[مسند احمد: ۲/ ۲۵۔ ح: ۴۷۸۶۔ ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، باب العصیر للخمر: ۳۶۷۴]

اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ [1]

سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہمارے لیے کھانا پکایا، پھر ہمیں بلایا اور ہمیں شراب پلائی، شراب نے ہمیں مدہوش کر دیا، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، انھوں نے مجھے امام بنا دیا، میں نے پڑھا: "قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ. لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ. وَنَحۡنُ نَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ" (کہہ دیجیے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ)۔ [2]

حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ: سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حالت نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔" [3]

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىۡ سَبِيۡلٍ حَتّٰى تَغۡتَسِلُوۡا: یعنی جنبی یا حائضہ کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے ٹھہرنا جائز نہیں، کیونکہ بہت سے صحابہؓ کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے، ان کے لیے غسل کر کے گزرنا مشکل تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مگر آخر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوبکرؓ کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دریچے بند کروا دیے۔

۱۔[بخاری، کتاب الاشربۃ، باب قول اللہ تعالیٰ (انما الخمر والمیسر ۔۔الخ) ۵۵۷۵۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر۔۔الخ: ۲۰۰۳]

۲۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النساء: ۳۰۲۶]

۳۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسۃ: ۲۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ابوبکر کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے ہر دریچے کو بند کر دو۔" ١

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے حکم فرمایا: "مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔" میں نے عرض کی، میں حالت حیض میں ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔" ٢

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمْ صَعِيْدًا طَيِّبًا: سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک سفر (غزوہ بنی مصطلق) پر تھے، جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار جو میں نے اسماء سے عاریتاً لیا تھا، ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی تلاش کے لیے وہیں پڑاؤ فرما لیا۔ تب صحابہ ؓ کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی کے مقام پر تھے، لوگوں نے ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آ کر ان سے کہا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ ؓ نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اور دیگر لوگوں کو ایسے مقام پر ٹھہرا دیا جہاں پانی میسر نہیں ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ (یہ سن کر) ابوبکر ؓ (میرے) پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ ابوبکر ؓ نے مجھ پر خفگی کا اظہار کیا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ مجھے حرکت سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ الغرض جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کے وقت

١۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الخوخۃ الممر فی المسجد: ٤٦٧]
٢۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا: ٢٩٨]

بیدار ہوئے اور پانی کہیں نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی۔ چنانچہ سب لوگوں نے تیمم کیا (اور نماز ادا کی)۔

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے آل ابی بکر! یہ پہلی برکت نہیں جو تمہاری بدولت ہمیں حاصل ہوئی ہے (بلکہ تمہاری بدولت ہم پہلے بھی کئی آسانیوں سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، پھر ہم نے اس اونٹ کو جس پر میں سوار تھی، اٹھایا تو اس کے نیچے سے وہ ہار بھی مل گیا۔ (۱)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیکھا، ایک شخص الگ تھلگ بیٹھا ہے اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کی، آپ نے فرمایا: "اے فلاں! تو نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟" اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حالت جنابت میں ہوں اور یہاں پانی میسر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "مٹی (یعنی تیمم کرکو) استعمال کرلو، تمہارے لیے یہی کافی ہے۔" (۲)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہمیں تین باتوں کے باعث لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: 1 ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔ 2 ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور 3 جب ہمیں پانی نہ ملے تو مٹی ہی کو ہمارے لیے پاکی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔" (۳)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "یقیناً پاک مٹی مسلمان کے

۱۔ [بخاری، کتاب التیمّم، باب قول اللہ تعالیٰ (فلم تجدوا مآء۔۔الخ): ۳۳٤۔ مسلم، کتاب الحیض، باب التیمّم: ۳٦۷]

۲۔ [بخاری، کتاب التیمّم، بابٌ: ۳٤۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ: ٦۸۲]

۳۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ: ٥۲۲]

لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب پانی پالے تو اسے اپنے جسم پر استعمال کرے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔" (۱)

فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ: عبدالرحمن بن ابزیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عمرؓ کے پاس آکر ان سے عرض کی کہ کیا کروں، حالت جنابت میں ہوں، لیکن پانی میسر نہیں؟ سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ تم نماز نہ پڑھو، اس پر سیدنا عمارؓ نے عرض کی، امیر المومنین! یاد نہیں کہ جب میں اور آپ ایک سریہ میں تھے، تب ہمیں حالت جنابت لاحق ہوگئی تھی اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا تو آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور میں نے زمین میں اچھی طرح لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی تھی اور واپس آکر میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا: "تمہیں اتنا ہی کافی تھا۔" چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر مارا تھا اور پھر اس میں پھونک مار کر اس کے ساتھ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لیا تھا۔ (۲)

سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: 1 ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ 2 میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ طہارت قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا میری امت کے آدمی پر جہاں نماز کا وقت آئے، وہ اسی جگہ نماز ادا کرلے، اس کے پاس مسجد بھی ہے اور طہارت کا سامان بھی۔ 3 میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، جنھیں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال قرار نہیں دیا گیا تھا۔ 4 مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ 5 اور ہر نبی کو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا

۱۔[ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی التیمّم للجنب إذا لم یجد الماء: ۱۲٤۔ أبوداوٗد، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یتیمم: ۳۳۲]

۲۔[بخاری، کتاب التیمّم، باب المتیمم ھل ینفخ فیھما؟: ۳۳۸۔ مسند أحمد: ٤/۲٦٥، ح: ۱۸۳٦۲]

جاتا تھا، تاہم مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔" [1]

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے یہ حکم تھا۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا گیا کہ وہ نشہ کی حالت میں نماز پڑھیں پھر اس کو تحریم الخمر (والی آیت) نے منسوخ کر دیا۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتم والنحاسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری" (کے حکم کو) اس آیت "یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم" نے منسوخ کر دیا۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری" (کے حکم کو) اس آیت "اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلو وجوھکم وایدیکم" نے منسوخ کر دیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری" سے مراد ہے نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشہ کی حالت میں ہو" حتی تعلموا ما تقولون" یعنی جو کچھ تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو (اس کو جان لو کہ تم کیا پڑھ رہے ہو)۔

الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے شراب مراد نہیں ہے بلکہ اس سے نیند کی بے ہوشی مراد ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وانتم سکری" سے اونگھ مراد ہے۔

بخاریؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے

---

[1] [بخاری، کتاب التیمم، باب: ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ: ۵۲۱]

کسی کو اونگھ آنے لگے اور نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ نماز چھوڑ دے اور نیند کر لے یہاں تک کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے لفظ آیت "ولا جنبا الا عابری سبیل" کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد مسجد میں سے گزرنا ہے کہ وہ مسجد سے گزر سکتا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ کسی حائضہ عورت اور جنبی کے لیے مسجد میں سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں نہ بیٹھیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابو عبیدہؓ سے روایت کیا کہ جنبی آدمی مسجد میں سے گزرے گا لیکن اس میں نہیں بیٹھے گا پھر (یہ آیت) پڑھی "ولا جنبا الا عابری سبیل"۔

ابن ابی شیبہؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا جنبا الا عابری سبیل" سے مراد ہے کہ جنبی آدمی مسجد میں سے گزر سکتا ہے۔

عبدالرزاق والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ جنبی آدمی کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ مسجد میں سے گزر جائے اور فرمایا لفظ آیت "ولا جنبا الا عابری سبیل"۔

بیہقیؒ نے انسؓ سے لفظ آیت "ولا جنبا الا عابری سبیل" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ گزر جائے اور نہ بیٹھے۔

سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابن جریر والبیہقیؒ نے جابرؓ سے روایت کیا کہ ہم میں سے کوئی مسجد میں گزر جاتا ہے اس حال میں کہ وہ جنبی ہوتا تھا۔

بیمار کے لیے تیمم جائز ہے

الحاکم اور بیہقیؒ نے المعرفہ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وان کنتم مرضیٰ“ سے مراد ہے کہ اگر ایک آدمی اللہ کے راستے میں زخمی ہو جائے یا پھوڑا نکل آئے یا چیچک کا مرض ہو اور وہ جنبی ہو جائے غسل کرنے سے موت کا ڈر ہو تو تیمم کر لے۔

عبدالرزاقؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وان کنتم مرضیٰ“ (کا حکم) مریض کے لیے ہے اگر اس کو جنابت پہنچ جائے۔ اور غسل سے موت کا خوف ہو تو اس کو تیمم کی اجازت ہے جیسے مسافر جب اس کو پانی نہ ملے (تو تیمم کر لے)۔

عبدالرزاقؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ مریض چیچک کے مرض میں مبتلا ہو اور اس طرح کے دوسرے مریض کے لیے رخصت ہے کہ وہ وضو نہ کرے (تیمم کر لیں) اور (یہ آیت) ”وان کنتم مرضیٰ او علی سفر“ تلاوت فرمائی پھر فرمایا یہ قرآن حکیم کا مخفی معنی ہے۔

ابن جریرؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ کو زخم آئے پھر وہ پھیل گئے پھر ان کو جنابت لاحق ہوئی تو انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بات کی شکایت کی تو (یہ آیت) ”وان کنتم مرضیٰ۔۔۔ الخ“ نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وان کنتم مرضیٰ“ (اس آیت میں) اس مریض کو تیمم کی رخصت دی گئی ہے جس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا زخمی ہو گیا ہو جب اسے جنابت پہنچ جائے تو وہ زخم کو نہ کھولے مگر جس کے بارے میں کوئی خوف ہو۔

ابن ابی شیبہؒ نے سعید بن جبیر اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہما دونوں سے روایت کیا کہ وہ مریض جس کو جنابت پہنچ گئی ہو اور اس کو اپنی جان پر خوف ہو وہ اس مسافر کی طرح ہے جس کو پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ایسا مریض کہ جس کو کوئی آدمی پانی لانے والا نہ ملے اور وہ خود اس پر قادر نہ ہو اور اس کا کوئی خادم یا مددگار بھی نہ ہو تو وہ تیمم کر لے اور نماز پڑھ لے۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "صعیدا" سے مراد وہ مٹی ہے جس میں درخت اور سبزہ نہ ہو۔

ابن جریرؒ نے عمرو بن قیس الملالیؒ سے روایت کیا کہ صعید سے مٹی مراد ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن بشیرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ طیب سے مراد وہ مٹی ہے جس پر بارشیں آئیں اور اس کو پاک کر دیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے سفیان بن عیینہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "صعیدا طیبا" سے مراد ہے کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ڭ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا

فِی الدِّیۡنِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَانۡظُرۡنَا
لَكَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَاَقۡوَمَ ۙ وَلٰكِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا
یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۴۶﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ۔(۴۴) اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمہاری حمایت و مددگاری کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔(۴۵) بعض یہود کلمات کو ان کی جگہ سے پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن اس کے بغیر کہ تو سنا جائے اور راعِنا کہتے ہوئے اپنی زبان کو مروڑتے ہیں اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا اور آپ سنیے اور ہماری طرف دیکھئے تو یہ ان کے لیے بہت بہتر اور نہایت ہی مناسب ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے پس بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔(۴۶)

شانِ نزول: الم تر الی الذین اوتو"۔(الخ)

ابن اسحاقؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ علماء یہود میں سے رفاعہ بن زید جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے گفتگو کرتا تو کہتا "ارعنا سمعک حتی"۔ (ادھر متوجہ ہوں تا کہ میں آپ کی بات سنوں) لیکن وہ یہ بات توہین وتحقیر آمیز انداز میں کہتا، پھر اسلام میں طعن وتشنیع کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الم ترالی الذین"۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں بتا رہا ہے کہ یہ ظالم ہدایت کے بجائے گمراہی کو خریدتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو نازل فرمایا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں اور سابقہ انبیاء کی طرف سے ان کے پاس سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف کے بارے میں جو علم ہے، اسے چھپاتے ہیں، تاکہ دنیا کے سامان میں سے تھوڑا سا حاصل کرسکیں اور چاہتے ہیں کہ مومنو! کاش! تم بھی اس چیز کے ساتھ کفر کرو جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور تم بھی اس ہدایت اور علم نافع کو ترک کردو جس سے تم کو نوازا گیا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو ان دشمنوں سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ: اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ان کی گمراہی اور ایمان والوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کی ایک چال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَیَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا)[النساء:۵۱] "کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہر اور پوشیدہ مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے، جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو بہکا کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے، ارشاد فرمایا: (وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ)[البقرة:١١١] "اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو تو۔"

اور فرمایا: (وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ)[آل عمران:٧٢] "اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔" اور فرمایا: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ)[آل عمران:١٠٠] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔"

ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقیؒ نے دلائل میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رفاعہ بن زید بن تابوت یہود کے بڑے لوگوں میں سے تھا جب وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بات کرتا تو اپنی زبان کو مروڑ کر کہتا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہماری بات توجہ سے سنئے تاکہ ہم آپ کو بات

سمجھائیں پھر وہ اسلام میں طعن کرتا اور عیب جوئی کرتا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یشترون الضللۃ" سے لے کر "فلا یؤمنون الا قلیلا" تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے وہیب بن وردؒ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم! مجھ کو یاد کر جب تو غصہ میں ہو میں تجھ کو یاد کروں گا جب میں غصہ میں ہوں گا اور تجھ کو ہلاک نہیں کروں گا ان لوگوں کے ساتھ جن کو ہلاک کرتا ہوں اور جب تو ظلم کیا جائے تو صبر کر اور میری مدد کے ساتھ راضی ہو جاؤ بلاشبہ میری مدد تیرے لیے بہتر ہے تیری اپنی مدد سے جو تیری ذات کے لیے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ تمہارا کافی کارساز اور کافی مددگار ہے (النساء: ٤٥) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی نصرت تم کو دوسروں سے مستغنی کر دے گی۔ خصوصا یہودیوں سے جن کی نصرت کی تم توقع رکھتے ہو، زجاج نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ خبر دی ہے کہ یہود اور دوسرے کافروں کی دشمنی تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی جب کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآٮِٕكُمۡ‌ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۖ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا۔ یہ مسلمانوں کے لیے تسکین و تسلی کا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ان دشمنوں سے بے خبر نہیں ہے۔ ان سے اور ان کی چالوں اور شرارتوں سے خوب واقف ہے، وہ ان کی ہر شرارت کو ناکام بنا دے گا۔ جس کا حامی و ناصر اللہ ہو اس کے لیے اللہ کی حمایت و نصرت کافی ہے۔ پس اپنی راہ پر آگے بڑھے چلو اور اللہ کی کارسازی اور مدد پر بھروسہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور آپ سے کہتے ہیں سنیے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے (النساء: ٤٦)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ متوفی ٥٠٢ھ لکھتے ہیں:

لعنت کا معنی ہے کسی شخص کو کرنا اور از روئے غضب کسی شخص کو دھتکارنا' آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس کو سزا اور عذاب دینا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنی ہے اس پر رحمت نہ فرمانا' اور اس کو نیکی کی توفیق نہ دینا' اور جب انسان کسی پر لعنت کرے تو اس کا معنی ہے اس کو بددعا دینا۔ [١]

یہود کی تحریف کا بیان

کلبی اور مقاتلؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات' آپ کی بعثت کے زمانے اور آپ کی نبوت کے متعلق یہود کی کتاب میں جو پیش گوئیاں تھیں وہ ان کو بدل دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے آپ کی بات سنی اور اس کی نافرمانی کی' اور اپنی زبان مروڑ کر آپ سے راعنا کہتے تھے اور یہ ان کی لغت میں گالی تھی۔ قبتی نے کہا ہے کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی حدیث فرماتے یا کوئی حکم دیتے تو وہ کہتے تھے ہم نے سن لیا اور دل میں کہتے تھے کہ ہم نے نافرمانی کر لی' اور جب وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی بات کرنے کا ارادہ

١۔ (المفردات ص ٤٥١' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ١٣٤٢ھ)

کرتے تو کہتے تھے اے ابوالقاسم سنیے اور اپنے دل میں کہتے تھے کہ آپ نہ سنیں، اور وہ آپ سے راعنا کہتے تھے اور اس لفظ سے یہ معنی ظاہر کرتے تھے کہ آپ ان پر نظر رحمت فرمائیں اور زبان مروڑ کر اس سے اپنے دل میں رعونت کا معنی لیتے تھے اور اگر وہ سمعنا وعصینا کی بجائے سمعنا واطعنا کہتے اور "واسمع غیر مسمع" اور "راعنا" کی جگہ انظرنا کہتے ہیں تو یہ بہت بہتر او بہت درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کردی ہے، یعنی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس توہین کی سزا میں ان کو دنیا میں رسوا کردیا اور آخرت میں ان کو اپنی رحمت سے بالکلیہ دور کردیا، سو ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائیں گے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب ہیں۔

جو یہود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں آیا کرتے تھے ان کی تین طرح کی حرکتوں کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے، ایک یہ کہ جب وہ کوئی حکم الٰہی سنتے تو بلند آواز سے "سَمِعْنَا" کہتے مگر آہستہ آواز سے یا دل میں "عَصَيْنَا" (یعنی ہم نہیں مانیں گے) نہیں کہہ دیتے، یا "اَطَعْنَا" کا لفظ زبان کو مروڑ کر یوں ادا کرتے کہ وہ "اَطَعْنَا" کی بجائے "عَصَيْنَا" ہی سمجھ میں آتا۔ دوسری حرکت یہ کہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی اور کچھ پوچھنا درکار ہوتا تو "اِسْمَعْ" کہتے اور ساتھ ہی "غَيْرَ مُسْمَعٍ" بھی دل میں کہہ دیتے (یعنی تم سن ہی نہ سکو یا بہرے ہو جاؤ) اور تیسری حرکت یہ تھی کہ کبھی "اِسْمَعْ" کی بجائے "رَاعِنَا" کہتے اور زبان کو مروڑ کر اس لفظ کو "رَاعِيْنَا" بنا دیتے، یعنی ہمارے چرواہے! پھر آپس میں یہ بھی کہا کرتے کہ اگر یہ فی الواقع نبی ہوتا تو اسے ہماری ان باتوں پر اطلاع ہو جانا یقینی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی ایسی شرارتوں اور خباثتوں سے مطلع کردیا اور ساتھ ہی یہ بتادیا کہ جو لوگ اپنی ضلالت میں اس درجہ پختہ ہو چکے اور ہٹ دھرم بن چکے ہیں ان سے

ایمان لانے کی توقع عبث ہے۔

مِنَ الَّذِیۡنَ ھَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ: اس قسم کے یہودیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی کیا ہے، ارشاد فرمایا: (اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَقَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ)[البقرۃ:۷۵] "تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔"

وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلۡسِنَتِہِمۡ وَطَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ: یعنی گفتگو کے وقت زبان کو مروڑ کر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: (یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا)[البقرۃ:۱۰۴] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم "رَاعِنَا" (ہماری رعایت کر) مت کہو اور "اُنۡظُرۡنَا" (ہماری طرف دیکھ) کہو۔"

وَلَوۡ اَنَّھُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَانۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا لَّھُمۡ: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آداب رسول کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آداب رسول کو فرض کر دیا، ارشاد فرمایا: (یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَاسۡمَعُوۡا وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ)[البقرۃ:۱۰۴] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم "رَاعِنَا" (ہماری رعایت کر) مت کہو اور "اُنۡظُرۡنَا" (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" یعنی وہ تحریف کرتے ہیں اللہ کی حدود میں جو توراۃ میں ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" یعنی یہودی توراۃ کو تبدیل کر دیتے تھے لفظ آیت "ویقولون سمعنا وعصینا" یعنی انھوں نے کہا ہم نے سن لیا جو آپ کہتے ہیں اور ہم آپ کی اطاعت نہیں کریں گے لفظ آیت "واسمع غیر مسمع" یعنی غیر مقبول ہے جو تو کہتا ہے "لیا بالسنتہم" یعنی اس کے خلاف ان الفاظ کو اپنی زبان سے مروڑ کر کہتے تھے اور وہ یوں کہتے "واسمع وانظرنا" یعنی سنئے اور ہماری رعایت کیجئے آپ ہم کو بات سمجھائیں ہم پر جلدی نہ کیجئے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن زبیرؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یحرفون الکلم عن مواضعہ" سے مراد ہے کہ جس معنی میں اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے وہ اس معنی میں اسے نہیں رکھتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واسمع غیر مسمع" یعنی وہ کہتے تھے سنیے نہ سنائے جاؤ اور راعنا یعنی وہ لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہتے تھے "راعنا سمعک" ہمارے سماعت کی رعایت کیجئے (تاکہ) ہم آپ کو سن لیں اور "راعنا" سے مراد ہے جیسے آپ کا کہنا "واطعنا" ہم کو (کوئی چیز) عطا کیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول "لیا بالسنتہم" سے مراد جھوٹ بولنا ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ ان میں سے بعض لوگ کہتے تھے لفظ آیت "واسمع غیر مسمع" یعنی ہماری سنو نہ سنائے جاؤ جیسے تیرے کہنا اسمع غیر مستمع ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول "لیا بالسنتہم" یعنی ایسی کلام کے ساتھ (بات کرتے تھے) کہ اس سے مذاق کا شبہ ہوتا تھا "وطعنا فی الدین" یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں طعن کرتے ہوئے۔

عبدالرزاق وابن جریروابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے ان کا اپنی زبانوں سے حرکت دینا ہے۔

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ ﴾

اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی تھی ! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور (یاد رکھو کہ) اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔

رابطہ آیات:

گزشتہ آیات میں اہل کتاب کی بعض قبیح خصلتوں کا تذکرہ ہوا تھا کہ وہ حق وصداقت کے مقابلے میں باطل پرستی کا شیوہ اختیار کرتے ہیں، اللہ کی کتاب کی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں، اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتے ہیں، بلکہ اللہ کے نبی کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ زبان کو پیچ دے کر ذومعنی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور دین میں طرح طرح کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل

کتاب کو وعید سنائی ہے کہ اس قرآن پاک پر ایمان لے آؤ ورنہ ہوسکتا ہے کہ تمہاری شکلیں بگاڑ دی جائیں اور تم پر اس طرح لعنت بھیجی جائے جس طرح اصحاب سبت پر بھیجی گئی اور انھیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

شان نزول: (آیت) ”یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا“

ابن اسحاق ؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علماء یہود عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید سے گفتگو کی اور فرمایا اے گروہ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایمان لے آؤ اللہ کی قسم تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس جو چیز لے کر آیا ہوں، وہی سچ ہے وہ بولے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نہیں جانتے چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے تم اس کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ [۱]

ابن اسحاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی ؒ نے دلائل میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود کے بڑے علماء سے گفتگو کی ان میں عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسد تھے آپ نے ان سے فرمایا اے یہود کے گروہ اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو اس بات کو کہ تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے اے محمد ﷺ! ہم اس کو نہیں جانتے تو اس بارے میں (یہ آیت) نازل ہوئی۔ لفظ آیت ”یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا“۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے سدیؒ سے ”یایھا الذین اوتوا الکتب“ کے بارے میں روایت کیا کہ (یہ

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

آیت) مالک بن صیف اور رفاعہ بن زید بن تابوت کے بارے میں نازل ہوئی جو قبیلہ بنو قینقاع میں سے تھے۔

اس آیت کریمہ میں یہود مدینہ کو ان کے پاس جو علم تھا، اس کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ تم لوگ اس قرآن پر ایمان لے آؤ جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے، قبل اس کے کہ تمہیں ہمارا عذاب آ گھیرے اور ہم تمہاری آنکھ، ناک اور منہ کو غائب کر کے تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں، اور انھیں تمہاری پیٹھ کی طرف کر دیں، یا ان پر لعنت بھیج کر چہروں کو مکمل طور پر بدل دیں، جیسا کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس وعید کا تعلق یا تو قیامت کے دن سے ہے یا دنیا میں چہروں کو مسخ کر دینا مراد ہے اور "اصحاب سبت" جیسی لعنت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ان کو بندر و خنزیر بنا دیا تھا، تو اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمہیں بھی ویسا ہی نہ بنا دیا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔"[۱]

سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا: "میری امت کے آخر میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔"[۲]

كَمَا لَعَنَّآ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ: ہفتہ والوں سے مراد بنی اسرائیل کی ایک جماعت ہے جن کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا، ارشاد فرمایا: (وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ

۱۔[ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الخسوف: ٤٠٥٩]

۲۔[ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الخسوف: ٤٠٦٠]

وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا)[النساء:١٥٤] "اور ہم نے ان پر پہاڑ کو ان کا پختہ عہد لینے کے ساتھ اٹھا کھڑا کیا اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔" اور فرمایا: (فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ)[الاعراف:١٦٦]۔

"پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔" اور فرمایا: (قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ)[المائدۃ:٦٠] "کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا: یعنی اللہ تعالیٰ جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ کا عذاب آجائے گا تو اس وقت ایمان لانا ان کے لیے مفید نہ ہوگا اور وہ خائب و خاسر ہو کر رہ جائیں گے، ارشاد فرمایا: (فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ)[المؤمن:٨٤،٨٥] "پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں

نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔"

اور فرمایا: (قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ) [السجدہ: ۲۹] "کہہ دے فیصلے کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا نہ ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔"

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "من قبل ان نطمس وجوھا" یعنی ان (کے چہروں) کو مٹا دیں گے کہ وہ اندھے ہو جائیں گے "فرد ھا علی ادبارھا" یعنی ہم ان کے چہروں کو گدی کی طرف کر دیں گے پھر وہ الٹے پاؤں چلیں گے اور ان میں سے ہر کسی کی آنکھیں ان کی گدی کی طرف کر دیں گے۔

الطستیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ان سے نافع بن ازرقؒ نے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "من قبل ان نطمس وجوھا" کے بارے میں بتائیے انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے اس کے کہ ہم اس کو کسی اور مخلوق کی صورت میں مسخ کر دیں گے۔ پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے امیر بن صلت کا قول نہیں سنا۔ من یطمس عینیہ فلیس لہ نوز یبین بہ شمسا ولا قمرا ترجمہ: جس کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ مٹا دے تو اس کا نور نہیں رہتا جس سے سورج یا چاند کو دیکھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو ادریس خولانیؒ سے روایت کیا کہ ابو مسلم خلیلی کعبؒ کے معلم تھے جب دیکھے اس کو ملامت کیا کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس نہیں جاتے۔ یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) کے بارے میں انھوں نے تحقیق کرنے میں دیر لگائی تو وہ ان کی ملامت کیا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کہ ابو مسلم خلیلی نے ان کو بھیجا تا کہ وہ دیکھے کیا وہ وہی نبی ہیں (جن کے بارے میں ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے) کعبؒ نے کہا یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ آیا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ قرآن کی یہ آیت تلاوت کررہے ہیں۔ لفظ آیت ”یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا“ میں جلدی سے پانی لایا اور غسل کیا اور میں اپنے چہرہ کو ہاتھ لگا تا تھا اس خوف سے کہ کہیں میرا چہرہ بھی مسخ نہ کردیا جائے۔ پھر میں اسلام لے آیا۔

ابن جریرؒ نے عیسیٰ بن مغیرہؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم ابراہیم کے پاس کعبؒ کے اسلام لانے کا ذکر کر رہے تھے تو ابراہیم نے کہا کہ کعبؒ، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے وہ اس طرف آئے اور بیت المقدس کا ارادہ رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ سے گزرے تو حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے اور فرمایا اے کعب! مسلمان ہوجاؤ تو کعب نے کہا کیا تم اپنی کتاب میں نہیں پڑھتے ہو لفظ آیت ”مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا“ (جمعہ آیت ۵) اور کہا کہ میں حامل توراۃ ہوں تو عمرؓ نے اس کو چھوڑ دیا پھر کعب چلا گیا یہاں تک کہ حمص تک پہنچا تو ایک آدمی کو اپنے گھر والوں میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا لفظ آیت ”یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا“ تو کعب نے (یہ آیت سن کر) کہا اے میرے رب میں ایمان لے آیا اے میرے رب میں مسلمان ہو گیا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ اس آیت میں عذر کا عذاب اس پر نہ آپڑے پھر میں لوٹا اور اپنے گھر والوں کے پاس یمن واپس آیا پھر ہم ان کو مسلمان کی حیثیت سے مدینہ منورہ لے آئے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”من قبل ان

نطمس وجوھا" سے مراد ہے کہ پہلے اس سے کہ ہم تم کو حق کے راستہ سے اندھا کر دیں (اور فرمایا)" فرد ھا علی ادبارھا" یعنی گمراہی کے راستہ کی طرف پھیر دیں۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ نے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ" الطمس " سے مراد ہے کہ وہ کفر کی طرف لوٹ جائیں گے اور پھر کبھی بھی ہدایت نہیں پائیں گے (پھر فرمایا) لفظ آیت" او نلعنھم کما لعنا اصحب السبت" یعنی یا ہم ان کو بندر اور سور بنا دیں گے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ"فرد ھا علی ادبارھا" کے بارے میں روایت کیا کہ ابی کہا کرتے تھے کہ وہ شام کی طرف لوٹ گئے جہاں سے آئے تھے یہاں شام کی طرف ان کو لوٹانا مراد ہے۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ہم ان کو حق سے اندھا کر دیں گے لفظ آیت"فرد ھا علی ادبارھا" ان کو گمراہی کی طرف لوٹا دیں" او نلعنھم" ان کو بندر بنا دیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤى اِثۡمًا عَظِيۡمًا ۝٤٨ ﴾

بیشک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور وہ بخش دے گا اس کے سوا دوسرے گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

شان: (آیت) "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ"

ابن ابی حاتم اور طبرانیؒ نے ابوایوب انصاریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میرا بھتیجا حرام کاموں سے باز نہیں آتا آپ نے فرمایا اس کا دین کیا ہے اس شخص نے کہا کہ وہ توحید خداوندی کا قائل ہے اور نماز پڑھتا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس سے اس کا دین مفت مانگو اور اگر مفت دینے سے انکار کرے تو اس سے خرید لو (مفت سے مراد یہ ہے کہ اگر دین اس کے نزدیک بے قدر بے وقعت ہو تو وہ دین بمنزلہ مفت ہے اور خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہاں دین کی قدر واہمیت پیسے کے مقابلے میں کتنی ہے) چنانچہ اس شخص نے اپنے بھتیجے سے اس چیز کا مطالبہ کیا، اس نے انکار کر دیا، اس شخص نے حضور سے آ کر عرض کیا کہ میں نے اس کو دین پر پختہ پایا۔

تب یہ آیت نازل ہوئی، یعنی اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ اور گناہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے مشرک کو معاف نہیں کریں گے۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتم والبزارؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ تھے کہ ہم قاتل یتیم کا مال کھانے والے اور جھوٹی گواہی دینے والے اور قطع رحمی کرنے والے کے بارے میں جہنمی ہونے کا شک نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ (یہ آیت) "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" نازل ہوئی تو ہم یہ شہادت دینے سے رک گئے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ہم شک نہیں کرتے تھے ان لوگوں کے بارے میں کہ اللہ

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

تعالیٰ نے جن کے حق میں جہنم کا فیصلہ فرمایا اللہ کی کتاب میں یہاں تک کہ ہم پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" جب ہم نے (یہ آیت) سنی تو ہم (کسی کے بارے میں) گواہی دینے سے رک گئے اور ہم نے اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے۔

شرک کی تعریف

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

شرک کا لغوی معنی ہے دو یا دو سے زیادہ لوگ کسی ایک معین چیز کے مالک ہوں تو وہ دونوں اس کی ملکیت میں شریک ہیں' اور دین میں شرک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کا شریک ٹھیرائے اور یہ سب سے بڑا کفر ہے اور شرک صغیر یہ کہ بعض کاموں میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی بھی رعایت کرے جیسے ریاء اور نفاق۔ [۱]

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانیؒ متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

شرک کرنے کی تعریف یہ ہے: کسی شخص کو الوہیت میں شریک ماننا جیسے مجوس اللہ کے سوا واجب الوجود مانتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں۔ [۲]

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا (مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو از خود علم ہے یا از خود قدرت ہے) یا کسی کو اللہ کے سوا

۱۔(المفردات ص۲٦۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران'۱۳٤۲ھ)

۲۔(شرح عقائد نفسی ص٦۱' مطبوعہ مطبعہ یوسفیہ ہند)

عبادت کا مستحق ماننا (مثلاً اللہ کے ساتھ خاص ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے بجالانا' مثلاً کسی بزرگ کی نذر ماننا یا کسی کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنی قدرت سے رزق اور اولاد دیتا ہے' بارش برساتا ہے' بلاؤں کو ٹالتا ہے نفع پہنچانا اور ضرر دینا اس کی ذاتی قدرت میں ہے۔ حانث ہونے کے قصد سے کسی کے نام کی قسم کھانا یہ تمام امور شرک ہیں)

یہود کو وعید اور ڈانٹ سنانے کے بعد اب اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ یہ وعید ایمان نہ لانے اور کفر و شرک کی وجہ سے ہے، ورنہ دوسرے گناہ تو قابل معافی ہیں۔ جسے اللہ چاہے گا معاف فرمادے گا اور جسے چاہے گا سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر شرک کی معافی نہیں، کیونکہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے، اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں، ان کے نام کا روزہ رکھتے، ان کی قبروں کو پوجتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان کی منتیں مانگتے ہیں، وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ: شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی بے حد و حساب ہے، ارشاد فرمایا: (وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ)[الحج:۳۱] "اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔" اور فرمایا: (اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ)[لقمان:۱۳] "بیشک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔" اور فرمایا: (وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ)[الانعام:۸۸] "اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہوجاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: (لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ) [الزمر:٦٥] ”بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا فوت ہو جائے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔“ [1]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے کہے گا کہ اگر زمین کی تمام چیزیں تیرے پاس ہوتیں تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے ان سب کو دے دیتا؟ وہ عرض کرے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تجھ سے اس کی نسبت کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا اور تو اس وقت صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، لیکن تو نے شرک ہی کا ارتکاب کیا۔“ [2]

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔“ [3]

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ : سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو جب تک میری بندگی کرتا رہے گا اور مجھ سے امید قائم رکھے گا تو میں بھی تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے جو بھی گناہ ہوں، اے

١۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب ومن کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ:١٢٣٨۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئا:٩٢]

٢۔[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق اٰدم وذریتہ:٣٣٣٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء:٢٨٠٥]

٣۔[بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناۃ:٦٨١١۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب:٨٦]

میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آجائے اور ان میں شرک نہ ہو تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا۔“ (۱)

سیدنا ابوذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”جو شخص ”لا الہ الا اللہ“ کہے اور اسی پر فوت ہو جائے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔“ میں نے عرض کی، خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔“ یہ جملہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا، پھر چوتھی بار ساتھ یہ بھی فرمایا: ”خواہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو جائے، وہ جنت میں ضرور جائے گا۔“

سیدنا ابوذر ؓ آپ کے پاس سے نکلے تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جا رہے تھے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو، بعد میں بھی ابوذر ؓ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ ضرور کہتے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو۔ (۲)

ابن الضریس وابویعلی وابن المنذر وابن عدی ؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابن عمر ؓ سے روایت کیا کہ ہم بڑے گناہ والوں کے لیے استغفار کرنے سے رکے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہم نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (یہ آیت) سنی ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ اور آپ نے فرمایا میں نے ذخیرہ کر لیا ہے اپنی دعاؤں کا اور اپنی شفاعت کا اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والوں

۱۔[مسند أحمد: ۵/۱۵۴، ح: ۲۱۴۲۶۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء: ۲۶۸۷]

۲۔[مسند أحمد: ۵/۱۶۶، ح: ۲۱۵۲۲۔ بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض: ۵۸۲۷۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ: ۱۵۴/۹۴]

کے لیے ہم ان بہت سی باتوں سے رک گئے جو ہمارے دلوں میں تھیں۔ پھر بعد میں ہم نے (اس طرح) باتیں کیں اور (اللہ تعالیٰ سے) امید رکھنے لگے (کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو بھی معاف فرمادیں گے)۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کو حرام کردیا ہے ایسے شخص پر جو کافر ہو کر مرے مسلمانوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے سپرد کردیا اوران کو مغفرت سے مایوس نہیں کیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے بکر بن عبداللہ مزنیؒ سے "ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت قرآن مجید میں مستثنیٰ ہے اس مغفرت سے جوذکر کی گئی۔

الفریابی والترمذیؒ (نے اس کو حسن کہا) اور علیؓ سے روایت کیا کہ میرے نزدیک قرآن میں یہ آیت زیادہ محبوب ہے۔ لفظ آیت "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء"۔

ابن جریرؒ نے ابوالجوزاءؒ سے روایت کیا کہ میں ابن عباسؓ کی خدمت میں تیرہ سال تک حاضر ہوتا رہا کوئی چیز قرآن میں ایسی نہیں تھی کہ اس کے بارے میں میں نے ان سے سوال نہ کیا ہو جبکہ میرا قاصد حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوتا تھا یہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا اور نہ میں نے سنا علیؓ میں سے کسی ایک سے جو یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی گناہ کے بارے میں یہ فرماتے ہوں کہ میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔

مشرک کی مغفرت نہ ہوگی

ابویعلی وابن ابی حاتمؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا جو کوئی بندہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا تو اس کے لیے مغفرت حلالت ہوگئی اگر چاہیں گے تو اس کی مغفرت فرمادیں گے اگر چاہیں گے تو اس کو عذاب دیں گے اللہ تعالیٰ نے استثنٰی کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء"۔

ابویعلیؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس عمل پر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو وہ اسے پورا کرے گا اور جس عمل پر اللہ تعالیٰ نے سزا کا وعدہ فرمایا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہوگا (اگر چاہیں گے تو معاف فرمادیں گے اور اگر چاہیں گے تو سزا دیں گے)۔

الطبرانیؒ نے سلمانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک وہ گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اور ایک وہ گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتے ہیں اور ایک وہ گناہ ہے جس کی مغفرت کردی جاتی ہے وہ گناہ جس کو نہیں بخشا جاتا وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور وہ گناہ جس کی مغفرت کردی جاتی ہے وہ گناہ جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے وہ گناہ جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا وہ بندوں کا آپس میں ظلم ہے (اس کا بدلہ ضرور دلوایا جائے گا)۔

احمد وابن المنذر وابن ابی حاتم وحاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک تین قسم کے دفتر یعنی اعمال نامے ہوں گے ایک وہ دفتر ہوگا۔ جس کی اللہ تعالیٰ پروانہ کرے گا ایک وہ دفتر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس میں سے کوئی چیز نہ چھوڑیں گے اور ایک وہ دفتر ہوگا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کوئی

چیز نہیں بخشے گا۔ وہ شرک والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ" (المائدہ آیت ۷۲) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ" اور وہ دفتر جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائیں گے وہ بندہ کا ظلم ہوگا اپنی ذات پر یہ وہ معاملات ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہیں (جیسے) روزہ نماز کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیں گے اور اگر چاہیں گے تو اس سے درگزر فرمائیں گے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں چھوڑیں گے وہ بندوں کا ظلم ہوگا ان کے بعض کا بعض پر اس میں لامحالہ قصاص ہوگا۔

احمد و ابن مردویہؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندے تو نے میری عبادت کی ہے اور تو نے مجھ سے امید رکھی بلاشبہ میں تجھ کو بخشنے والا ہوں تیرے اندر جو کچھ بھی (گناہ) تھے۔ اور اے میرے بندے تو مجھے زمین بھر کے گناہوں کے ساتھ ملے لیکن میرے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو میں تیرے ساتھ اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملاقات کروں گا۔

ابن مردویہؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا تھا۔ پھر اس پر ریت کے ذرات کے برابر گناہ ہوں تو اس کی مغفرت کردوں گا۔

احمدؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔

(۲۰) الطبرانی والبیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا جو شخص یہ جانتا ہو کہ میں گناہوں کی مغفرت کرنے پر قادر ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں (کہ اس کی مغفرت کردوں گا) جب تک وہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو۔

احمدؒ نے سلمہ بن نعیمؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔ اگرچہ اس نے زنا کیا اور چوری کی۔

ھنادؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ چار آیات اللہ کی کتاب میں مجھے سرخ اور سیاہ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔ سورہ نساء میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ" اور اللہ تعالیٰ کا قول "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ" اور اللہ کا قول "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک" اور اللہ تعالیٰ کا قول "وکیلا (۱۰۹) ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ"۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ ﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ بتاتے ہیں؟ حالانکہ پاکیزگی تو اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

شانِ نزول: (آیت) "الم تر الی الذین یزکون"

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ کچھ یہود اپنے بچوں کو لائے کہ وہ ان کی طرف سے نمازیں پڑھیں اور قربانی دیں اور یہ سمجھتے تھے کہ ان پر چھوٹے اور بڑے گناہ میں سے کوئی گناہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان لوگوں کو بھی دیکھو جو اپنے مقدس سمجھتے ہیں اور پھر یہ خلاف دین کام بھی کرتے ہیں۔ [1]

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے، جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو مقدس و معصوم سمجھتے اور اللہ کے بیٹے اور محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے، ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک باز انسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، پہلے اسے ایمان و عمل صالح کی توفیق دیتا ہے، پھر اس کے نتیجے میں اس کا تزکیہ کرتا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دوسرے کی تعریف سے بھی خصوصاً جب سامنے ہو یا مبالغہ کے ساتھ ہو، منع فرمایا۔

اپنی پاکیزگی اور فضلیت بیان کرنے کی ممانعت

تزکیہ کا معنی ہے صفاء باطن اور اس آیت میں جو اپنے تزکیہ سے منع فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے متعلق یہ نہ کہو کہ ہم گناہوں سے پاک ہیں اور اپنی تعریف اور ستائش نہ کرو۔ امام ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ہمارا کوئی گناہ نہیں ہے' ضحاکؒ نے بیان کیا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ہمارا کوئی

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

گناہ نہیں ہے' ضحاکؒ نے بیان کیا ہے کہ یہود یہ کہتے تھے کہ ہمارے گناہ صرف اتنے ہیں جتنے ہمارے نوزائیدہ بچوں کے گناہ ہوتے ہیں جس دن وہ پیدا ہوئے ہوں اگر ان کے گناہ ہیں تو ہمارے بھی گناہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو یہ کس طرح اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان کے لیے یہی کھلا گناہ کافی ہے۔ [۱]

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسے نام رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے جن سے اپنی پاکیزگی اور اپنی تعریف کا اظہار ہوتا ہو۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ زینب کا نام برہ (نیکی کرنے والی) تھا ان سے کہا گیا کہ تم اپنی پارسائی بیان کرتی ہو' تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ [۲]

محمد بن عمرو بن عطاءؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا' تو مجھ سے زینب بنت ابی سلمہؓ نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس نام سے منع کیا ہے میرا نام برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنی پارسائی نہ بیان کرو اللہ ہی جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکی کرنے والا ہے' مسلمانوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے فرمایا اس کا نام زینب رکھو۔ [۳]

حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ چار نام اپنے بیٹوں کے نہ رکھو افلح (بہت فلاح پانے والا) رباح (نفع حاصل کرنے والا) یسار (آسانی کرنے والا)

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۸۱)

۲۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۱۴۱)

۳۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۱۴۲' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۱۹۲)

نافع (نفع پہنچانے والا)۔ (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

مقدام بن شریح ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں گئے تو آپ نے سنا کہ لوگ ان کو ابوالحکم کی کنیت کے ساتھ پکار رہے ہیں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو بلا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی حکم (فیصلہ کرنے والا) ہے اور اسی کی طرف حکم راجع ہوتا ہے۔ تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی ہے' انھوں نے کہا جب میری قوم کا آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں' اور دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ بہت اچھی بات ہے تمہاری اولاد بھی ہے؟ اس نے کہا میرے تین بیٹے ہیں شریح' مسلم اور عبداللہ' آپ نے فرمایا ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے کہا شریح' آپ نے فرمایا تم تو ابوالشریح ہو۔ (۲)

جس شخص کا کسی شخص یا کسی چیز کے ساتھ زیادہ اشتغال ہو وہ اس کے ساتھ کنیت رکھ لیتا ہے' مثلاً حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بلی سے زیادہ اشتغال تھا تو ان کی کنیت ابو ہریرہ ؓ رکھ دی' ابو کا معنی والا یا صاحب ہے اور ابو ہریرہ کا معنی بلی والا ہے' ابوالشریح کا معنی شریح والا ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی صفات کے ساتھ کنیت نہیں رکھنی چاہیے اس اعتبار سے ابوالاعلیٰ کنیت بھی صحیح نہیں ہے۔

سیدنا ابوبکرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے ذکر کیا گیا تو ایک آدمی نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔" (ایسا آپ نے

۱۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۱۳۶)

۲۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۴۹۵۵' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۴۰۲' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۸۱۳' المستدرک ج ۱ ص ۲۴)

تین مرتبہ فرمایا، پھر کہا) "اگر کسی کے لیے اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو یوں کہے، میں اسے ایسا سمجھتا ہوں، اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں پاتا ہو، اس کا حساب کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔"[1]

منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کرکے ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے، یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔

سیدنا مقداد بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈالیں۔[2]

چہروں پر خاک ڈالنے کا مطلب بالکل واضح ہے کہ تعریف کرنے والے شخص کے منہ پر مٹی ڈال دی جائے۔ جس طرح کہ راوی حدیث، صحابی رسول سیدنا مقداد بن عمروؓ نے حاکم وقت کی ان کے منہ پر تعریف کرنے والے شخص کے چہرے پر مٹی پھینکی تھی، پھر ان کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خوشامد کرنے والوں کے منہ پر اسی طرح مٹی پھینکنے کا حکم دیا ہے۔[3]

یہ بات یاد رہے کہ اس ممنوع تعریف سے مراد وہ تعریف ہے جو مبنی بر خوشامد اور مبالغہ آمیز ہو، نیز ایسی تعریف جس سے ممدوح شخص کے عُجب، خود پسندی اور ریاکاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابل تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فوائد حاصل کرنا ہو، تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے،

۱۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یکرہ من التمادح: ۶۰۶۱۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح۔۔۔الخ: ۳۰۰۰]

۲۔ [مسلم، کتاب الزہد، باب النہی عن المدح۔۔۔الخ: ۳۰۰۲]

۳۔ [مسلم، کتاب الزہد، باب النہی عن المدح۔۔۔الخ: ۳۰۰۲]

جس طرح کہ خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے بعض صحابہ کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔ واللہ اعلم۔

ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہود نے کہا ہمارے بیٹے جو فوت ہو چکے ہیں وہ ہم کو قریب کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور عنقریب وہ ہماری سفارش کریں گے اور ہم کو پاک کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرمایا لفظ آیت "الم تر الی الذین یزکون انفسھم" (الآیہ)۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہود اپنے بچوں کو آگے رکھنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے اور اپنی قربانیوں کے قریب رکھنے اور یہ خیال کرتے تھے کہ اب ان کی کوئی خطا (باقی) نہیں ہے اور نہ کوئی گناہ (باقی ہے) اور انھوں نے جھوٹ بولا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں گناہ والے کو پاک نہیں کروں گا دوسرے کے بدلے میں جس پر کوئی گناہ نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا لفظ آیت "الم تر الی الذین یزکون انفسھم"۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "الم تر الی الذین یزکون انفسھم" کے بارے میں روایت کیا کہ یہود اپنے بچوں کو آگے کھڑا کر دیتے تھے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اب ان کا کوئی گناہ باقی نہیں رہا اور یہی تزکیہ ہے یعنی گناہوں سے پاک ہونا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابو مالکؒ سے لفظ آیت "الم تر الی الذین یزکون انفسھم" کے بارے میں روایت کیا کہ (یہ آیت) یہود کے بارے میں نازل ہوئی وہ اپنے بچوں کو امام بناتے اور پھر کہتے کہ ان کے گناہ نہیں۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ اہل کتاب (اپنے) بچوں کو آگے کر دیتے تھے (نماز میں) جو

ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے ان کے کوئی گناہ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت" الم ترا الی الذین یزکون انفسھم "۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" الم ترا الی الذین یزکون انفسھم" سے مراد یہودی ونصاری ہیں (وہ کہتے ہیں) "نحن ابناء اللہ واحباؤہ" (ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں) "وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصری" (جنت میں یہود ونصاری کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا)۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ (یہ آیت) "الم ترا الی الذین یزکون انفسھم" یہود کے بارے میں نازل ہوئی انھوں نے کہا ہم اپنے بیٹوں کو چھوٹی عمر میں تورات سکھاتے ہیں تو ان کے کوئی گناہ نہیں ہوتے جبکہ ہمارے گناہ ہمارے بیٹوں کے گناہ کی طرح ہیں جو ہم دن کے وقت عمل کرتے ہیں وہ رات کے وقت ان کو ہم سے مٹا دیا جاتا ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی البتہ دھوکہ کرتا تھا اپنے دین کے ساتھ پھر رجوع کرتا تو اس کے ساتھ دین میں سے کوئی چیز نہ ہوتی وہ کسی آدمی سے ملاقات کرتا تھا کہ وہ اس کے نفع اور نقصان کا مالک نہ ہوتا تھا اور وہ کہتا تھا اللہ کی قسم بلاشبہ تو اس شان کا حامل ہے شاید کہ وہ لوٹے جبکہ وہ اسے اس کی ضرورت میں کچھ فائدہ نہ دے حال یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیا پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت" الم ترا الی الذین یزکون انفسھم "۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے لفظ آیت" ولا یظلمون فتیلا" کے بارے میں روایت کیا کہ فتیل وہ چیز ہے جو دو انگلیوں کے درمیان سے نکلے۔ عبد

بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا فتیل وہ ہے کہ تو اپنی دو انگلیوں کو رگڑے تو جو چیز ان دونوں میں سے نکلے وہ فتیل ہے۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر ابن عباسؓ سے روایت کیا نقرہ میں ہوتا ہے جس میں کھجور اگتی ہے اور فتیل جو گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے اور قطمیر وہ چھلکا جو گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جو اس شق میں ہوتا ہے جو گٹھلی کے پیٹ میں ہے۔

الطستی وابن الانباریؒ نے الوقف والابتداء میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے کہا مجھ کو اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "ولا یظلمون فتیلا" کے بارے میں بتایئے تو انھوں نے فرمایا کہ وہ کمی نہیں کرتے خیر سے اور شر سے مثل فتیل کے اور فتیل گٹھلی کے شق میں ہوتی ہے۔ عرض کیا کیا عرب کے لوگ اس سے واقف ہیں۔ فرمایا ہاں کیا تو نے نابغہ بنی ذبیان کا قول نہیں سنا: یجمع الجیش ذالالوف وتغزو فواثم لا یرزء الاعادی فتیلا ترجمہ: لشکر جمع کرتا ہے لاکھوں کا اور جنگ کرتا ہے دشمنوں کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں دیتا اور یہ بھی فرمایا اعاذل بعض لومک لا تلحی فان اللیوم لا یغنی فتیلا ترجمہ: میں تیری بعض ملامتوں سے جدا ہو جاتا ہوں جو قابل ملامت کاموں پر نہیں ہوتی کیونکہ ملامت فتیلہ برابر فائدہ نہیں دیتی۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ فتیل وہ گڑھا ہے جو گٹھلی کے وسط میں ہوتا ہے اس کی پشت پر اور اسے فتیل کہتے ہیں اور قطمیر وہ ہے جو گٹھلی کا لفافہ یا انڈے کی جھلی یا سرکنڈے کی جھلی ہوتی ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے عطیہ جدلیؒ سے روایت کیا ہے کہ تین چیزیں گٹھلی میں ہیں قطمیر وہ گٹھلی کا چھلکا ہے اور

نقیر گٹھلی کا وسط گڑھے کو کہتے ہیں اور فتیل وہ ہے جو گٹھلی کے درمیان شق میں ہوتا ہے۔

ابن جریرؒ نے وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ یہود نے کہا ہمارے لیے کوئی گناہ نہیں مگر ہماری اولاد کا گناہ جس دن ان کی پیدائش ہوتی ہے۔ اگر ان کے گناہ ہوں گے تو ہمارے بھی گناہ ہوں گے اور ہم ان کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفی بہ اثما مبینا"۔

﴿ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا۝۵۰ ﴾

دیکھو وہ اللہ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں اور صریح گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔

اس سے پہلے کی آیت میں ان کے جس شرک کی مثال دی گئی ہے جس شرک کی وجہ سے ان کی پوری زندگی عمل اور اطاعت کی ذمہ داریوں سے بے گانہ ہو کر رہ گئی ہے، اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے کہ ذرا دیکھئے! یہ اپنے اس شرک کو بھی اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انھوں نے جس طرح اپنے آپ کو عمل کی ذمہ داریوں سے فارغ کیا ہے اسے اپنی بے عملی یا بے دینی ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے اپنے چہیتا ہونے کی سند عطا کی ہے۔ ہم اللہ کے بیٹے ہیں تو اسکے بیٹے اور چہیتے ہونے کی وجہ سے اللہ ہی نے ہمیں ان ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا ہے، اس طرح سے وہ اللہ پر کتنا بڑا جھوٹ باندھتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ ان کا اللہ کی طرف یہ جھوٹا انتساب یہود کے دوسرے جرائم

سے قطع نظر ان کے مجرم ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ اللہ کا نام لے کر اس کی نافرمانی کا جواز پیدا کرنا ایک انسان کے لیے اس سے بڑا جرم اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

یہاں حیرت واستعجاب کے طور پر کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بیان کرنے میں کتنے جری ہیں اور اس سے بڑا اور کھلا گناہ اور کیا ہوسکتا ہے؟۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔" [1]

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ۝٥١ ﴾

کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا۔ وہ ایمان لاتے ہیں بتوں پر اور شیطان پر اور ان لوگوں کے متعلق کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا (یعنی مشرکین) کہ ان اہل ایمان سے زیادہ ہدایت پر تو یہ ہیں۔

۱۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب قبح الکذب۔۔الخ: ۲۶۰۷/۱۰۵۔ بخاری، کتاب الأدب، باب قول اللہ تعالیٰ (یٰأیہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ۔۔الخ): ۶۰۹۴]

ربط آیت:

پچھلے رکوع میں احکام کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کلام منتقل ہوگئی تھی اہل کتاب یہودیوں کی طرف (آیت) "الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب"۔ یہاں سے یہودیوں کا تذکرہ شروع ہوا تھا کہ ان لوگوں کو اللہ نے کتاب کا حصہ دیا ہے، کتاب کا فہم کچھ انھیں حاصل ہے، بچی کچھی کتاب لیکن ہدایت ان کے حصے میں نہ آئی یہ گمراہی کو اختیار کرتے ہیں، ہدایت کو اختیار نہیں کرتے نہ صرف یہ کہ خود گمراہ ہیں بلکہ تم کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں، اس سے نشاندہی کی گئی تھی ان دشمنوں کی جو دینی اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن تھے اور دنیاوی طور پر بھی نقصان پہنچانا چاہتے تھے وہی سلسلہ کلام آگے چلا آ رہا ہے، پچھلے رکوع کی آخری آیتوں میں بھی انھیں کے کرتوت مذکور تھے خاص طور پر شرک کی مذمت تھی کہ یہود جو کہ حامل کتاب ہیں اور ہر کتاب کی جان ہے عقیدہ توحید بلکہ ہر دین کی بنیاد جو ہے وہ عقیدہ توحید پر ہے جو شخص اس عقیدے کو محفوظ رکھتا ہے وہ اپنے دین کی کسی نہ کسی درجے میں حفاظت کر لیتا ہے، چاہے اس سے دیگر احکام کی کتنی مخالفت کیوں نہ ہو جائے گویا کہ دین کا اصل اس کے پاس محفوظ ہوتا ہے جس کی بنیاد پہ آخرت میں اس کی مغفرت ہو جائے گی اور دیگر گناہ اللہ تعالیٰ سزا دے کر معاف کر دیں گے، لیکن جو شخص اس دین کی جڑ کو ہی کاٹ دے اور اس عقیدہ توحید کو محفوظ نہ رکھے بلکہ شرک میں مبتلا ہونے کے باوجود وہ لوگ اپنی زبان سے اپنی تعریفیں کرتے رہتے تھے، اور یوں سمجھتے تھے کہ ہم چونکہ بزرگوں کی اولاد ہیں، اللہ کے مقبولین کی اولاد ہیں لہٰذا ہم تو پاک ہی پاک ہیں صاف ہی صاف ہیں جیسے بھی ہیں ہم بخشے جائیں گے، ان کی اس بات کی مذمت کی گئی اور ان کو کہا گیا تھا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں مشرک اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا، اور کوئی شخص بھی اپنے نسب اور نسل کے اعتبار سے بخشا نہیں

جا سکتا اگر اس کے پلے میں توحید نہیں ہے، اگلی آیات اسی مضمون سے متعلق ہیں۔

شانِ نزول: (آیت) "الم تر الی الذین اوتوا"

احمد اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب کعب بن اشرف یہودی مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا کہ اس شخص کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم میں نبوت کا دعوی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حجاج ہیں سدانیہ اور سقایہ والے ہیں۔ کعب بولا کہ نہیں وہ نہیں بلکہ تم لوگ بہتر ہو۔ چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ابن اسحاقؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قریش کے پاس جن قبیلوں نے جماعتیں روانہ کیں وہ غطفان اور بنی قریظہ تھے، چنانچہ انھوں نے حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، ابو رافع اور ربیع بن ابو الحقیق اور ابو عمارہ کو روانہ کیا اور بنی نضیر نے اپنے خطیب جوزۃ بن قیس کو روانہ کیا جب یہ لوگ قریش کے پاس پہنچے تو وہ بولے کہ یہ یہود کے علماء ہیں پہلی کتابوں کے جاننے والے ہیں، ان سے اپنے دین کے بارے میں پوچھو کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا، چنانچہ قریش نے ان لوگوں سے دریافت کیا یہ کہنے لگے کہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم ان سے اور ان کے متبعین سے زیادہ صحیح راستے پر قائم ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (۱)

جبت اور طاغوت کا معنی

ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے وہ جبت ہے۔ (۲)

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ (تفسیر الزجاج ج ۲ ص ٦٤)

عطیہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جبت سے مراد بت ہیں اور طاغوت سے مراد بتوں کے ترجمان ہیں جو بتوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بتوں کی طرف منسوب کر کے لوگوں سے جھوٹی اور من گھڑت باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جبت سے مراد ساحر ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے' مجاہدؒ نے کہا طاغوت سے مراد وہ شیطان ہے جو انسان کی صورت میں آتا ہے اور لوگ اس کے پاس اپنے مقدمات پیش کرتے ہیں' مجاہدؒ نے ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ طاغوت سے مراد کاہن ہے اور جبت سے مراد ساحر ہے' حضرت ابن عباسؓ سے ایک تفسیر یہ ہے کہ جبت سے مراد ایک یہودی عالم حی بن اخطب ہے اور طاغوت سے مراد ایک یہودی سردار اور عالم کعب بن اشرف ہے۔ (١)

امام رازیؒ نے بیان کیا ہے کہ حی بن اخطب اور کعب بن الاشرف چند یہودیوں کے ساتھ مکہ گئے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کفار قریش کو اپنا حلیف بنانا چاہتے تھے۔ قریش نے کہا تم اہل کتاب ہو اور ہماری بہ نسبت تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زیادہ قریب ہو۔ ہم تمہاری بات پر اس وقت تک اعتبار نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے تاکہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں سو انھوں نے بتوں کو سجدہ کر لیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعض اہل کتاب جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں' پھر ابوسفیان نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ ہم زیادہ ہدایت کے طریقہ پر ہیں یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو کعبؒ نے پوچھا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا کہتے ہیں؟ قریش نے کہا وہ کہتے ہیں صرف ایک خدا کی عبادت کرو' بتوں کی

١۔ (جامع البیان: ج ٥ ص ٨٤۔ ٨٣)

عبادت نہ کرو اور انھوں نے اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر دیا ہے اور لوگوں میں جدائی ڈال دی ہے' کعبؓ نے پوچھا اور تمہارا دین کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہم بیت اللہ کے محافظ ہیں' حجاج کو پانی پلاتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو چھڑاتے ہیں تو کعب بن اشرف نے کہا تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہودی اہل کتاب کافروں کے متعلق کہتے ہیں یہ زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (۱)

مشرکین کی تعریف باعث لعنت ہے

احمد وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب کعب بن اشرف (یہودیوں کا سردار) مکہ آیا قریش نے اس سے کہا تو اہل مدینہ میں سے بہترین لوگوں میں اور ان کا سردار ہے؟ اس نے کہا ہاں تو پھر قریش نے کہا کیا تو نے اس لاوارث اور اپنی قوم سے کٹے ہوئے آدمی کو نہیں دیکھا جو گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر اور ہم حاجیوں کی خدمت کرنے والے ہیں بیت اللہ کے خادم اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں تو کعب نے کہا تم اس سے بہتر ہو تو (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "ان شانئک ھوالابتر" اور یہ آیت نازل ہوئی "الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت" سے لے کر "نصیرا" تک۔

عبدالرزاق اور ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ کعب بن اشرف مشرکین مکہ کے پاس گیا اور ان سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف سرکشی پر ابھارا اور ان سے کہا کہ حملہ کریں ہم تمہارے ساتھ ہوں گے قریش نے کہا تم اہل کتاب ہو اور وہ صاحب کتاب ہے ہم کو اطمینان نہیں کہ یہ تمہاری طرف

۱۔(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۳۰)

سے کوئی دھوکہ ہو اگر تو اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ ہم تیرے ساتھ نکلیں تو ان دو بتوں کو سجدہ کر اور ان پر ایمان لے آ تو اس نے ایسا کر لیا پھر انھوں نے کہا ہم زیادہ ہدایت والے ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ہم بڑی کوہانوں والے اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں۔ اور پانی پر دودھ کو پلاتے ہیں اور ہم صلہ رحمی کرتے ہیں اور مہمان کی ضافت کرتے ہیں اور ہم اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قطع رحمی کی، اور اپنے شہر سے نکل گیا اس نے کہا بلکہ تم بہتر ہو اور زیادہ ہدایت والے ہو تو (اس پر یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "الم ترا الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت"۔

بیہقیؒ نے دلائل میں وابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ قبیلہ بنو نضیر کا معاملہ ہوا تو کعب بن اشرف بھاگا اور مکہ جا پہنچا اور وہیں رہنے لگا اور کہنے لگا میں اس کے خلاف کسی کی مدد نہیں کروں گا نہ ان سے خود قتال کروں گا مکہ میں اس سے کہا گیا اے کعب! ہمارا دین بہتر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین اور اس کے صحابہ کا تو اس نے کہا تمہارا دین بہتر ہے اور قدیم ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین نیا ہے تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الم ترا الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب"۔

عبدالرزاق وابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ جبت اور طاغوت دو بت ہیں۔

الفریابی وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ اور رستہ فی الایمان میں عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ جیت جادوگر ہے اور طاغوت شیطان ہے۔ عبد بن حمید وابن جریرؒ نے ایک طریق سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جبت حی بن اخطب اور طاغوت کعب بن

اشرف ہے۔ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا جبت سے مراد بت ہیں اور طاغوت سے مراد جو بتوں کے سامنے ہوتا ہے وہ جھوٹ کو اسی سے تعبیر کرتے ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جبت حبشی زبان میں شیطان کا نام ہے اور طاغوت سے مراد عرب کے کاہن ہیں۔

عبد بن حمیدؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ جبت حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں اور طاغوت کاہن کو کہتے ہیں۔

ابن جریرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ جبت جادوگر ہے حبشی زبان میں اور طاغوت کاہن ہے۔

ابوالعالیہؒ سے روایت کیا کہ طاغوت جادوگر ہے اور جبت کاہن ہے۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم بیان کرتے تھے کہ جبت شیطان ہے اور طاغوت کاہن ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے لیثؒ کے طریق سے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ جبت کعب بن اشرف اور طاغوت شیطان ہے جو انسان کی صورت میں ہوتا ہے۔

”جبت“ کی ایک اور تفسیر

عبدالرزاق واحمد وعبد بن حمید وابوداؤد والنسائی وابن ابی حاتمؒ نے قبیصہ بن مخارقؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جانوروں کو اڑا کر فال لینا، زمین پر کنکریاں مار کر فال لینا، بدشگونی لینا جبت میں سے ہیں۔

رستہ فی الایمان میں مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا " سے مراد ہے کہ یہود نے اس بات کو کہا اور کہتے تھے کہ قریش زیادہ ہدایت والے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب سے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝۵۲ ﴾

یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی ہے اور جن پر اللہ لعنت کر دے تو تم ان کا کوئی مددگار نہیں پا سکتے۔

احمد بن ابراہیمؒ نے اسے سفیان بن محمدؒ نے اسے مکی بن عبدانؒ نے اسے ابوالازہرؒ نے اسے روح نے اسے سعید نے قتادہؒ سے روایت کر کے خبر دی اس نے کہا کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور حی بن اخطب بنی نضیر کے دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ دو شخص حج کے موسم میں ایک قریشی سے ملے مشرکوں نے ان دو آدمیوں سے کہا کہ ہم زیادہ راست باز اور راہ ہدایت پر ہیں یا محمد اور ان کے صحابہ کیونکہ ہم اہل سدانہ یعنی خانہ کعبہ کے مجاور ہیں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں اور اہل حرم ہیں ان دونوں نے مشرکوں سے کہا کہ تم ہی زیادہ ہدایت یافتہ ہو حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ دونوں جھوٹے ہیں یعنی جھوٹ بول رہے ہیں البتہ انھیں محمد اور آپ کے صحابہ کا حسد یہ جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہا تھا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ جب یہ دونوں اپنی قوم میں واپس پہنچے تو ان کی قوم نے ان سے کہا کہ محمد کا خیال ہے کہ تمہارے بارے میں فلاں فلاں بات نازل ہوئی ہے تو ان دونوں نے جواب

دیا کہ محمد نے سچ کہا ہے خدا کی قسم ہمیں صرف اس کے بغض اور حسد نے یہ جھوٹ کہنے پر مجبور اور آمادہ کیا۔

پھر فرمایا (وَ مَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ نَصِیۡرًا) (کہ اللہ نے جس کو ملعون قرار دے دیا تو اس کے لیے کوئی مددگار نہ پائے گا) دنیا و آخرت میں جب اسے سزا ملنے لگے گی تو کوئی مددگار اور بچانے والا نہ ملے گا۔

مشرکوں اور کافروں پر تو لعنت ہے ہی بہت سے گنہگاروں پر بھی حدیثوں میں لعنت آئی ہے۔ گناہ تو سبھی چھوڑنے لازم ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ان گناہوں سے پرہیز کریں جن کے کرنے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ ذیل میں چند وہ احادیث لکھی جاتی ہیں جن میں گناہوں پر لعنت کا ذکر ہے۔

شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت:

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت بھیجی۔

(١) شراب بنانے والے پر (٢) شراب بنوانے والے پر

(٣) اس کے پینے والے پر (٤) اس کے اٹھانے والے پر

(٥) جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اس پر (٦) اس کے پلانے والے پر

(٧) اس کے بیچنے والے پر (٨) اس کی قیمت کھانے والے پر

(٩) اس کے خریدنے والے پر (١٠) جس کے لیے خریدی جائے اس پر۔ (١)

١۔ (مشکوٰۃ صفحہ ٢٤٢ از ترمذی و ابن ماجہ)

مسلمانوں کونقصان پہنچانا یا اس کے ساتھ مکاری کرنا:

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔ [۱]

تقدیر کو جھٹلانا اور کتاب اللہ میں کچھ بڑھا دینا:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ چھ اشخاص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔(وہ چھ اشخاص یہ ہیں)

(۱)اللہ کی کتاب میں بڑھانے والا

(۲)تقدیر کو جھٹلانے والا

(۳)اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ان کو حلال کرنے والا

(٤)میری عترت یعنی اولاد کی بے حرمتی کرنے والا

(٥)اور سنت کو چھوڑنے والا۔(مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۵: ج۷ عن الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات)

اس حدیث میں ابتداء چھ افراد کا ذکر کیا لیکن شمار میں پانچ ہیں۔

﴿ اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ ﴾

کیا ان کا سلطنت میں کوئی حصہ ہے ؟ پھر تو یہ لوگوں کو ایک تل برابر بھی نہ دیتے۔

۱۔(مشکوٰۃ صفحہ ٤۲۸ از ترمذی)

یہاں سے یہود کی برائیوں کا بیان شروع کیا گیا ہے' اس آیت کا معنی ہے ان کا ملک میں کوئی حصہ نہیں ہے' یہود کہتے تھے کہ آخر زمانہ میں ملک ان کی طرف لوٹ آئے گا اس آیت میں ان کے اس دعوی کا رد ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ملک سے مراد نبوت ہو' یعنی ان کے لیے نبوت سے کوئی حصہ نہیں ہے حتی کہ لوگوں پر ان کی اطاعت اور اتباع لازم ہو' پہلی تفسیر زیادہ مناسب کیونکہ اس کا بعد کے جملہ کے ساتھ ربط ہے کیونکہ اگر ان کا ملک ہوتا یا اس میں ان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے' یعنی ضرورت مندوں کو کچھ نہ دیتے۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ام لھم نصیب من الملک" سے مراد ہے کہ ان کے لیے کوئی حصہ نہیں اگر ان کے لیے کوئی حصہ ہوتا تو وہ لوگوں کو گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی نہ دیتے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر ان کے لیے بادشاہت میں سے کوئی حصہ مقرر ہوتا تو اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ذرہ برابر چیز نہ دیتے۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے پانچ طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نقیر وہ نقطہ ہے جو گٹھلی کی پیٹھ پر ہوتا ہے۔

الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے نقیر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ گٹھلی کی پشت پر جو گڑھا ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں اور اسی سے کھجور کا درخت اگتا ہے پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو شاعر کا قول نہیں سنا۔ ولیس الناس بعدک فی نقیر ولیسوا غیر اصداء وھام ترجمہ: تیرے بعد لوگ معمولی حالت

میں نہیں ہیں اور صدائے بازگشت اور کھوپڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ابن الانباری ؒ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرق ؒ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "فاذا لایؤتون الناس نقیرا" کے بارے میں بتائیے کہ نقیر کیا چیز ہے؟ تو انھوں نے فرمایا گٹھلی کی پشت پر جو نشان ہوتا ہے اسے نقیر کہتے ہیں اور اس کے بارے میں شاعر نے کہا۔ لقد رزحت کلاب بنی زبیر فما یعطون سائلھم نقیرا ترجمہ: یقیناً بنی زبیر کے کتے کمزوری کی وجہ سے زمین پر گرے پڑے ہیں وہ اپنے سائل کو معمولی چیز بھی نہیں دیتے۔

ابن جریر و ابن المنذر ؒ نے ابو العالیہ ؒ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ یہ نقیر ہے اور اپنے انگوٹھے کے سرے کو شہادت کی انگلی کے اندرونی حصہ پر رکھا پھر اس سے چٹکی بجائی۔

﴿ اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴿۵۴﴾ ﴾

یا اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو دیا ہے، اس پر حسد کرتے ہیں، پس بیشک ہم نے تو آل ابراہیم کو بھی کتاب وحکمت دی تھی، اور انھیں ایک بڑی سلطنت بھی دی تھی۔

شان نزول: (آیت) "ام یحسدون"

ابن ابی حاتمؒ نے بواسطہ عوفیؒ، ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ اہل کتاب بولے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سمجھتے ہیں کہ ان کو بڑی بادشاہت مل گئی اور ان کی نو ازواج مطہرات ہیں ان کا کام صرف شادی کرنا ہے تو اس سے افضل کون سی بادشاہت ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمائی اور ابن سعدؒ نے عمر مولی عفرہؓ سے اسی طرح اس سے مفصل روایت نقل کی ہے۔ (۱)

یہود کے حسد کی مذمت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے بخل کی مذمت کی تھی اور اس آیت میں ان کے حسد کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے فضل سے جو نعمت عطا فرمائی تھی یہود اس پر حسد کرتے تھے، وہ کس نعمت پر حسد کرتے تھے اس میں اختلاف ہے، قتادہؒ نے کہا ان کو یہ امید تھی کہ آخری نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیل سے آخری نبی مبعوث فرمایا تو وہ اس پر حسد کرنے لگے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہود نے کہا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس قدر تواضع کا دعوی کرتے ہیں اور ان کے نکاح میں اتنی ازواج ہیں۔ (۲)

لیکن پہلی تفسیر زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس آیت کے دوسرے جملہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا تھا تو پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حسد کیوں کرتے ہیں یہ نعمت تو حضرت ابراہیم کی آل کو بھی ملی تھی اور ان کو

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(جامع البیان ج ۵ ص ۸۸)

بھی مل چکی ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ام یحسدون الناس" سے مراد یہودی ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اہل کتاب نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا گمان ہے کہ ان کو ان کی تواضع کا حکم دیا گیا حالانکہ ان کی تو عورتیں ہیں اور ان کا مقصد ہی نکاح کرنا ہے کون ان سے بڑا بادشاہ ہوگا تو اس پر اللہ تعالیٰ یہ آیت اتاری لفظ آیت "ام یحسدون الناس" سے لے کر "ملکا عظیما" تک اور بعض کے نزدیک اس سے مراد سلیمان (علیہ السلام) کا ملک ہے۔

ابن المنذرؒ نے عطیہؒ سے روایت کیا کہ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا تم گمان کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تواضع کا حکم دیا گیا حالانکہ ان کے پاس نو عورتیں ہیں کون بڑا بادشاہ ہے ان سے تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت "ام یحسدون الناس"۔ ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن المنذر والطبرانیؒ نے عطاءؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ام یحسدون الناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آیت میں "الناس" سے مراد ہم لوگ ہیں دوسرے لوگوں کے علاوہ۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے "ام یحسدون الناس" کے بارے میں روایت کیا اس جگہ میں لوگوں سے مراد خاص کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ لفظ آیت "ام یحسدون الناس" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کچھ او پر ستر جوانوں کے برابر طاقت دی گئی اور اس پر یہود نے حسد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ"۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حسد کرتے ہیں جب وہ ان میں سے نہ ہوئے (اس لئے) ان لوگوں نے ان کا انکار کر دیا۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ام یحسدون الناس" سے یہی یہودی مراد ہیں انھوں نے عرب کے اس قبیلہ پر حسد کیا "علی ما اتھم من فضلہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے انمیں سے نبی بھیج دیا اس لیے وہ لوگ اس پر حسد کرنے لگے۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "علی ما اتھم من فضلہ" سے نبوت مراد ہے۔

ابوداؤد اور بیہقیؒ نے شعب میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایمان اور حسد ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتے

بیہقیؒ نے شعب میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی بندے کے پیٹ میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فقد اتینا ال ابراھیم" سے سلیمان اور داؤد (علیہ السلام) مراد ہیں اور "الکتب والحکمۃ" سے نبوت مراد ہے (اور) "واتینھم ملکا عظیما" سے مراد

ہے عورتوں میں بادشاہت تھی اور داؤد (علیہ السلام) کے لیے یہ حلال ہوا کہ وہ ننانوے عورتوں سے شادی کریں اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے لیے یہ حلال تھا کہ وہ سو عورتوں سے شادی کریں۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے یہ حلال نہ ہوا کہ وہ ایسے نکاح کریں جیسے انھوں نے نکاح کیا۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ سلیمان (علیہ السلام) کی پشت میں سو مردوں کی قوت تھی اور ان کی تین سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں۔

الحاکمؒ نے مستدرک میں محمد بن کعبؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کی تین سو عورتیں اور سات سو باندیاں تھیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے ہمام بن حارثؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واتینھم ملکا عظیما" سے مراد کہ ان انبیاء کی مدد کی گئی فرشتوں اور لشکروں سے۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واتینھم ملکا عظیما" سے نبوت مراد ہے۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حسن بصریؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "فمنھم من امن بہ" سے مراد ہے کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ قرآن مجید پر ایمان لائے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "فمنھم من امن بہ" سے مراد ہے کہ یہودیوں میں سے کچھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے اور لفظ آیت "ومنھم من صدعنہ" یعنی کچھ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا اور ان کی پیروی نہ کی۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ ابراہیم خلیل الرحمن نے کھیتی بوئی اور لوگوں نے بھی

کھیتی بوئی اس سال میں لوگوں کی کھیتی ہلاک ہوئی ابراہیم (علیہ السلام) کی کھیتی خوب پھلی پھولی لوگ اس وقت آپ کی طرف محتاج ہو گئے لوگ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے اور ان سے سوال کرتے تو وہ ان کو فرماتے جو ایمان لائے گا اس کو دوں گا اور جو انکار کرے گا اس کو نہیں دوں گا سو جو ان میں سے ایمان لاتا اس کو غلہ عطا فرماتے اور ان میں سے جو انکار کرتا تو اس کھیتی میں سے کچھ نہ لے سکا اسی لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لفظ آیت "فمنھم من امن بہ ومنھم من صد عنہ وکفی بجھنم سعیرا"۔(اسرائیلی روایت ہے۔احقر طاہر)

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " فقد اتینا ال ابراھیم الکتب والحکمۃ " سے مراد ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آل ابراہیم میں سے تھے۔

الزبیر بکار نے موفقیات میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا اے بنو ہاشم تم اس بات کا ارادہ کرتے ہو کہ تم خلافت کے مستحق بن جاؤ جیسا کہ تم نبوت کے مستحق ہو اور یہ دونوں چیزیں کسی ایک کے لیے جمع نہیں ہوتیں اور تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے لیے بادشاہی ہوگی ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ ہم خلافت کے مستحق ہیں نبوت کی وجہ سے اگر ہم نبوت کی وجہ سے اس کے مستحق نہ بنیں تو کس وجہ سے مستحق بنیں۔اور تمہارا یہ کہنا کہ نبوت اور خلافت کسی ایک کے لیے جمع نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہاں گیا۔

لفظ آیت " فقد اتینا ال ابراھیم الکتب والحکمۃ واتینھم ملکا عظیما " اس میں کتاب سے مراد نبوت ہے حکمت سے مراد سنت ہے اور ملک سے مراد خلافت ہے ہم سب ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان ایک ہی حکم فرمایا ہے اور سنت ہمارے لیے اور ان کے لیے جاری ہے۔اور تمہارا یہ

کہنا کہ ہم نے گمان کیا ہے کہ ہمارے لیے بادشاہی ہوگی تو کتاب اللہ میں گمان شک کرنا ہے اور ہر ایک گواہی دیتا ہے کہ ہمارے لیے حکومت ہے تم ایک دن کو بھی مالک نہیں بنتے مگر ہم دو دن مالک بن جاتے ہیں اور تم ایک مہینہ کو بھی مالک نہیں بنتے اور ہم دو ماہ مالک بن جاتے ہیں اور تم ایک سال مالک نہیں بنتے اور ہم دو سال مالک بن جاتے ہیں۔ (ضعیف جداً۔ طاہر) (واللہ اعلم)۔

﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵ ﴾

پس ان میں سے ایسے بھی ہیں جو اس پر ایمان لائے اور ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس سے منہ موڑا اور ایسوں کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔

پھر فرمایا (فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ) (الآیۃ) یعنی ان لوگوں میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض نے اعراض کیا۔ صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تسلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ آل ابراہیم کو جو کچھ کتاب و حکمت دی گئی بعض اس پر ایمان لے آئے اور بعض منکر ہوئے اسی طرح آپ کے زمانہ کے لوگ بعض ایسے ہیں جو ایمان لے آئے اور بعض ایسے ہیں جو اعراض کر رہے ہیں۔ یہ پہلے سے ہوتا آیا ہے آپ رنجیدہ نہ ہوں جو لوگ منکر ہیں ان کے لیے دہکتی ہوئی آگ ہے جو ان کے لیے کافی ہے۔ ان کی ساری شرارتوں اور حرکتوں پر انھیں سخت ترین عذاب مل جائے گا۔

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡهِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَهَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۵۶﴾ ﴾

بیشک جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہیں مانا ہم ان کو آگ میں ڈالیں گے! جب جل بھن جائے گی ان کی کھالیں تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں! بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

دوزخ میں جلی ہوئی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدلنے پر تعذیب بلا معصیت کی بحث:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ربیعؒ بیان کرتے ہیں کہ کافروں کی کھال چالیس ہاتھ موٹی ہوگی اور ان کا دانت ستر ہاتھ بڑا ہوگا اور ان کا پیٹ اتنا بڑا ہوگا کہ اس میں پہاڑ سما جائے۔ حسنؒ بیان کرتے ہیں ایک دن میں ستر ہزار بار ان کی کھال جلے گی اور بدل جائے گی۔ [۱]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی، اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۹ھ)

کی مسافت کے برابر ہوگی۔[۱]

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا فاصلہ ایک تیز رفتار سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔[۲]

قرآن مجید کی اس آیت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کافر کی کھال جلنے کے بعد اس کو نئی کھال دی جائے گی اور اس کو عذاب دیا جائے گا تو یہ تعذیب بلا معصیت ہے کیونکہ اس نئی کھال نے تو کوئی گناہ نہیں کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اصل عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم اور اس کے اجزاء تو روح تک عذاب پہنچانے کے آلات ہیں' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ مذہب یہ ہے کہ روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ روح اور جسم دونوں پر عذاب کی دلیل:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سے پیچھے رہ گئے' آپ ہم سے آ ملے اس وقت ہم نے نماز میں تاخیر کردی تھی' ہم نے وضوء کیا اور پیروں پر مسح کر لیا' تو آپ نے دو یا تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا: (خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہوگا۔[۳]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روح اور بدن دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ نیز علامہ محمد بن احمد سفارینیؒ متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں: امت کے تمام متقدمین اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب روح اور بدن دونوں

۱۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۸۵۱)

۲۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۸۵۲)

۳۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۶۰)

کو ہوتا ہے۔(۱)

کافروں پر عذاب کی شدت

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ثوبرؒ کے طریق سے ابن عمرؓ سے لفظ آیت " کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا" کے بارے میں روایت کیا کہ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ان کی کھالیں بدل دیں گے جو کاغذ کی طرح سفید ہوں گی۔

طبرانیؒ نے اوسط میں وابن ابی حاتم وابن مردویہؒ نے ضعیف سند کے ساتھ نافعؒ کے طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ کے پاس یہ آیت " کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب " پڑھی گئی تو معاذؓ نے فرمایا میرے پاس اس کی تفسیر یہ ہے یعنی ایک گھڑی میں سو مرتبہ ان کی کھال بدل جائے گی۔ عمرؓ نے فرمایا میں نے بھی اسی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے۔

ابن مردویہ وابو نعیمؒ نے الحلیہ میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی عمرؓ کے پاس یہ آیت " کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا" تلاوت کی تو کعبؓ نے فرمایا میرے پاس اس آیت کی تفسیر ہے میں نے اس کو اسلام سے پہلے بھی پڑھا تھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اے کعب اس کو (اس تفسیر کو) لے آ، اگر تو اسے لایا جیسے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا تو ہم تیری تصدیق کریں گے کعبؓ نے فرمایا بیشک میں اس کو اسلام سے پہلے یوں پڑھا۔ لفظ آیت " کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا غیرھا" ایک ہی گھڑی میں ایک سو بیس مرتبہ تبدیل ہوگی۔

۱۔(لوامع الانوار ج۲ ص ۲۵ ،مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا تھا۔

ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ جلایا جائے گا (اور فرمایا) لفظ آیت "کلما نضجت" یعنی (جب) ان کی کھالیں بک جائیں گی اور ان کا گوشت کھالیا جائے گا کہا جائے گا لوٹ جاؤ تو وہ لوٹ آئیں گے۔

ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ آگ پکڑے گی اور ان کی کھالوں کو کھا جائے گی یہاں تک کہ ان کو گوشت سے جدا کر دے گی اور آگ ہڈیوں کی طرف پہنچے گی تو ان کی کھالیں بدل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو سخت عذاب چکھائیں گے یہ ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہوگا ان کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جھٹلانے اور اللہ کی آیات کا انکار کرنے کی وجہ سے۔

ہر کافر کی سو کھالیں ہوں گی

ابن ابی حاتمؒ نے یحییٰ بن یزید حضرمیؒ سے روایت کیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "کلما نضجت جلودہم بدلنہم جلودا غیرھا" کے بارے میں بات پہنچی ہے کہ ہر کافر کی سو کھالیں بنادی جائیں گی ہر دو کھالوں کے درمیان عذاب کی ایک قسم ہوگی۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ربیع بن انسؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ لکھا ہوا ہے پہلی کتاب میں ان میں سے ہر ایک کی جلد چالیس ہاتھ ہوگی اور اس کا دانت ستر ہاتھ ہوگا اور ان کا پیٹ اتنا بڑا ہوگا کہ اگر اس کے پیٹ کے اندر پہاڑ رکھ دیا جائے تو اس کو کافی ہو جائے جب آگ ان کے چمڑوں کو کھالے گی تو ان کے چمڑے بدل دیئے جائیں گے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوصالح ؒ سے روایت کیا کہ ابومسعودؓ نے ابوہریرہؓ سے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ کافر کی جلد کتنی موٹی ہوگی؟ انھوں نے کہا نہیں پھر انھوں نے فرمایا کہ کافر کی جلد بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا ہے کہ کافر کی کھال چالیس ہاتھ موٹی ہوگی۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ دوزخ والے آگ میں بڑے کر دیئے جائیں گے یہاں کہ ان میں سے ایک اتنی اتنی مسافت تک پھیل جائے گا اور ان میں ہر ایک داڑھ احد جنتی ہوگی۔

ابن ابی حاتمؒ نے ربیع بن انسؓ سے لفظ آیت "وندخلھم ظلا ظلیلا" کے بارے میں روایت کیا کہ وہ عرش کا سایہ ایسے ہوگا جو ختم نہیں ہوگا۔

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کافر کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہوگا۔"[1]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کا فاصلہ ہوگا۔"[2]

اور اس طرح ان کو دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ

۱۔[مسند أحمد:۲/۲۶،ح:۴۷۹۹]

۲۔[مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون والجنۃ یدخلها الضعفاء:۲۸۵۱]

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ہم عنقریب انھیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے وہاں پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا:

نہروں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى) [محمد:۱۵] "اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔

لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ: ارشاد فرمایا: (فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ. فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ. فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ) [الرحمٰن:۷۰ تا ۷۴]"۔

ترجمہ: ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے

رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے نہ کسی انسان نے انھیں ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔

وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا: سے مراد نہایت درجہ کی راحت ہے۔ ارشاد فرمایا: (وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ ۔ فِىۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۔ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ۔ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ)[الواقعۃ: ۲۷ تا ۳۰]"۔

اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔"

اور فرمایا: (هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ)[یٰسٓ: ۵۶] "وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔"

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا کہ سوار یقیناً اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا، پھر بھی وہ اس کو طے نہ کر پائے گا۔" (۱)

حاکمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے بیان کیا اور روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ (بیویاں) حیض، پاخانہ، ناک کی ریزش اور تھوک سے پاک ہوں گی۔

۱۔[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وأنھا مخلوقۃ: ۳۲۵۱۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب أن فی الجنۃ شجرۃ۔۔الخ: ۲۸۲۶]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ ﴾

بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو ادا کر و اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بڑی اچھی بات ہے یہ جس کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، بیشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

ربط آیات:

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بعض احوال بیان فرمائے اور وعید اور وعد کا ذکر فرمایا' اس کے بعد پھر احکام تکلیفیہ کا ذکر شروع فرمایا' نیز اس سے پہلے یہود کی خیانت کا ذکر فرمایا تھا کہ ان کی کتاب میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت پر جو دلائل ہیں وہ ان کو چھپا لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے اور اس میں خیانت کرتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو امانت داری کا حکم دیا۔ امانت ادا کرنے کا حکم عام ہے خواہ مذاہب میں ہو' عقائد میں ہو معاملات میں ہو یا عبادات میں ہو۔

شان نزول: (آیت) "ان اللہ یامرکم"

ابن مردویہؒ نے بواسطہ کلبیؒ، ابوصالحؒ، ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو عثمان بن طلحہؓ کو بلایا جب وہ آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا خانہ کعبہ کی کلید (چابی) دو، چنانچہ وہ کلید (چابی) لے کر آئے جب انھوں نے دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تو حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سقایہ کے ساتھ کلید (چابی) بھی مجھے مرحمت فرما دیجیے یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے ہاتھ روک لیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، عثمان کلید (چابی) لاؤ عثمان نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کی امانت مجھ سے لے لیجیے۔

چنانچہ آپ نے کلید (چابی) لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا، پھر باہر تشریف لا کر بیت اللہ کا طواف کیا اس کے بعد آپ کے پاس جبرائیل امین (علیہ السلام) کلید واپس کر دینے کا حکم لے کر تشریف لائے، آپ نے عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر کلید (چابی) واپس کر دی، اس کے بعد آپ نے (آیت) "ان اللہ یامرکم"۔ سے پوری آیت تلاوت فرمائی۔

اور شعبیؒ نے اپنی تفسیر میں بواسطہ حجاج ابن جریج ؒ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے کلید خانہ کعبہ (خانہ کعبہ کی چابی) لے کر بیت اللہ میں تشریف لے گئے تھے، جب خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے تو اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے تشریف لائے پھر آپ نے عثمانؓ کو بلا کر کلید خانہ کعبہ ان کو لوٹا دی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خانہ کعبہ سے اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ آیت خانہ کعبہ

کے درمیان میں نازل ہوئی ہے۔ (۱)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریجؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے فتح مکہ کے دن جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس سے کعبہ کی چابیاں لے لیں پھر آپ بیت اللہ کے باہر اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے آئے' پھر آپ نے عثمان کو بلایا اور انھیں چابیاں دے دیں۔ (۲)

یہود کی عادت بد تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فیصلہ کرتے وقت رشوت لے کر غلط فیصلہ کرتے، تو مسلمانوں کو ان باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں امانت سے مراد گو ہر قسم کی امانت ہے، اس کا تعلق مذہب سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، لیکن یہود کتمان حق کر کے امانت علمی میں خیانت کے مرتکب تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ امانتوں کی سختی سے حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کی تعریف فرمائی اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے۔ چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا۔ اس لیے کہ پرامن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم معاشرے میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا : ارشاد فرمایا: (فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ)[البقرۃ:۲۸۳] "پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(جامع البیان ج ۵ ص ۹۲)

اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے، جو اس کا رب ہے“ اور فرمایا: (وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ) [المؤمنون:۸] ”اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔“ امانت میں خیانت کرنا مسلمان کی شان نہیں، یہ تو منافق کی علامت ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانتدار بنایا جائے تو خیانت کرے، (ایسا آدمی منافق ہی ہوگا) اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔“ [۱]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یہ چار باتیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی: 1 جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔ 2 جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 3 جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے۔ 4 اور جب لڑائی کرے تو گالی بکے۔“ [۲]

سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”امانت لوگوں کے دلوں کے اندر نازل کی گئی، پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا، پھر سنت سے سیکھا۔“ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے اس کے اٹھ جانے سے متعلق ارشاد فرمایا: ”آدمی ایک دفعہ سوئے گا تو امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی۔ تب محض ایک دھبے کے مانند اس کا نشان رہ جائے گا۔ وہ شخص پھر ایک

۱۔[بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق:۳۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق:۱۰۷، ۵۹/۱۱۰]

۲۔[بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق:۳۴۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق:۵۸]

دفعہ سوئے گا تو باقی امانت بھی نکال لی جائے گی اور آبلہ جیسا ایک نشان باقی رہ جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تم کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ اور وہ جل کر پھول جائے اور تمہیں ابھرا ہوا نظر آئے، حالانکہ اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ (ایسے زمانے میں) لوگ خرید و فروخت کریں گے، لیکن امانت ادا کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، لوگ (تعجب سے) کہیں گے، فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے اور کیسا عقلمند، کیسا ظریف اور کتنا قوی و صابر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔"(۱)

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ: ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ [النساء: ۱۳۵] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمہاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بیشک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔" اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدۃ: ۸] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو!

۱۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الأمانۃ: ۶۴۹۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب رفع الأمانۃ: ۱۴۳]

اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔" اور فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ)[النحل:۹۰] "بیشک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔" اور فرمایا: (وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ)[الحجرات:۹] "اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بیشک انصاف کرنے والے جو اپنے فیصلہ میں، اپنے اہل وعیال میں اور رعایا میں انصاف کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے، جو رحمن عزوجل کے دائیں طرف ہوں گے اور (واضح

رہے کہ) رحمن کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔“ ①

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ قاضی اور حاکم کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔“ ②

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو' سائل نے پوچھا امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منصب کسی نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ ③

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ ④

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو' یا کسی کی آبروریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو۔ ⑤

۱۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل:۱۸۲۷]

۲۔[ابن ماجه، کتاب الأحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة:۲۳۱۲]

۳۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۵۹)

۴۔(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۳۵۳۵' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۱۲۶۸' سنن دارمی' رقم الحدیث:۲۵۹۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱۴' المستدرک ج ۲ ص ۴۶)

۵۔(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۴۸۶۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا ایمان نہیں اور جو وضو نہ کرے اس کا ایمان نہیں۔ (۱)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کرو، جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو، جب تم بات کرو سچ بولو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نظریں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس امت میں سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھائی جائیں گی وہ حیا اور امانت ہیں، سو تم اللہ عزوجل سے اس کا سوال کرو۔ (۳)

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا، جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے وہ دین دار نہیں ہے۔ (۴)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت افراد کے متعلق سوال ہوگا، حاکم نگہبان ہے اور اس سے

۱۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ٥٢٥٤)

۲۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ٥٢٥٦)

۳۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ٥٢٧٦)

۴۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ٥٢٧٩)

اپنے عوام کے متعلق جواب طلبی ہوگی' اور مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور اس سے اپنے اہل کے متعلق جواب طلبی ہوگی' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے امور خانہ کے متعلق جواب طلبی ہوگی' نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق جواب طلبی ہوگی' اور ایک شخص اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق جواب طلبی ہوگی' اور تم میں سے ہر شخص (کسی نہ کسی چیز کا) نگہبان ہے اور اس سے اس چیز کے متعلق جواب طلبی ہوگی۔ [۱]

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس کی جامعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ' اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ [۲]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا' اور جس شخص نے اپنے بھائی کی رہنمائی کسی چیز کی طرف کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ اہلیت اور صلاحیت اس کے غیر میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کی ساتھ خیانت کی۔ [۳]

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۸۹۳' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۸۲۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۹۲۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۷۱۱' مسند احمد ج ۲ ص ٥)

۲۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ٤ ص ۹۳۔۹۲)

۳۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳٦٥۷)

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا' آپ نے پوچھا تم کیسے فیصلہ کرو گے' انھوں نے کہا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں (مطلوبہ حکم) نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں رسول اللہ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا' آپ نے پوچھا اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت میں مطلوبہ حکم نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرستادہ کو توفیق دی۔ [۱]

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہؓ نے سجستان میں اپنے بیٹے کی طرف خط لکھا کہ تم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا' کیونکہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کوئی شخص غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔ [۲]

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تمہارے پاس دو شخص مقدمہ پیش کریں تو جب تک تم دوسرے شخص کا موقف نہ سن لو پہلے کے لیے فیصلہ نہ کرو۔ [۳]

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں ہوں گے' جنت میں وہ قاضی ہوگا جو حق کو پہچان لے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے' اور جو حق کو پہچاننے باوجود اس کے خلاف فیصلہ کرے وہ دوزخ میں ہوگا' اور جو

۱۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث:۱۳۳۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۳۵۹۲)

۲۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۷۱۵۸' صحیح مسلم' رقم الحدیث:۱۷۱۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۱۳۳۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۳۵۸۹)

۳۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث:۱۳۳۶' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۳۵۸۲' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث:۲۳۱۰)

شخص جہالت سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے وہ بھی دوزخ میں ہوں گا۔ ①

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور غلط نتیجہ پر پہنچے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ ②

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے نزدیک سب سے مقرب شخص امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے دور امام ظالم ہوگا۔ ③

حضرت ابن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تک قاضی ظلم نہ کرے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ اس کے ساتھ نہیں ہوتا اور شیطان اس سے چمٹ جاتا ہے۔ ④

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی فیصلہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لعنت کی ہے۔ ⑤

امام طبرانیؒ متوفی ۳٦۰ھ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۷۳)
۲۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۳۵۷٤)
۳۔(سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۳۳٤)
٤۔(سنن ترمذی:۱۳۳۵)
۵۔(سنن ترمذی رقم الحدی۱۳٤۱)

نے فرمایا فیصلہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ ۱

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس دن کسی کا سایہ نہیں ہوگا اس دن سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے۔ عدل کرنے والا حاکم، وہ شخص جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا، جس کا دل مسجدوں میں معلق رہا، وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہیں، وہ شخص جس کو خوب صورت اور بااختیار عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے۔ ۲

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: چار آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے: جو بہت قسمیں کھا کر سودا بیچے، متکبر فقیر، بوڑھا زانی، اور ظالم حاکم۔ ۳

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: عدل کرنے والے حاکم کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین میں حد کو قائم کرنا اس زمین پر چالیس روز کی بارش سے زیادہ نفع آور ہے۔ ۴

۱۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۳۹۸)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٦٦٠، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٠٣١، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ٢٣٩١، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ٣٥٨، مسند الطیالسی، رقم الحدیث: ٢٤٦٢، مسند احمد ج ٢ ص ٤٣٩، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ٤٤٦٩، سنن کبری للبیہقی: ج ٣ ص ٦٥، شعب الایمان، رقم الحدیث: ٧٣٥٧)

۳۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ٥٥٣٢، شعب الایمان، رقم الحدیث: ٧٣٦٥)

۴۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ١١٩٣٢، سنن کبری للبیہقی ج ٨ ص ١٦٢، شعب الایمان، رقم الحدیث: ٧٣٧٩)

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی
الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ
وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ
خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾ ﴾

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

شانِ نزول: (آیت) "یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ"

حضرت امام بخاریؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن حذافہ بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔

داؤدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ابن عباسؓ پر جھوٹ ہے کیونکہ عبداللہ بن حذافہ ایک لشکر کے امیر بن کر روانہ ہوئے، انھوں نے ناراض ہو کر آگ روشن کی اور لشکر کو بھی آگ روشن کرنے کا حکم دیا، چنانچہ بعض نے

اس سے کنارہ کش رہنے اور بعض نے حکم کی اطاعت کرنے کا ارادہ کیا اگر آیت اس واقعہ سے قبل نازل ہوئی ہے تو یہ عبداللہ بن حذیفہ کے ساتھ کیسے خاص ہو سکتی ہے۔

اور اگر آیت بعد میں نازل ہوئی ہے تو لوگوں کو تو امر بالمعروف میں اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس موقع پر عدم اطاعت کی بنا پر ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے (ان کی اطاعت کے بارے میں نازل نہیں ہوئی) کیونکہ لشکر والے آگ سے بچنے کی وجہ سے حکم کی بجا آوری میں رائے میں اختلاف ہوا تو اس وقت اس حکم کا نازل ہونا مناسب ہوا کہ اس قسم کے اختلاف کے وقت لوگوں کو کس قسم کا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے، اس کی جانب رہنمائی ہو جائے۔

اور وہ رہنمائی کا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف کا معاملہ کا حوالہ کر دیتا ہے اور ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے۔ عمار بن یاسرؓ نے بغیر ان کی اجازت کے ایک شخص کو پناہ دے دی اس پر دونوں میں اختلاف ہوا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: (آیت) "اولی الامر منکم"۔ سے مراد امراء اور حکام ہیں' ابن وہبؒ نے کہا اس سے مراد سلاطین ہیں' مجاہدؒ نے کہا اس سے مراد اصحاب فقہ ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس سے مراد اہل دین اور اہل فقہ ہیں یعنی دیندار علماء عطاء بن سائبؒ نے کہا اس سے مراد صاحبان علم اور اصحاب فقہ ہیں' حسن بصریؒ نے کہا اس سے مراد علماء ہیں' مجاہدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہؓ ہیں امام ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ ھ نے فرمایا ان اقوال میں اولی یہ ہے کہ (آیت) "اولی الامر"

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

سے مراد ائمہ اور حکام ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: عنقریب میرے بعد حکام ہوں گے (ان میں) نیک حاکم بھی ہوں گے اور فاسق بھی، تم ان کے احکام سننا اور ان کا جو حکم حق کے موافق ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اگر وہ نیک کام کریں گے تو اس میں تمہارا اور ان کا نفع ہے اور اگر وہ برے کام کریں گے تو تم کو نفع ہو گا اور ان کو ضرر، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسلمان شخص پر حکم کی اطاعت لازم ہے خواہ اس کو وہ حکم پسند ہو یا ناپسند، ہاں اگر اس کو اللہ کی معصیت کا حکم دیا جائے تو خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔ (۱)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ : سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آیت: (اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ) عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدیؓ کے بارے میں نازل ہوئی، اس وقت کہ جب ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ (۲)

سیدنا علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک سریہ بھیجا اور ایک انصاری شخص کو اس کا قائد مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں، پھر امیر کسی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہو گیا، تو اس نے کہا، کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا، کیوں نہیں، اس نے کہا، تو پھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انھیں آگ لگا دو اور پھر ان میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں، انھیں آگ لگائی اور جب اس میں کودنے لگے تو

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۵۔۹۳، ملخصا مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول): ۴۵۸۴۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية: ۱۸۳۴]

ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت آگ سے بچنے ہی کے لیے تو کی تھی، کیا پھر ہم (خود ہی) اس میں داخل ہو جائیں؟ وہ اس شش و پنج میں تھے کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر انھوں نے (واپس آکر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ نکلتے، (یاد رکھو!) اطاعت صرف نیکی ہی کے امور میں ہے۔“ [1]

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام میں، خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، سمع و طاعت بجالائے، بشرطیکہ اسے کسی معصیت کے کام کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اگر اسے معصیت کے کام کا حکم دیا گیا ہو تو پھر اس میں سمع و طاعت نہیں ہے۔۔۔“ [2]

سیدنا عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیعت کی کہ ہم خوشی و ناخوشی، تنگی و آسانی اور یہاں تک کہ اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں بھی سمع و طاعت بجا لائیں گے اور کسی حق والے سے حکومت کے لینے کے ضمن میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سوائے اس کے کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف

۱۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعۃ للإمام مالم تکن معصیۃ: ۷۱۴۵۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ۔۔ الخ: ۱۸۴۰]

۲۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعۃ للإمام: ۷۱۴۴۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ۔۔ الخ: ۱۸۳۹]

سے تمہارے پاس کوئی دلیل موجود ہو۔“ (۱)

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سنو اور اطاعت بجا لاؤ، خواہ تمہارا امیر کوئی ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کہ جس کا سر منقے کے مشابہ ہو۔“ (۲)

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو یقیناً اس نے میری نافرمانی کی۔“ (۳)

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے صبر کرنا چاہیے، کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی امیر (کی اطاعت) سے باہر ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“ (۴)

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”میرے بعد عنقریب تم دیکھو گے (کہ دوسروں کو تم پر) ترجیح دی جائے گی اور تم ایسی باتیں دیکھو گے جن کو تم برا سمجھو

۱۔[بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سترون أمورًا تنكرونها: ۷۰۵۵۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصية ۔۔۔ الخ: ۴۲/۱۷۰۹، قبل الحديث: ۱۸۴۱]

۲۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تكن معصية: ۷۱۴۲]

۳۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالیٰ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول): ۷۱۳۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصية ۔۔۔ الخ: ۱۸۳۵]

۴۔[مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن: ۱۸۴۹۔ بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): سترون بعدی أمورًا تنكرونها: ۷۰۵۴]

گے۔" صحابہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ان کا حق ان کو دو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔"(۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "امام (رعایا کے لیے) ڈھال ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے (دشمن، انتشار، بدنظمی اور بداعمالی وغیرہ سے) بچا جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ عزوجل کے تقویٰ کا حکم دے گا اور عدل کرے گا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور کام کا حکم دے گا تو اس کا وبال خود اسی پر ہوگا۔"(۲)

سیدنا عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تمہارے بہترین امیر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان کے حق میں دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمہارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔" (راوی نے کہا) ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے حکمرانوں کو تلوار کے ذریعہ سے ہٹا نہ دیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "نہیں، جب تک کہ وہ تم میں اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تم میں اقامت صلوٰۃ کے فریضے پر کاربند رہیں۔ خبردار! جس شخص پر کوئی امیر بنایا گیا، اس نے امیر کو دیکھا کہ وہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی

۱۔[بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ستروں بعدی أموراً تنکرونھا: ۷۰۵۲۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ: ۱۸۴۳]

۲۔[بخاری، کتاب الجھاد، باب یقاتل من وراء الإمام: ۲۹۵۷۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الإمام جنۃ: ۱۸۴۱]

کرنے کو کراہت سے دیکھے، لیکن اپنا ہاتھ اس کی اطاعت سے نہ کھینچے۔"[1]

ام حصینؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "اگر چہ تم پر کوئی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کر دیا گیا ہو، جو کتاب اللہ کے ساتھ تمہاری قیادت کرتا ہو تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت بھی کرو۔" ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: "خواہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔"[2]

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ: مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہے۔

امیر کو ذلیل کرنا بڑا گناہ ہے

احمدؒ نے ابو ذرؓ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ دیا اور فرمایا میرے بعد بادشاہ ہوں گے۔ جو شخص اس کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس نے اسلام کے پھندے کو اپنی گردن سے اتار دیا اور اس سے کوئی عمل مقبول نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس رخنے کو بند کر دے جو اس نے رخنہ ڈالا ہے اور وہ ایسا کرنے والا نہ ہوگا پھر وہ اپنے رویے پر لوٹ جائے گا اور ان لوگوں میں ہو جائے گا جو اس کی عزت کرتے ہیں ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم فرمایا کہ ہم تین چیزوں کے

۱۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب خیار الأئمة وشرارہم: ۶۵، ۶۶/ ۱۸۵۵]

۲۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ۔۔ الخ: ۱۸۳۸]

بارے میں مغلوب نہ ہوں کہ ہم نیکی کا حکم کریں۔ برائیں سے روکیں اور ہم لوگوں کو سنتوں کی تعلیم دیتے رہیں۔

احمدؒ نے حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہوا اور امارت کو ذلیل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ ان کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

احمدؒ نے ابوعبیدہ بن جراحؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا بادشاہ کو گالی مت دو کیونکہ وہ اللہ کا سایہ ہے اس کی زمین میں۔

ابن سعد والبیہقیؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اکابر صحابہ نے حکم فرمایا کہ ہم اپنے حکمرانوں کو گالیاں نہ دیں اور نہ ان کو دھوکہ دیں اور نہ ان کی نافرمانی کریں اور ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور صبر کریں کیونکہ امر (یعنی قیامت) قریب ہے۔

البیہقیؒ نے علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ لوگوں کے معاملات نیک امیر یا برا امیر ہی درست کرسکتا ہے لوگوں نے کہا نیک حکمران تو ٹھیک ہے اور برا کیسے (درست کرے گا) تو انھوں نے فرمایا برے حکمران کے ذریعہ اللہ تعالیٰ راستوں کو پرامن بناتا ہے اور اس کے ذریعہ دشمن سے جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ مال غنیمت لایا جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ حدود قائم کئے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ بیت اللہ کا حج کیا جاتا ہے اور اس کی حکومت میں مسلمان امن کے ساتھ عبادت کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "

فان تنازعتم فی شیء" یعنی اگر علماء تنازعہ کریں (تو فرمایا) لفظ آیت " فردوہ الی اللہ والرسول" یعنی تو (اس فیصلہ کو) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ پھر (یہ آیت) پڑھی لفظ آیت " ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم"۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے میمون بن مھرانؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد ہے اللہ کی کتاب کی طرف لوٹانا اور لوٹانا اس کے رسول کی طرف جب تک وہ زندہ رہیں جب وہ وفات پا جائیں تو ان کی سنت کی طرف۔ ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اسی طرح روایت کیا۔

ابن جریر وابن المنذر وقتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ذلک خیر واحسن تاویلا" سے مراد ہے (کہ یہ طریقہ) اچھا ہے ثواب کے لحاظ سے اور بہتر ہے انجام کے لحاظ سے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " واحسن تاویلا" سے مراد ہے اچھا ہے جزا کے لحاظ سے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " واحسن تاویلا" سے مراد ہے اچھا ہے انجام کے لحاظ سے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ

ضَلٰلًاۢ بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی
الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡکَ صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾
فَکَیۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ ثُمَّ
جَآءُوۡکَ یَحۡلِفُوۡنَ ٭ۖ بِاللّٰہِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا ﴿۶۲﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں، اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انھیں راہ راست سے بہت دور کردے۔(۶۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں۔(۶۱) پھر اس وقت کیا ہوا جب ان پر کوئی مصیبت آگئی ان کے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے پھر وہ آپ کے پاس آئے اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو صرف بھلائی اور موافقت

چاہتے تھے۔(۶۲)

شان نزول: (آیت)"الم ترالی الذین یزعمون"

ابن ابی حاتم اور طبرانیؒ نے سند صحیح کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو برزہ اسلمی کاہن تھے، یہودیوں کے جھگڑوں میں ان کے درمیان فیصلہ کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں میں سے کچھ لوگ بھی ان کے پاس گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے (آیت)"الم ترالی الذین"۔ سے"احسانا وتوفیقا"۔تک یہ آیات نازل فرمائیں۔

اور ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ یا سعیدؒ کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جلاس بن صامت، معتب بن قشیر اور رافع بن زید اور بشر، یہ لوگ اسلام کے دعویدار تھے۔ان کی قوم کے کچھ مسلمانوں نے ایک جھگڑے میں ان لوگوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فیصلہ کرانے کی دعوت دی، مگر ان لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں جو کاہن فیصلہ کیا کرتے تھے ان کی طرف مسلمانوں کو بلایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اور ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق میں جھگڑا ہوا، یہودی نے کہا آؤ تمہارے نبی سے فیصلہ کراتے ہیں، کیونکہ وہ فیصلہ کرنے میں رشوت نہیں لیتے مگر دونوں میں اس پر جھگڑا ہوا، آخر کار قبیلہ جہینہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرانے پر رضامند ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

حضور کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو حضرت عمرؓ کا قتل کر دینا

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مکلفین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ان آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ منافقین رسول اللہ کی اطاعت نہیں کرتے اور آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتے اور اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں' امام ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہے' یہ ایک یہودی عالم تھا۔

ایک منافق اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا' یہودی نے کہا میرے اور تمہارے درمیان ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فیصلہ کریں گے' اور منافق نے کہا میرے اور تمہارے درمیان کعب بن اشرف فیصلہ کریں گے' کیونکہ کعب بن اشرف بہت رشوت خور تھا اور اس مقدمہ میں یہودی حق پر تھا اور منافق باطل پر تھا' اس وجہ سے یہودی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا' اور منافق کعب بن اشرف کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہتا تھا' جب یہودی نے اپنی بات پر اصرار کیا تو وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہودی کے حق اور منافق کے خلاف فیصلہ کر دیا' منافق اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اور کہا میرے اور تمہارے درمیان حضرت عمرؓ فیصلہ کریں گے' دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے یہودی نے بتا دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے حق میں اور اس منافق کے خلاف فیصلہ کر چکے ہیں لیکن یہ مانتا نہیں ہے' حضرت عمرؓ نے بتا دیا کہ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا کیا ایسا ہی ہے' اس نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھیرو انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں گھر گئے تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا' پھر اس منافق کے گھر والوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حضرت عمرؓ کی شکایت کی' رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عمرؓ سے پوری تفصیل معلوم کی، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس نے آپ کے فیصلہ کو مسترد کر دیا تھا اسی وقت حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوئے اور کہا عمر فاروق ہیں انھوں نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تم فاروق ہو اس قول کی بناء پر طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے۔ (۱)

ابن ابی حاتم والطبرانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ابو برزہ سلمی کاہن تھا یہود کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا ان معاملات میں کہ جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس کی طرف فیصلہ کے لیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "الم ترا الی الذین یزعمون انہم امنوا" سے لے کر "احسانا وتوفیقا" تک۔

ابن اسحاق وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جلاس بن صامت اپنی توبہ سے پہلے اور مقیب بن مشتیر اور رافع بن زید اور بشر مسلمان ہونے کا دعوی کرتے تھے ان کی قوم کے مسلمانوں نے ایک جھگڑے میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہونے کے لیے کہا جبکہ انھوں نے مسلمانوں کو کاہنوں کے پاس جانے کے لیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "الم ترا الی الذین یزعمون" (الآیہ)۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ یہود میں سے ایک آدمی اور منافقین میں سے ایک آدمی کے درمیان جھگڑا تھا اور دوسرے لفظ میں وہ آدمی جو اپنے آپ کو مسلمان گمان کرتا تھا تو یہودی نے اس

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۴۹-۲۴۸، الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵-۲۶۴، الدر المنثور ج ۲ ص ۱۷۹، روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلایا اس وجہ سے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ کوئی رشوت نہیں لیں گے فیصلہ میں تم دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ دونوں اپنا فیصلہ کاہن کی طرف لے جائیں گے جو جہینہ قبیلہ میں سے تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا" سے لے کر "ویسلموا تسلیما" تک۔

مسلمان کو قرآن کا فیصلہ ماننا چاہیے

ابن جریرؒ نے سلیمان تیمیؒ سے روایت کیا کہ حضرمی نے گمان کیا کہ ایک آدمی یہود میں سے اسلام لا چکا تھا اور اس کے اور یہود کے آدمی کے درمیان جھگڑا تھا حق کے بارے میں یہود نے اس سے کہا اللہ کے نبی کے پاس چلو اور وہ جانتا تھا کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ دیں گے تو اس نے انکار کر دیا تو دونوں کاہن کے پاس گئے اس کی طرف اپنا فیصلہ کرایا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "الم تر الی الذین یزعمون" (الآیہ)۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ آیت انصار میں سے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی اور ایک آدمی یہود میں سے تھا جن کے درمیان ایک حق کے بارے میں آپس میں جھگڑا تھا وہ دونوں کاہن کے پاس جھگڑا لے گئے جو مدینہ میں تھا اور دونوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیا اس بات پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو عیب لگایا۔ اور ہم کو بیان کیا گیا کہ یہودی اس کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلاتا تھا اور جانتا تھا کہ فیصلہ اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اور انصاری اس پر انکار کرتا تھا وہ جو گمان کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو سنتے ہو اس بات کا عیب لگایا اس شخص پر جو گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور

صاحب کتاب پر بھی عیب لگایا۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ یہودیوں میں سے اسلام لا چکے تھے اور بعض (ان میں سے) فیاض تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں قریضہ اور نضیر کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی آدمی نضیر میں سے قتل ہو جاتا اور اس کو بنو قریظہ نے قتل کیا تھا تو بنو نضیر مقتول کے بدلے میں قتل کر دیتے اور جب کوئی آدمی بنی قریظہ میں سے قتل ہو جاتا جس بنی نضیر نے قتل کیا ہوتا تو وہ اس کے ساٹھ وسق کھجور بطور دیت کے دے دیتے جب کچھ لوگ قریظہ اور نضیر میں سے مسلمان ہو گئے تو بنو نضیر میں سے ایک آدمی نے بنی قریظہ کے آدمی کو قتل کر دیا۔ دونوں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جھگڑا لے گئے نضیری نے کہا یا رسول اللہ ہم ان کو جاہلیت میں دیت دیا کرتے تھے اور ہم آج بھی ان کو دیت دیں گے۔ قریظی نے کہا نہیں لیکن (اب) ہم نسب اور دین میں تمہارے بھائی ہیں ہمارا خون تمہارے خون کی طرح ہے لیکن تم ہم پر غالب آ جاتے تھے جاہلیت میں اب اسلام آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور ان کو عار دلائی جو انھوں نے کام کیا اور لفظ آیت "وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس" (المائدہ آیت ۴۵) پھر ان کو عار دلائی۔ پھر نضیری کا قول نقل کیا ہے کہ ہم ان کو جاہلیت میں ساٹھ وسق دیا کرتے تھے اور ہم ان کے افراد کو (قصاص میں) قتل کر دیتے تھے اور وہ ہم میں سے کسی کو قتل نہ کرتے تھے پھر فرمایا لفظ آیت "افحکم الجاھلیۃ یبغون" (المائدہ آیت ۵۰) نضیری پکڑا گیا۔ اور اپنے ساتھی کے بدلے میں اسے قتل کر دیا۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے آپس میں فخر کیا بنو نضیر نے کہا ہم تم سے زیادہ قریبی ہیں قریظہ نے کہا ہم تم سے زیادہ عزت والے ہیں یہ سب لوگ مدینہ میں داخل ہو کر ابو برزہ اسلمی کاہن کے پاس گئے قریظہ اور نضیر میں منافقوں نے کہا ہم کو ابو برزہ کے پاس لے چلو وہ

ہمارے درمیان فیصلہ کرے انھوں نے اس کے پاس جانے کے لیے ایک دوسرے کو بلایا یہ سب لوگ ابو برزہ کی طرف چلے اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا بڑا کرو لقمہ کو (یعنی مجھے بہت سا مال دو جب میں فیصلہ کروں گا پھر کہتا اعظموا الخطہ انھوں نے کہا کہ تیرے لیے دس وسق (کھجور) ہے اس نے کہا نہیں بلکہ میری دیت سو وسق ہے اور میں خوف کرتا ہوں کہ میں نضیر کے حق میں فیصلہ کروں تو قریظہ والے مجھے قتل کردیں گے یا قریظہ کے حق میں فیصلہ کروں اور نضیر والے مجھے قتل کردیں گے انھوں نے دس وسق سے زیادہ دینے سے انکار کردیا اور اس نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت" سے لے کر "ویسلموا تسلیما" تک۔

ابن جریر وابن ابی حاتم نے عوفی کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت" میں الطاغوت ایک آدمی تھا یہود میں سے جس کو کعب بن اشرف کہا جاتا تھا جب ان کو بلایا جاتا تھا کہ آجاؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو انھوں نے کہا بلکہ ہم اپنا فیصلہ کعب کے پاس لے جائیں گے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت"۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ منافقین میں سے ایک آدمی اور یہود میں سے ایک آدمی نے آپس میں جھگڑا کیا منافق نے کہا کعب بن اشرف کے پاس چلو یہودی نے کہا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت "الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا"۔

ابن جریر نے ربیع بن انس سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے دو

آدمیوں کے درمیان جھگڑا تھا ان میں سے ایک مومن تھا اور دوسرا منافق تھا مومن نے اس کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلایا اور منافق نے اس کو کعب بن اشرف کی طرف بلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنفقین یصدون عنک صدودا"۔

منافق کے حکم رسول سے روگردانی

الثعلبیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت "الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا" منافقین میں سے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس کو بشر کہا جاتا تھا ایک یہودی سے اس کا جھگڑا تھا یہودی نے اس کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلایا اور منافق نے اس کو کعب بن اشرف کی طرف بلایا پھر ان دونوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بلایا اور منافق نے اس کو کعب بن اشرف کی طرف بلایا پھر وہ دونوں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنا فیصلہ لے گئے آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا منافق راضی نہیں ہوا۔ پھر اس نے کہا آ جاؤ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس اپنا فیصلہ لے جاتے ہیں یہودی نے عمرؓ سے کہا ہمارا فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کر دیا ہے۔ تو یہ آدمی آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا کیا ایسے ہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! عمرؓ نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ عمرؓ گھر میں گئے اور اپنی تلوار اٹھا کر لے آئے اور باہر آ کر اس منافق کی گردن اڑادی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر انھوں نے فرمایا میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں اس آدمی کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت" سے کعب بن اشرف مراد ہے۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ طاغوت سے مراد انسان کی صورت میں شیطان ہے جس کے پاس وہ اپنے فیصلے لے جاتے وہ ان کے حاکم ہوتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے وھب بن منبہؒ سے روایت کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے طواغیت کے بارے میں پوچھا جن کے پاس لوگ فیصلے لے کر جاتے تو انھوں نے فرمایا ایک جہینہ میں سے ایک بنو اسلم قبیلہ میں سے ایک ہلال قبیلہ میں سے اور ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی ہوتا اور وہ کاہن تھے جن کے پاس شیاطین آتے تھے۔

منافقوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا: (وَإِذَا دُعُوٓا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ إِذَا فَرِيقٌ مِّنۡهُم مُّعۡرِضُونَ)[النور:٤٨] "اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔" اس کے برخلاف مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (إِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ أَن يَقُولُوا سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَا وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ)[النور:٥١] "ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" اور مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا: (وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَا)[لقمان:٢١] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔"

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے لفظ آیت "واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول" کے بارے میں روایت کیا کہ سلمان نے منافق کو بلایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف تاکہ وہ فیصلہ فرمائیں۔

یعنی جب اپنے کرتوتوں کے سبب عتاب الٰہی کا شکار ہو کر مصیبتوں میں پھنستے ہیں تو پھر آ کر کہتے ہیں کہ کسی دوسری جگہ جانے سے مقصد یہ نہیں تھا کہ وہاں سے ہم فیصلہ کروائیں گے، یا آپ سے زیادہ ہمیں وہاں سے انصاف ملے گا، بلکہ مقصد صلح اور ملاپ کرانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم ان کے دلوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہیں (جس پر ہم انھیں جزا دیں گے) لیکن اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر ہی فرمایے اور وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی سازش کو عفو و درگزر، وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے بھی ناکام بنانے کی سعی کی جانی چاہیے۔ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب منافق مغلوب تھے، اسلام اور اس کے احکام اور عدالتیں غالب تھیں، اور منافق دوسرے لوگوں سے فیصلہ کرانے پر پشیمان ہو کر عذر پیش کرتے تھے۔

ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا: یعنی آپ کے پاس آ کر معذرت کرتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اوروں کے پاس جو گئے اور ان سے جو فیصلے کرائے تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی اور موافقت تھا، یہ نہیں کہ ہم ان کے فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

(فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ)[المائدة:٥٢] "پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔"

ابن المنذرؒ نے عطاءؒ سے لفظ آیت "یصدون عنک صدودا" کے بارے میں روایت کیا کہ صدود سے مراد ہے اعراض کرنا۔

ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " فکیف اذا اصابتہم مصیبۃ" سے مراد ہے جب ان کو ان کی جانوں کے بارے میں مصیبت پہنچی اس نے قرآن میں موجود امر کو بیان کیا یہ قرآن مجید کی وعید میں سے ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے لفظ آیت "اذا اصابتہم مصیبۃ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو کچھ ان کے ہاتھوں نے اپنی جانوں کے بارے میں آگے بھیجا تھا اور اس کو بیان کیا جو کچھ اس کو بیان کیا (پھر فرمایا) لفظ آیت "وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا"۔

ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " فکیف اذا اصابتہم مصیبۃ بما قدمت ایدیہم" سے مراد ہے کہ یہ سزا ان کے لیے ان کے نفاق اور اللہ کے حکم کو ناپسند کرنے کی وجہ سے ہے۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " فاعرض عنہم" ان سے اس بات کی وجہ سے اعراض کریں لفظ آیت "وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا" اور ان سے اس بارے میں اچھی بات کریں۔

﴿ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ ﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کے راز اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ان سے چشم پوشی کیجیے انھیں نصیحت کرتے رہو اور انھیں وہ بات کہو جو ان کے دلوں پر اثر کرنے والی ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں جو کفر و نفاق ہے، اللہ تعالیٰ اس سے خوف واقف اور باخبر ہے۔ان کی سب تاویلیں غلط اور قسمیں جھوٹی ہیں۔اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں اور حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا دعویٰ رد فرما دیں کیونکہ اس منافق کا کفر ظاہر ہو چکا تھا۔

اس کے بعد فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان منافقوں سے تغافل برتئے، ان کی سزا اور مواخذہ سے اعراض فرمایئے اور ان کے ساتھ ظاہر میں مسلمانوں جیسا معاملہ رکھئے اور دل کا حال اللہ کے سپرد کر دیجئے۔آپ ان کی حرکتوں سے مایوس نہ ہوں، ان کو برابر وعظ و نصیحت کرتے رہئے اور نفاق وکذب کے برے انجام سے ڈراتے رہئے۔شاید ان میں سے کوئی راہ راست پر آ جائے۔

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ

لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾

اور ہم نے جو بھی کوئی رسول بھیجا اس لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت (فرمان برداری) کی جائے اللہ کے حکم سے، اور اگر یہ لوگ (جنہوں نے یہ حماقت کی تھی) جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر، تو سیدھے آپ کے پاس آجاتے، اور اللہ سے معافی مانگتے (اپنے جرم کی) اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کیلئے (اپنے رب کے حضور) معافی کی درخواست کرتے، تو یقینا یہ لوگ اللہ کو پاتے بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا، انتہائی مہربان۔

ربط آیت: گزشتہ آیتوں میں منافقین کا ایک بڑا جرم بیان کرنے کے بعد، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بجائے کاہنوں کے پاس فیصلہ کے لیے گئے، یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی مزید تاکید فرمائی۔ معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ آگے اللہ نے نافرمانوں اور گناہ گاروں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی یا نافرمانی ہوجائے تو انھیں چاہیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آپ سے بھی درخواست کریں کہ آپ ان کی معافی کے لیے دعا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرمالے گا، ان پر رحم فرمائے گا اور انھیں معاف فرمادے گا۔

ارشاد فرمایا: (مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا)[النساء:۸۰] "جو رسول کی فرمان برداری کرے تو بیشک اس نے اللہ کی فرمان برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"[1]

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعیؒ متوفی ۷۷٤ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گنہگاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہوجائے تو وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آکر استغفار کریں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے' مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں' انھوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے۔ (آیت) "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک"۔ الآیہ، اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں' پھر اس نے دو شعر پڑھے:

۱۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالیٰ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول):۷۱۳۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة۔۔الخ:۱۸۳۵]

اے وہ جوزمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف وکرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا، عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (۱)

ابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" سے مراد ہے کہ ان کے لیے واجب ہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں جن کو اللہ چاہتے ہیں (یعنی رسولوں کی) اور وہ کسی ایک بھی اطاعت نہیں کرتا مگر اللہ کے حکم سے اطاعت کرتا ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ یہ آیت "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم" ایک یہودی اور ایک مسلمان کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ کعب بن اشرف کے پاس لے گئے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ استغفار دو طرح پر ہیں ایک کلام میں اور ایک عمل میں کلام میں استغفار اس لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول" اور عمل والے استغفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "وما کان معذبہم وہم یستغفرون" (الانفال آیت ۳۳) یہاں یہی مراد ہے کہ وہ ایسا عمل کریں جو مغفرت طلب کرنے والا ہے جبکہ تو جانتا ہے کہ عنقریب لوگ آگ میں داخل ہوں گے حالانکہ وہ اللہ

۱۔(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۳۲۹۔۳۲۸، الجامع لاحکام القرآن ج۵ ص۲۶۵، البحر المحیط ج۳ ص۶۹۴، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج۱ ص۳۹۹)

تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوں گے اپنی زبانوں سے ان لوگوں میں سے جو اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور مساوی ملتوں میں سے (جو مسلمان نہیں)۔

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ ﴾

پس قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کو منصف نہ بنائیں اپنے تنازعات میں، پھر جو فیصلہ آپ کردیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں۔

شان نزول: آیت ”فلا وربک لایؤمنون حتی“

ائمہ ستہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ کا ایک شخص سے حرہ کی زمین کی سیرابی کے بارے میں کچھ جھگڑا ہوا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، اے زبیر اپنی زمین کو اولا خوب پانی دو اور پھر پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو، وہ شخص کہنے لگا یہ فیصلہ اس لیے ہے کہ زبیرؓ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

یہ سن کر حیرت اور غصہ کے مارے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرہ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا، آپ نے فرمایا زبیر! پانی دینے کے بعد روکے رکھو یہاں تک کہ پانی ڈولوں پر سے نکلنے لگے، اس کے بعد

اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑو، اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صاف طور پر حضرت زبیرؓ کو اس کا پورا حق دے دیا اور اس سے پہلے ایسی چیز کی طرف اشارہ فرمایا تھا جس میں دونوں کے لیے سہولت تھی، زبیرؓ فرماتے ہیں۔ یہ آیتیں اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

طبرانیؒ نے کبیر میں اور حمیدیؒ نے اپنی مسند میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کا ایک شخص سے جھگڑا ہوا، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ فرما دیا، وہ شخص کہنے لگا یہ فیصلہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس لیے کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ قسم ہے آپ کے پروردگار کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے، (الخ)۔

نیز ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن مسیبؓ سے فرمان خداوندی (آیت) "فلا وربک" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت زبیر بن عوامؓ اور ایک دوسرے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے، دونوں میں پانی کے بارے میں تنازع تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ پہلے بلندی والی زمین کو پانی دیا جائے اس کے بعد نچلی زمین کو۔

اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے اسودؒ سے روایت کیا ہے کہ دو شخص رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں جھگڑتے ہوئے آئے، آپ نے دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا، وہ کہنے لگا کہ ہم حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس فیصلہ لے کر جائیں چنانچہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے، تو اس کا ساتھی کہنے لگا کہ میرے حق میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فیصلہ فرما دیا تھا مگر یہ کہنے لگا کہ عمرؓ کے پاس ہم فیصلہ لے جائیں حضرت عمرؓ نے اس دوسرے شخص سے پوچھا کیا ایسا ہی ہے اس نے کہا جی ہاں، حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی جگہ ٹھہرو، میں ابھی آ کر تمہارا فیصلہ کردوں گا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ ان دونوں کے پاس اپنی تلوار سونت کر تشریف لائے اور اس شخص کو جس نے یہ کہا کہ حضرت عمرؓ سے فیصلہ کروائیں گے، قتل کر دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یہ روایت مرسل غریب ہے۔

اور اس کی سند میں ابن لھیعہ ہے مگر اس روایت کے دیگر شواہد موجود ہیں، اسی روایت کو رحیم نے اپنی تفسیر میں عتبہ بن ضمرہ عن ابیہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام امور میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فیصل نہیں مان لیتا۔ اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور عمل کے ذریعے سے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا، یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کرلے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں شبہ تک باقی نہ رہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر مومن ہونے کی تین شرطیں بیان کی ہیں، پہلی یہ کہ کسی بھی جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ لے جایا جائے، دوسری یہ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلے پر دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کی جائے اور تیسری یہ کہ صاف اعلان کر کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا

جائے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکر یہ ہے جن کے امام یا پیر کے خلاف کوئی آیت یا حدیث آجائے تو وہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ ماننے سے بھی صاف انکار کردیتے ہیں کہ کیا ہمارے امام کو اس آیت وحدیث کا علم نہ تھا؟ یا پھر اس کی تاویل کرنے، اسے ضعیف بنانے یا اسے منسوخ قرار دینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کردیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت کے صریح الفاظ کے مطابق نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلہ کے خلاف دل میں ذرہ بھر تنگی یا ناپسندیدگی محسوس کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔ مومنوں کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)[النور:۵۱] ”ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا)[الاحزاب:۳۶] ”اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔“

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موجودگی میں مقام حرہ کی ایک نالی کے پانی کے بارے میں سیدنا زبیرؓ سے جھگڑا ہوگیا، جس سے وہ کھجور

کے درختوں کو پانی دیتے تھے۔ انصاری نے کہا، پانی کو چھوڑ دو، بہتا رہنے دو (روکو نہیں)۔ زبیرؓ نے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے مقدمہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زبیرؓ سے فرمایا: "اے زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف روانہ کر دیا کرو۔" یہ سن کر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور کہا، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لیے فرمایا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: "زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی روک لو، یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک آجائے تو پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑنا۔" اس طرح انصاری کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ناراض کرنے کے بعد آپ نے اپنے صریح حکم کے مطابق سیدنا زبیرؓ کو اختیار دیا کہ وہ اپنا حق پورا پورا وصول کر لیں، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے جو صورت پیش فرمائی تھی، اس میں دونوں کے لیے سہولت تھی۔ سیدنا زبیرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ [1]

زبیر بن عربیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا، میں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ اس آدمی نے کہا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں ازدحام میں پھنس جاؤں (تو کیا پھر بھی میں استلام کروں؟) اور آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر لوگ مجھ پر غالب آجائیں (تو کیا پھر بھی

۱۔[مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب اتباعہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۲۳۵۷۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب (فلا وربک لا یؤمنون۔۔الخ): ٤٥٨٥]

مجھے استلام کرنا ہوگا؟) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا، یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ" آپ کا کیا خیال ہے" اسے یمن میں چھوڑ آؤ، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ (۱)

سالم بن عبداللہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اگر تمہاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انھیں مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔" یہ حدیث سن کر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے بلال بن عبداللہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم تو انھیں ضرور منع کریں گے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہا کہ میں نے آج تک انھیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں دیکھا اور انھوں نے فرمایا، میں تمھیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم انھیں ضرور منع کریں گے۔ (۲)

عبداللہ بن بریدہؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مغفلؓ نے اپنے ایک شخص (رشتہ دار) کو دیکھا کہ وہ پتھر یا کنکریاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو انھوں نے کہا، ایسا مت کرو، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے منع کیا ہے، یا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے ناپسند فرماتے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے: "اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے دشمن کا خون بہایا جا سکتا ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کسی کا دانت توڑ دیں اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیں۔" اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن مغفلؓ نے اسی آدمی کو پھر دیکھا کہ وہ اسی طرح کنکریاں یا پتھر اٹھا

۱۔[بخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر: ۱٦۱۱]

۲۔[مسلم، کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء إلی المساجد۔۔۔ الخ: ٤٤۲/۱۳۵]

اٹھا کر پھینک رہا ہے تو وہ کہنے لگے، میں تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، یا اسے ناپسند کیا ہے اور تم پھر بھی اسی طرح کنکریاں پھینک رہے ہو! میں تم سے اتنا عرصہ بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا، میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ [1]

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "حرجا" سے مراد ہے شک کرنا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن المنذرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "حرجا" سے گناہ مراد ہے۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کہا جس نے زبیر سے جھگڑا کیا تھا اور وہ انصار میں سے تھا اس نے کہا میں نے فیصلہ تسلیم کرلیا۔

ابن المنذرؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ ایک انصاری نے "الماء من الماء" (یعنی غسل جنابت) کے بارے میں تنازعہ کیا۔ انھوں نے ان سے فرمایا تم بتاؤ اگر میں اس بات کو مان لوں جو تم کہتے ہو حکم اس طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو اس کے باوجود میں غسل کروں؟ تو انصاری نے کہا نہیں اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تیرے سینے میں کوئی تنگی نہ ہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلہ کے بارے میں (واللہ اعلم)۔

﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا

1۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف والبندقۃ: ۵۴۷۹۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحۃ ما یستعان بہ علی الاصطیاد والعدو وکراہۃ الخذف: ۱۹۵۴]

يُوعَظُونَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾ وَّاِذًا
لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا
مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر و یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔(٦٦) اور اس صورت میں ہم انھیں اپنے پاس سے بہت بڑا اجر دیتے۔(٦٧) اور ہم ان کو ضرور سیدھے راستے پر چلاتے۔(٦٨)

شان نزول:(آیت)"ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری اور ایک یہودی نے آپس میں فخر کیا، یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود کشی فرض کی تو ہم نے خودکشی کر لی، ثابت بولے اللہ کی قسم اگر ہم پر بھی خودکشی فرض کی جاتی تو ہم ایسا کر لیتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ان آیات کے نزول کا سبب یہ ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس اور ایک یہودی نے باہم تفاخر کیا، یہودی

نے کہا: اللہ کی قسم! ہم پر اپنے آپ کو قتل کرنا فرض کیا گیا تھا ہم نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ (۱)
اور ہمارے مقتول ستر ہزار تک پہنچ گئے ثابت نے کہا اللہ کی قسم! اگر اللہ ہم پر فرض کرتا تو اپنے آپ کو قتل کرو تو ہم ایسا کرتے۔ ابو اسحاق السبیعی نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی؛ (آیت) "ولوانا کتبنا علیھم"۔ تو ایک شخص نے کہا: اگر ہمیں حکم دیا جاتا تو ہم ایسا کرتے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں عافیت دی، یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:
ان من امتی رجالا الایمان اثبت فی قلوبھم من الجبال الرواسی۔ (۲)
میری امت کے کچھ ایسے لوگ ہیں ایمان ان کے دل میں مستحکم پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوطی سے موجود ہے۔ ابن وہبؒ نے کہا: مالکؒ نے کہا: یہ کہنے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اسی طرح مکی نے کہا: وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ نقاشؒ نے ذکر کیا کہ وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: اگر ہم پر یہ فرض کیا جاتا تو میں اپنے نفس اور اپنے گھر والوں سے اس حکم کی تعمیل کا آغاز کرتا۔ (۳)
اس آیت کا تعلق بھی منافقین سے ہے اور اس میں ان کو اخلاص اور ترک نفاق کی ترغیب دی گئی ہے، یعنی چاہیے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں جان و مال کی بالکل پروا نہ کی جائے۔ مگر یہ ایسے ہیں کہ اگر کہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی جانیں ہلاک کر ڈالنے، یا اپنے گھر چھوڑ دینے کا حکم دے دیتا تو یہ اس کو کب بجا لانے والے تھے۔ جو حکم ہم نے انھیں دیے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں۔ نصیحت

۱۔(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۷۰ دار الکتب العلمیہ)
۲۔(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۷۰ دار الکتب العلمیہ)
۳۔(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۷۰ دار الکتب العلمیہ)

مانیں اوران احکام پر چلیں تو نفاق جاتا رہے گا، ایمان کامل نصیب ہوگا، اس امر کو غنیمت سمجھیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم " سے مراد یہودی ہیں (جن کو آپس میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اگر عربوں کو بھی اس کے حکم دیا جاتا جیسا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے اصحاب کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو خنجروں سے قتل کریں۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے سفیانؒ سے روایت کیا کہ یہ آیت "ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلواانفسکم" ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے بارے میں یہ بھی نازل ہوئی" واتوا حقہ یوم حصادہ" نازل ہوئی۔

ابن جریروابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ثابت بن قیس بن شماس اور ایک یہودآدمی نے آپس میں فخر کیا یہودی نے کہا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہم پر لکھ دیا کہ اپنی جانوں کو قتل کریں تو ہم نے اپنی جانوں کو قتل کیا ثابتؓ نے کہا اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ ہم پر لکھ دیں (یعنی فرض کریں) کہ اپنی جانوں کو قتل کرو تو ہم اپنی جانوں کو قتل کردیں گے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت" ولوانھم فعلواما یوعظون بہ لکان خیرالھم واشد تثبیتا"۔

ابن جریرؒ نے ابن اسحاق سبیعیؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت"ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلواانفسکم" نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کہا اگر ہم کو حکم ہوا تو ہم کر گزریں گے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو عافیت دی یہ بات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے فرمایا میری امت میں ایسے لوگ ہیں کہ ایمان ان کے دلوں میں مضبوط پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

ابن المنذرؒ نے اسرائیل کے طریق سے زہد بن حسنؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لفظ

آیت ”ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم “ تو انصار میں سے کچھ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ ہم پر لکھ دیتے تو ہم قبول کر لیتے ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو عافیت دی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا انصار کے ان لوگوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ہشامؒ کے طریق سے حسن بصریؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ”ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم “ نازل ہوئی تو صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا اگر ہمارے رب ایسا حکم فرمادیتے تو ہم پورا کرتے یہ بات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت ”ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم “ جب نازل ہوئی تو ابوبکر صدیق نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اگر مجھ کو حکم ہوتا کہ اپنی جان کو قتل کر تو ایسا کر لیتا آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ تو نے سچ کہا۔

عبداللہ بن رواحہؓ کی فضیلت

ابن ابی حاتمؒ نے شریح بن عبیدؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ”ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم اواخرجوا من دیارکم مافعلوہ الاقلیل منھم“ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تلاوت فرمائی تو اپنے ہاتھ سے عبداللہ بن رواحہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اس کا حکم فرماتے تو یہ ان قلیل لوگوں میں سے ہوتے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سفیانؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

ارشاد فرمایا اگر یہ حکم نازل ہوتا ابن ام عبداللہ علیہ ان میں سے ہوتے۔

ابن المنذرؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوتے جو اپنی جان کو قتل کر دیتے۔

ابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ عبداللہ بن مسعود اور عمار بن یاسرؓ ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کہ "واشد تثبیتا" سے مراد ہے تصدیق کرنے والا۔

یعنی اگر اللہ تمہیں خود کو قتل کرنے یا ترک وطن کا حکم دیتا تو اس میں مومنوں کے لیے اسی میں بہتری ہوتی کہ وہ ایسا کر گزریں اور جو ایسا کر گذرتے اللہ انھیں بڑا اجر عظیم عطا فرماتا۔ حدیث مبارکہ میں ہے عمر فاروقؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عمار بن یاسرؓ، اور دیگر صحابہؓ نے کہا۔

واللہ اگر اللہ ہمیں حکم دے تو ہم بھی یہود کی طرح خود کو قتل کرنے یا گھر بار چھوڑنے سے دریغ نہیں کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں بعض لوگ (صحابہ کی طرح) وہ ہیں جن کا ایمان بلند پہاڑوں سے بھی مضبوط ترین ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول پر ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ واللہ اگر آپ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیتے تو میں ایسا ضرور کر گزرتا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، صدقت یا ابا بکر، اے ابوبکر تم نے سچ کہا۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر ایسا حکم اترتا تو ابن ام عبد انہی میں سے ہوتا۔ (۱)

ا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

معلوم ہوا صحابہ کرام حکم رسول پر خود کو قتل کرنے کے لیے تیار تھے گویا انھیں اپنی جان سے بڑھ کر حکم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیارا تھا۔

ولہدینہم صراطا مستقیما اور ہم ان کو ضرور سیدھا راستہ بتا دیتے۔ جس پر چل کر وہ بارگاہ قدس تک پہنچ جاتے۔ طبرانیؒ نے قابل قبول سند سے اور ابو نعیم وضیاءؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آجاتی ہے تو جب تک حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل نہ کرلوں قرار نہیں آتا لیکن جب مجھے اپنی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موت کا تصور ہوتا ہے تو جانتا ہوں کہ (مرنے کے بعد یہ شرف زیارت حاصل نہ ہو سکے گا کیونکہ) آپ جنت میں انبیاء کے ساتھ اونچے درجہ میں ہوں گے اور میں اگر جنت میں پہنچ بھی گیا تو اندیشہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): کو نہ دیکھ سکوں گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ کلام سن کر کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ جبرائیل (علیہ السلام) آیت ذیل لے کر آئے۔

یعنی سب کی جانوں کا مالک چونکہ خدا تعالیٰ ہے اس لیے اس کے حکم میں کسی کو جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔ سو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو کہیں اپنی جانوں کے ہلاک کر ڈالنے اور جلا وطن ہو جانے کا حکم فرما دیتا جیسے کہ بنی اسرائیل پر حکم کر دیا تھا تو بجا نہ لاتے اس حکم کو مگر گنے چنے صرف سچے اور پکے ایمان والے۔ یہ منافق ایسے حکم پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ اب ان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کو ہم نے جو حکم دے رکھے ہیں وہ محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی کے ہیں نہ جان کی ہلاکت کا حکم دیا گیا نہ جلا وطن ہونے کا۔ اگر انہی

آسان اور سہل حکموں پر چلیں تو نفاق بالکل جاتا رہے اور خالص مسلمان ہو جائیں مگر افسوس سمجھتے نہیں اور حالت موجودہ کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ذرا سی بات میں دین و دنیا دونوں درست ہوئے جاتے ہیں۔

﴿ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ‌ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ‏ ﴿۶۹﴾ ذٰ لِكَ الۡـفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾ ﴾

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمان برداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ اشخاص کتنے اچھے ساتھی ہیں۔(۶۹) یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا کافی ہے۔(۷۰)

شان نزول: (آیت) "ومن یطع اللہ والرسول"

طبرانی اور ابن مردویہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں اور میں جس وقت گھر میں ہوتا ہوں اور پھر آپ کی

یاد آتی ہے تو آپ کا دیدار کیے بغیر ہرگز صبر نہیں آتا اور جس وقت اپنی موت اور آپ کے انتقال فرمانے کے بارے میں خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ آپ جس وقت جنت میں تشریف لے جائیں گے تو آپ انبیاء کرامؑ کے ساتھ درجات عالیہ میں تشریف فرما ہوں گے اور میں اس سے کہیں خاصی کم درجہ کی جنت میں جاؤں گا تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں آپ کے دیدار سے محروم نہ رہوں، (حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کس قدر والہانہ محبت ووابستگی کا اظہار ہے) رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس بات کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا پھر جبرائیل امین اس آیت کریمہ کو لے کر آپ پر نازل ہوئے۔

اور ابن ابی حاتمؒ نے مسروقؒ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک لمحہ کے لیے بھی ہمیں آپ سے علیحدہ ہونا گوارہ نہیں، اگر آپ کا وصال ہم سے پہلے ہو گیا تو آپ درجات عالیہ کی طرف بلائے جائیں گے اور ہم آپ کا دیدار نہیں کر سکیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی نیز عکرمہؒ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک نوجوان رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دنیا میں تو ہم آپ کے دیدار سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں اور آخرت میں آپ کا دیدار نہ کر سکیں گے کیونکہ آپ جنت میں درجات عالیہ میں ہوں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس نوجوان سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔

اور ابن جریرؒ نے اسی طرح سعید بن حبیبؒ، مسروقؒ، ربیعؒ، قتادہؒ، سدیؒ سے مرسل روایات روایت کی ہیں۔

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت

میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا ہوا میں تم کو غمزدہ کیوں دیکھ رہا ہوں' اس نے کہا: اے اللہ کے نبی میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم ہر صبح وشام آپ کے چہرے کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں' کل جب آپ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے' اور ہم آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں تو ہمارا کیا حال ہوگا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ ١

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بیان فرماتے ہوئے سنا: "جب بھی کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔" چنانچہ مرض الموت میں جب آپ کی طبیعت انتہائی ناساز تھی تو میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: (مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا) [النساء:٦٩] چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو بھی اس وقت دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ ٢

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو دنیا و آخرت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رہنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ جیسا کہ ربیعہ بن کعب اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم

١۔ (جامع البیان ج ٥ ص ١٠٤' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ھ)

٢۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (فأولئک مع الذین أنعم اللہ):٤٥٨٦۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ أم المومنین: ٢٤٤٤/٨٦]

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس رات بسر کیا کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کا اہتمام کر دیا کرتا تھا، ایک دن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”کچھ مانگ لو۔“ میں نے عرض کی، (اے اللہ کے رسول!) میری درخواست یہی ہے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ”کوئی اور سوال؟“ میں نے عرض کی کہ دوبارہ بھی یہی التماس ہے، اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے معاملہ میں میری مدد کرو۔“ ١

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت میں اخلاص اور اطاعت کی یہ برکت ہے کہ اگر عمل میں کچھ کمی بھی ہوئی تب بھی اخلاص واطاعت کی وجہ سے اتنے اونچے لوگوں کا ساتھ مل جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ابھی تک (اعمال میں) ان سے نہیں مل سکا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔“ ٢

حقیقت یہ ہے کہ اطاعت اور محبت لازم وملزوم ہیں، وہ محبت جس میں اطاعت نہ ہو جھوٹی ہے اور وہ اطاعت جس کی بنیاد محبت نہ ہو دکھلاوا ہے۔ ہاں محبت واخلاص کے ساتھ عمل واطاعت میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے پورا کر دے گا۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے زیادہ اچھا ساتھی کوئی نہیں اور اللہ کے فضل سے بڑی نعمت کوئی نہیں اور وہ لوگوں کے دلوں کے حالات خوب جانتا ہے کہ کسے کس کے ساتھ رکھنا ہے۔

١۔[مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود والحث علیہ:٤٨٩]

٢۔[بخاری، کتاب الأدب، باب علامۃ الحب فی اللہ عزوجل:٦١٦٩]

سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت ہے، ابوبکر و عمرؓ سے بھی محبت ہے، لہٰذا مجھے یہی امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا، گو کہ میں ان جیسے عمل نہیں کر سکا۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ذریعہ نجات ہے

مسلم و ابوداؤد والنسائیؒ نے ربیعہ بن کعب اسلمیؓ سے روایت کیا کہ میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس رات گزارا کرتا تھا اور میں آپ کے لیے وضو کا پانی اور دوسری ضروریات لایا کرتا تھا آپ نے فرمایا مجھ سے سوال کر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ دوسرا سوال کر، میں نے کہا وہی سوال ہے آپ نے فرمایا پھر میری مدد کر اپنی جان پر سجود کی کثرت کے ساتھ (یعنی نفل نمازوں کی کثرت کر)۔

احمدؒ نے عمرو بن مرہ جہنیؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوں اور اس بات کی بھی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں میں پانچ نمازیں پڑھتا ہوں، زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص ان اعمال پر مرے گا تو وہ نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا قیامت کے دن اسی طرح اور آپ نے اپنی انگلیوں کو کھڑا کیا جب تک وہ والدین کی نافرمانی نہ کرے۔

۱۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، باب مناقب عمر بن خطاب: ۳۶۸۸۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب المرء مع من أحب: ۱۶۳/۲۶۳۹]

احمد و احاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) معاذ بن انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے تو قیامت کے دن لکھا جائے گا نبیوں صدیقوں اور شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں (ان شاء اللہ)۔

بخاری و مسلم و ابن ماجہؒ نے عائشہؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اور آپ اسی بیماری میں تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی آپ کو گلے کی تکلیف ہوئی میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ لفظ آیت "مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدقین والشھداء والصلحین" تو میں نے جان لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔

ابن جریرؒ نے مقدادؓ سے روایت کیا کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی بیوی کے بارے میں فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے بعد ان کے لیے صدیقین ہوں گے پھر فرمایا تمہاری مراد صدیقین سے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمارے وہ اولاد جو چھوٹی عمر میں فوت ہو گئیں آپ نے فرمایا نہیں لیکن صدیقین سے مراد ہے تصدیق کرنے والے۔

پھر فرمایا ذٰلِکَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰہِ کہ یہ مہربانی اللہ کی طرف سے ہے کہ اس نے اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی توفیق دے دی اور اسی میں لگائے رکھا۔ یہاں تک کہ آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب ہوا جو اللہ کے مقرب بندے ہیں۔

آخر میں فرمایا (وَ کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیۡمًا) یعنی اللہ تعالیٰ جاننے والا کافی ہے، اسے ہر عمل کا پتہ ہے اور وہ عمل کرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ خُذُواْ حِذۡرَكُمۡ فَٱنفِرُواْ ثُبَاتٍ أَوِ
ٱنفِرُواْ جَمِيعٗا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمۡ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنۡ أَصَٰبَتۡكُم
مُّصِيبَةٞ قَالَ قَدۡ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيَّ إِذۡ لَمۡ أَكُن مَّعَهُمۡ شَهِيدٗا ﴿٧٢﴾
وَلَئِنۡ أَصَٰبَكُمۡ فَضۡلٞ مِّنَ ٱللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمۡ تَكُنۢ بَيۡنَكُمۡ
وَبَيۡنَهُۥ مَوَدَّةٞ يَٰلَيۡتَنِي كُنتُ مَعَهُمۡ فَأَفُوزَ فَوۡزًا عَظِيمٗا ﴿٧٣﴾ ﴾

اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان ہر وقت تیار رکھو، پھر جیسا موقع ہوا الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ (۷۱) اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ (۷۲) اور اگر تمہیں کوئی اللہ کا فضل اور انعام پہنچے تو اس طرح کہ گویا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی رشتہ محبت ہے ہی نہیں، کہتے ہیں اے کاش میں بھی اگر ان کے ساتھ ہوتا کہ ایک بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔ (۷۳)

ربط آیات:

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق وعید نازل فرمائی تھی، اور ان کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا تھا، ان آیتوں میں مسلمانوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور کافروں سے جہاد کے لیے سامان جنگ تیار رکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ کہیں کفار اچانک حملہ نہ کر دیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا حال بیان فرمایا جو جہاد کی راہ میں روڑے اٹکانے والے تھے، اس سے پہلی آیات میں مسلمانوں کے ملک کے داخلی اور اندرون ملک کی اصلاح کے لیے آیات نازل فرمائی تھیں اور اب بیرون ملک اور میدان جنگ کے سلسلہ میں ہدایت نازل کی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا جو سب سے مشکل اطاعت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے کی تیاری رکھیں اور یہ حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلحہ بھی تیار رکھا جائے اور ہر طرح کا ساز و سامان بھی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار بھی کیا جائے۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "خذوا حذرکم" سے مراد ہے تم تیاری کر لو ہتھیاروں سے (یعنی اپنا اسلحہ لے لو)۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فانفروا ثبات" سے مراد ہے علیحدہ علیحدہ ہو کر چھوٹے لشکروں کی صورت میں نکلو۔ "او انفروا جمیعا" یا سب اکٹھے نکلو۔

الطستیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ان سے نافع بن ازرقؒ نے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول "فانفروا ثبات" کے بارے میں بتائیے انھوں نے فرمایا اس سے مراد ہے دس اور جو اس

سے اوپر ہو پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے عمرو بن کلثوم ثعلبیؒ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا؟ فامایوم خشیتنا علیھم فتصبح خیلنا عصبا ثباتا ترجمہ: ان کے خلاف ہماری جنگ کے دن ہمارے گھوڑے دس دس کی ٹولیوں میں نکلتے ہیں۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن المنذر وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے اپنی سنن میں عطاءؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سورہ نساء میں (یہ آیت) " خذوا حذرکم فانفروا ثبات اوانفروا جمیعا " سے مراد ہے جماعت بنا کر بھی اور متفرق بھی نکلو یا سب نکلو پھر فرمایا اس حکم کو اس آیت " وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ " (الانعام آیت ۱۴۱) نے منسوخ کر دیا۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ " ثبات " سے مراد ہے چھوٹی جماعتیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " فانفروا ثبات " سے مراد ہے جماعت یا گروہ (پھر فرمایا) " اوانفروا جمیعا " یعنی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ سب نکلو۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " اوانفروا جمیعا " یعنی جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روانہ ہوں تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ پیچھے رہ جائے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت " وان منکم لمن لیبطئن " سے لے کر " فسوف نؤتیہ اجرا عظیما " تک کے بارے میں روایت کیا کہ جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ منافق کے بارے میں ہے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " وان منکم لمن لیبطئن " کے بارے میں یہ بات ہم کو پہنچی ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی سلول منافقین کا سردار مراد ہے، اور "

لیبطئن" یعنی تم میں سے وہ بھی ہیں جو جہاد سے بیٹھ رہتے ہیں" فان اصابتکم مصیبۃ" یعنی جب کوئی تکلیف دشمن کی طرف سے یا زندگی میں مشقت پہنچتی ہے (پھر کہتا) "قال قد انعم اللہ علی اذلم اکن معھم شھیدا" کہ (اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا) میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا اگر ان کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی ویسی ہی تکلیف پہنچتی جیسی ان کو تکلیف پہنچی (پھر فرمایا) لفظ آیت "ولئن اصابکم فضل من اللہ" یعنی اگر فتح ہوجاتی یا غنیمت یا رزق میں وسعت مل جاتی (پھر) فرمایا "لیقولن" یعنی وہ منافق کہتا اور وہ نادم ہوتا پیچھے رہ جانے میں" کان لم تکن بینکم وبینہ مودۃ" یعنی وہ کہتا تھا گویا کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی محبت کا فرشتہ موجود نہیں اور وہ کہتا ہے "یلیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما" یعنی تو وہ کہتا ہے ہائے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا اور غنیمت سے وافر حصہ پاتا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان منکم لمن لیبطئن" سے مراد ہے کہ تم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو جہاد سے اور اللہ کے راستے میں جنگ کرنے سے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں لفظ آیت "فان اصابتکم مصیبۃ قال قد انعم اللہ علی اذلم اکن معھم شھیدا" فرمایا یہ جھوٹ بولنے والے کا قول ہے (اور) "ولئن اصابکم فضل من اللہ لیقولن" فرمایا یہ قول ہے حسد کرنے والے کا۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان منکم لمن لیبطئن" سے مراد ہے کہ منافق جو مسلمان کے جہاد فی سبیل اللہ سے دیر لگاتا ہے "فان اصابتکم مصیبۃ" یعنی اگر تم کو مصیبت پہنچ جائے کسی دشمن سے مسلمان کے قتل ہوجانے سے تو "قال قد انعم اللہ علی اذلم اکن معھم شھیدا" فرمایا یہ قول ہے دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونے والے کا (اور) "ولئن اصابکم فضل من اللہ" کہ اگر مسلمان غالب ہوتے اپنے دشمنوں پر اور ان کو غنیمت کا مال مل جاتا "لیقولن" فرمایا یہ قول حاسد کا ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "الذین یشترون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ" کہ وہ بیچ ڈالتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں۔

مجاہد غازی ہو یا شہید اجر کا مستحق ہے

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ "فیقتل" یعنی وہ مشرکوں سے لڑتے ہیں لفظ آیت "فی سبیل اللہ" یعنی اللہ کی اطاعت میں لفظ آیت "ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل" یعنی وہ اس کو قتل کردے "او یغلب" یعنی دشمن غلبہ پالے مشرکین میں سے "فسوف نؤتیہ اجرعظیما" یعنی وافر بدلہ جنت میں پھر قاتل اور مقتول مسلمان میں سے مشرکین کے جہاد میں دونوں اجر میں شریک ہوں گے۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین" یعنی کمزوروں کی راہ میں کیوں جہاد نہیں کرتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "المستضعفون" سے مراد مسلمانوں کے لوگ جو مکہ میں تھے وہ وہاں سے کہیں نکل سکتے ہیں۔

البخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کہ میں اور میری ماں ضعیف لوگوں میں سے تھے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ ایمان والوں کو حکم کیا گیا کہ وہ ان ضعیف لوگوں کی طرف سے قتال کریں جو مکہ میں تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے عائشہؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا" میں قریۃ سے مراد مکہ ہے۔ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مجاہد اور عکرمہؒ سے دونوں حضرت سے روایت کیا کہ "واجعل لنا من لدنک نصیرا" سے

مراد ہے حجت ثابت۔

ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا لفظ آیت "والذین کفروا یقاتلون فی سبیل اللہ الطاغوت" سے مراد ہے شیطان کے راستے میں۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب تم شیطان کو دیکھو تو اس سے خوف نہ کرو اور اس پر حملہ کردو(کیونکہ فرمایا) "ان کید الشیطن کان ضعیفا" مجاہدؒ نے فرمایا کہ شیطان مجھے نماز میں دکھائی پڑتا ہے تو میں ابن عباس کا قول یاد کرلیتا ہوں اور اس پر حملہ کردیتا ہوں تو وہ مجھ سے بھاگ جاتا ہے۔

وَإِنَّ منکم لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ ، یہ منافقین کا ذکر ہے جو جہاد میں جانے سے پس وپیش کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ پیچھے رہ جائیں، زمانہ نبوت میں منافقین کا ایک مستقل کام یہ تھا کہ نہ صرف یہ کہ خود جہاد میں شریک ہونے سے پس وپیش کرتے تھے بلکہ دوسروں کو روکنے کے لیے ہمت شکنی کا کام کرتے تھے، چنانچہ جنگ احد میں ان کی یہ حرکت بالکل بے نقاب ہوچکی تھی، آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ جہاں مسلمان کے لیے کوئی ایسا موقع ہوتا ہے تو وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے راستہ کا سنگ گراں ثابت ہوتے ہیں، چنانچہ تقریباً دو برسوں سے دیکھا جارہا ہے کہ جب بھی کوئی تحریک اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اٹھی ہے اسے سب سے پہلے ان پتھروں ہی سے سابقہ پڑتا ہے۔

یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے اور جنگ کے دوران میں ان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دیدہ ودانستہ اور حیلوں بہانوں سے جہاد پر نکلنے میں دیر کرتے ہیں اور پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر اس سفر جہاد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچے تو بڑے خوش ہوتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں پیچھے رہ گیا، ورنہ مجھے بھی وہی دکھ اٹھانا پڑتا جو دوسرے مسلمانوں نے اٹھایا ہے، اور اگر مسلمانوں کو فتح وخوشی نصیب ہو اور غنیمت کا مال ہاتھ لگے تو حسرت سے کہتے ہیں کہ اگر ہم بھی ان میں شامل ہوتے تو ہمارا بھی کام بن جاتا اور یہ جملہ وہ اس انداز سے ادا کرتے ہیں جیسے پہلے ان کا اور مسلمانوں کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں اور ان دونوں صورتوں میں انھیں محض دنیوی تکلیف اور دنیوی مفادات ہی کا احساس ہوتا ہے۔ اخروی زندگی یا رضائے الٰہی سے انھیں کبھی غرض نہیں ہوتی اور یہی ان کے منافق ہونے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کی دلیل ہے۔

اور اگر تمہیں کہیں فتح وغنیمت مل جاتی ہے تو ابن ابی منافق مال کے فوت ہونے پر افسوس کر کے کہتا تھا کہ میں ساتھ ہوتا تو مجھے بہت مال وغنیمت مل جاتی، اگر اسے غنیمت وغیرہ کی چیز کا شوق ہے تو اطاعت خداوندی میں ان لوگوں یعنی مومنین مخلصین سے جنہوں نے اس کو آخرت کے عوض خرید رکھا ہے مل کر جہاد کرے، نیز یہ معنی بیان کیے گئے ہیں اس آیت میں مومنین ہی کو کفار سے جہاد کرنے کی مزید تاکید کی گئی ہے، چنانچہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کے ثواب کو بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے یا وہ غالب آجائے دونوں صورتوں میں ہم جنت میں اسے اجر عظیم دیں گے۔

وَلَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فضل الخ اس آیت میں منافقین کے قلبی اضطراب کا ذکر ہے، یعنی اگر مسلمان کو کوئی مصیبت پیش آجائے تو منافق کہتے ہیں کہ مجھ پر خدا کا احسان وانعام ہے کہ میں ان کے ساتھ بروقت موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مارا جاتا، اور میرا بھی وہی حال ہوتا جو ان کا ہوا، یہ ایک بدترین جذبہ ہے کہ ایک انسان خود کو ایک جماعت کا فرد بھی تسلیم کرے اور اس پر مصیبت پڑے تو اپنی سلامتی پر یوں خوش بھی ہو۔ اور اگر مسلمانوں کو اللہ کا فضل یعنی مال غنیمت حاصل ہو تو حسرت وپشیمانی کا اظہار کرے کہ

معلوم ہو کہ مال و دولت ہی سب کچھ ہے اور اسی کی خاطر ربط و تعلق ہے اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں مصیبت سے دامن بچانا اور دولت کے ساتھ ہو لینا یہ ہر دور کے منافقوں کی عادت رہی ہے یہ اتنی واضح علامت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور علامت کی ضرورت ہی نہیں۔

﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾ ﴾

پس اللہ کی راہ میں جہاد کریں وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچتے ہیں، اور جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، پھر قتل کر دیا جاتا ہے، یا غالب ہوتا ہے تو اسے ہم عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے۔

دشمن سے چوکنا رہنے اور جہاد کی تیاری کرنے کے بعد، اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا دے کر آخرت خریدنا چاہتے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو چاہے شہید ہو جائیں یا غلبہ حاصل کر کے گھر کو لوٹیں، دونوں ہی حالتوں میں اللہ انھیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ: سیدنا ابو موسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا، کوئی آدمی مال غنیمت

کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں سے کون ہے جو اللہ کے راستے میں لڑنے والا متصور ہوگا؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، بس وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔“ [۱]

وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا: سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا، اس نے سوچا کیوں نہ میں لوگوں سے الگ تھلگ یہاں ٹھہر جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں؟ پھر سوچا لیکن میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا، جب تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت نہ لے لوں۔ سو اس نے سارا ماجرا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیان کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایسا نہ کرنا، بیشک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو آدمی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ کے راستہ میں لڑا، اس پر جنت واجب ہوگئی۔“ [۲]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص میرے راستہ میں نکلے، اس حال میں کہ اسے میرے راستہ میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنے کے علاوہ کسی اور چیز نے نہ نکالا ہو وہ شخص میری حفاظت میں ہے یا تو میں اس شخص کو جنت میں داخل کروں گا، یا میں اسے اس کے گھر میں واپس لوٹا

۱۔[بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العليا: ۲۸۱۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هی العليا: ۱۹۰٤]

۲۔[ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی الغدو والرواح فی سبیل الله: ۱٦٥٠۔ مستدرک حاکم: ۲/ ٦۸، ح: ۲۳۸۲]

دوں گا ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ۔“ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ میں ہر ایک کو سواری دے سکوں اور نہ وہ مسلمان اتنی وسعت کے مالک ہیں (کہ خود سواری کا انتظام کر سکیں) اور مسلمانوں پر یہ چیز دشوار گزرتی ہے کہ (میں تو میدان جنگ میں جاؤں) اور وہ میرے پیچھے (گھروں میں) رہ جائیں اور اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! میری تو خواہش یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) قتال کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔“ (١)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے، یہ مجاہد اس شخص کی مانند ہے جو (دن کو) روزہ رکھے اور (رات کو) نماز پڑھتا رہے۔“ (٢)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔“ (٣)

سیدنا ابوعبسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس بندے کے قدم

١۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله: ١٨٧٦]

٢۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مومن مجاهد بنفسه وماله: ٢٧٨٧]

٣۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله: ٢٧٩٠۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالىٰ للمجاهد: ١٨٨٤]

اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو جائیں تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا کہ اسے آگ بھی چھوئے۔“[۱]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“[۲]

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ۝٧٥ ﴾

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کئی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو (ظلم سے تنگ آ کر) عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! نکال ہمیں اس بستی سے ظالم ہیں جس کے رہنے والے اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی دوست اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

اب جہاد فی سبیل اللہ سے ان لوگوں کے اعراض کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں کہ اطاعت خداوندی میں

۱۔[بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله:۲۸۱۱]

۲۔[بخاری، کتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السیوف:۲۸۱۸]

کفار مکہ کے ساتھ کیوں جہاد نہیں کرتے، مکہ مکرمہ میں کمزور لوگ ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ مکہ والے مشرک وظالم ہیں اے اللہ! یہاں سے ہمیں باہر نکال دے اور ہمارے لیے غیب سے کوئی مددگار اور کوئی حامی بھیج دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے عتاب بن اسیدؓ کو معین ومحافظ بنا دیا۔

مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کرنا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مزید ترغیب دی اور جہاد کے خلاف حیلوں اور بہانوں کو زائل فرمایا ہے' اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے' جہاد کی وجہ سے شرک کے اندھیروں کی جگہ توحید کا نور پھیلتا ہے' شر اور ظلم کے بجائے خیر اور عدل کا دور دورہ ہوتا ہے اور مکہ میں تمہارے جو مسلمان بھائی مرد' عورتیں اور بچے کفار کے ظلم کا شکار ہیں' کفار ان کو ہجرت کرنے نہیں دیتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں' اور تم خود مکہ کی زندگی میں ان کے مظالم کا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے ہو بلالؓ' صہیب اور عمار بن یاسرؓ پر کس کس طرح مشق ستم کی جاتی تھی' سو کفار کے خلاف جہاد کر کے تم اپنے مسلمان بھائیوں کو کفار کی دست برد سے بچا سکتے ہو۔

اس کا تعلق بھی ترغیب جہاد سے ہے، یعنی دو وجوہ کی بنا پر تمہارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔ اول اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے، دوم ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔ مکہ معظّمہ میں بہت سے لوگ ایسے رہ گئے تھے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے تھے اور ان کے اقارب جو ایمان نہیں لائے تھے ان پر

تشدد کرنے لگے تھے، تاکہ اسلام سے پھیر کر ان کو کافر بنا لیں۔ پس (الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا) سے مکہ مراد ہے اور مشرک ہونے کی وجہ سے یا مظلوم مسلمانوں کو ستانے کی وجہ سے اس کے باشندوں کو ظالم کہا، سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ "مُسْتَضْعَفِيْنَ" یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔ [1]

مدینہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان "مستضعفین" کے حق میں نام لے کر دعا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے جب " سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ " کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: (اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ) "اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف (علیہ السلام) کے دور میں قحط پڑا تھا۔" [2]

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا: سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرما دے گا۔" [3]

۱۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ)۔۔الخ: ٤٥٨٧]
۲۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب یہوی بالتکبیر حین یسجد: ٨٠٤، ٤٥٩٨]
۳۔ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن: ٢٦٩٩]

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔“ (۱)

سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”باہمی محبت و مودت، لطف و کرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔“ (۲)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾﴾

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنھوں نے کفر کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بیشک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔

مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگ میں ہر ایک کا ہدف اور نصب العین:

اس آیت میں یہ بتایا کہ جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو اس جنگ سے

۱۔[بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم: ۲٤٤٢۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم: ۲۵۸۰]

۲۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المومنین وتعاطفھم وتعاضدھم: ۲۵۸٦۔ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبھائم: ٦۰۱۱]

کافروں کی غرض کیا ہوتی ہے اور مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہیے' کافر مادی مقاصد کے حصول کے لیے جنگ کرتے ہیں اور بت پرستی کا بول بالا کرنے کے لیے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کی حمایت میں لڑتے ہیں' ان کے پیش نظر زمین اور مادی دولت ہوتی ہے' نام ونمود اور اپنی بڑائی کے لیے اور دنیا میں اپنی بالا دستی قائم کرنے کے لیے لڑتے ہیں اور کمزور ملکوں کی زمین' ان کی معدنی دولت اور ان کے ہتھیاروں کو لوٹنے کے لیے لڑتے ہیں' اس کے برعکس مسلمانوں کے سامنے اخروی مقاصد ہوتے ہیں' وہ اللہ کی بڑائی اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہیں' وہ بت پرستی' کفر' شر اور ظلم کو مٹانے' نظام اسلام کو قائم کرنے' خیر کو پھیلانے اور عدل وانصاف کو نافذ کرنے کے لیے لڑتے ہیں' ان کا مقصد زمین کو حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے' وہ اپنے استعمار اور آمریت قائم کرنے کے لیے اور دوسروں کی زمین اور دولت پر قبضہ کرنے اور لوگوں کو اپنا محکوم بنانے کے لیے نہیں لڑتے بلکہ انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کرا کر سب لوگوں کو خدائے واحد کے حضور سربسجود کرانے کے لیے جہاد کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی ترغیب جہاد کے نکات

اپنے ملک کے دفاع اور کفار کے خلاف جہاد کے لیے اسلحہ کو حاصل کرنا توکل کیخلاف نہیں ہے' کیونکہ توکل کا معنی ترک اسباب نہیں ہے بلکہ کسی مقصود کے حصول کے اسباب کو فراہم کر کے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا توکل ہے۔

اسی طرح آلات حرب کو حاصل کرنا بھی تقدیر کے خلاف نہیں ہے بلکہ جہاد کی تیاری کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ اس رکوع کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ جہاد کیلیے پے در پے مجاہدوں کے دستے بھیجنا بھی جائز ہے

اور یک بارگی مل کر حملہ کرنا بھی جائز ہے اور یہ کہ ہر دور میں کچھ لوگ اپنی بدنیتی یا بزدلی کی وجہ سے یا غداری اور منافقت کی وجہ سے جہاد سے منع کرنے والے بھی ہوتے ہیں' لیکن مسلمان ان سے متاثر نہ ہوں بلکہ اخروی اجر و ثواب کی وجہ سے جہاد کریں' وہ جہاد میں غالب ہوں یا مغلوب ہر صورت میں ان کے لیے اجر ہے' نیز یہ بتایا ہے کہ جہاد کا ایک داعیہ اور سبب یہ ہے کہ جس خطہ زمین میں کافروں نے مسلمانوں کو غلام بنایا ہوا ہے یا ان کے ملک پر قبضہ کر کے ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا ہوا ہے' ان کو کافروں اور ظالموں سے آزاد کرانے کے لیے بھی جہاد کرنا چاہیے اور آخر میں یہ بتایا کہ کافروں کا جنگ میں کیا مطمح نظر ہوتا ہے اور مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہیے۔

ترغیب جہاد کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) جو شخص میرے راستہ میں جہاد کے لیے نکلا اور وہ شخص صرف مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسول کی تصدیق کی وجہ سے نکلا ہو۔ میں اس کا ضامن ہوں کہ اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں یا جنت میں داخل کر دوں' (آپ نے فرمایا:) اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر میں شامل ہوئے بغیر نہ رہتا' اور بیشک میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا اللہ عزوجل کی

۱۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۶' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۸۷۶' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۰۴۴' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۷۵۳)

راہ میں جہاد کرنا کسی عبادت کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے انھوں نے دو یا تین مرتبہ یہی سوال کیا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' تیسری بار آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھے' رات کو قیام کرے اور اللہ کی آیات کی تلاوت کرے اور وہ روزے اور نماز سے تھکتا نہ ہو۔ (۱)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت فضالہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر شخص کا خاتمہ اس کے عمل پر کر دیا جاتا ہے، ماسوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائے اس کا عمل قیامت تک بڑھایا جاتا رہے گا۔ (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل اعمال ہیں' ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ در آں حالیکہ تم صبر کرنے والے ہو' ثواب کی نیت کرنے والے ہو آگے بڑھ کر وار کرنے والے ہو پیچھے ہٹنے والے نہ ہو' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ اس شخص نے کہا میں نے کہا یہ بتایئے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ

۱۔(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۸۷۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۶۲۵)

۲۔(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۵۰۰' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۸۰۲' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴' مشکل الآثار ج ۳ ص ۱۰۲)

نے فرمایا ہاں بشرطیکہ تم صبر پر قائم ہو' اور تمہاری نیت ثواب کی ہو' تم آگے بڑھنے والے ہو پیچھے ہٹنے والے نہ ہو تو قرض کے سوا تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے' مجھ سے ابھی جبرائیل نے یہ کہا ہے۔ (۱)

امام ابو احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: شہید کو قتل ہونے سے صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔ (۲)

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس مسلمان شخص نے اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر بھی جہاد کیا اس کیلیے جنت واجب ہو گئی' اور جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا اس کا خوان بہا وہ جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کا بہت زیادہ خون بہہ رہا ہو گا اس خون کا رنگ زعفران کا ہو گا اور خوشبو مشک کی ہو گی۔ (۳)

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا: ارشاد فرمایا: (ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ)[الانفال: ۱۸] "بات یہ ہے! اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کی خفیہ تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔" اور فرمایا: (وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ)[المؤمن: ۲۵] "اور نہیں کافروں کی چال مگر سراسر ناکام۔" اور فرمایا: (اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ)[الطور: ۴۲] "یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔"

۱۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۸۸۵، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۱۸، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۱۵۶)
۲۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۱۶۱، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۶۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۰۲)
۳۔ سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۶۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۵۴۱، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۳۴۱، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۷۹۲)

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا
فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ
وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى
اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ
اتَّقٰى ۛ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۝٧٧ ﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر لڑائی فرض کر دی گئی ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کر دی؟ کچھ اور مہلت کیوں نہ دی؟ کہہ دو اس دنیا کی متاع بہت قلیل ہے اور جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے ان کے لیے آخرت اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ملک کے دفاع اور کفار کے خلاف جہاد کی تیاری کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ موت کے ڈر سے جہاد کرنے سے گھبراتے ہیں' اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جہاد سے منع کرنے والے کچھ ضعیف مسلمان اور منافقین تھے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ تم پر فتیل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا' فتیل کا معنی باریک دھاگا بھی ہے' اور کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سا چھلکا ہوتا ہے اس کو بھی فتیل کہتے ہیں۔

شان نزول: (آیت) "الم ترالی الذین قیل

امام نسائی اور حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور ان کے ساتھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم جب شرک کرتے تھے تو ظاہراً عزت دار تھے اور جب ہم ایمان لے آئے تو مختلف دینی پابندیوں کے سبب کفار کے ہاتھوں ذلیل ہو گئے، (لہذا جہاد کا حکم دیجیے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے ابھی معاف اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا اپنی قوم سے مت لڑو، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا، تب جہاد کا حکم دیا تو بعض کو دشوار محسوس ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا الخ۔ [۱]

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفیؒ ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہجرت سے پہلے بعض صحابہ کفار سے جلد جنگ کرنا چاہتے تھے' انھوں نے کہا آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم مشرکین سے مکہ میں قتال کریں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا ابھی مجھے کفار سے قتال کرنے کی اجازت نہیں ملی اور جب ہجرت ہو گئی اور مسلمانوں کو مشرکین سے قتل کرنے کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے اس کو مکروہ جانا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہئے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت بہت بہتر ہے۔ --(۱)

امام نسائیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور بعض دیگر صحابہ نے ایسا کہا تھا۔(۲)

مکہ میں مسلمان چونکہ تعداد اور وسائل کے اعتبار سے لڑنے کے قابل نہیں تھے، اس لیے مسلمانوں کی خواہش کے باوجود انھیں قتال سے روکے رکھا گیا اور دو باتوں کی تاکید کی جاتی رہی، ایک یہ کہ کافروں کے ظالمانہ رویے کو صبر اور حوصلے سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں، دوسرے یہ کہ نماز، زکوۃ اور دیگر عبادات پر عمل کا اہتمام کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ لیکن ہجرت کے بعد جب مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت مجتمع ہوئی تو پھر انھیں قتال کی اجازت دے دی گئی اور جب اجازت دے دی گئی تو بعض لوگوں نے کمزوری اور پست ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اس آیت میں انھیں مکی دور کی ان کی آرزو یاد دلا کر کہا جا رہا ہے کہ اب یہ مسلمان حکم جہاد سن کر خوف زدہ کیوں ہو رہے ہیں، جب کہ یہ حکم جہاد خود ان کی اپنی خواہش کے مطابق ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ خَشۡيَةً: سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوفؓ اور ان کے ساتھیوں

۱۔(جامع البیان ج ۵ ص ۱۰۸)

۲۔(سنن کبری ج ٦ ص ۳۲۵)

نے مکہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب ہم مشرک تھے تو عزت کے ساتھ رہ رہے تھے اور اب جب کہ ایمان لے آئے ہیں تو ہم ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مجھے عفو و درگزر کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم ان لوگوں سے ابھی جنگ نہ کرو۔" پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدینہ پہنچا کر جہاد کا حکم دیا تب کچھ لوگ جہاد سے رک گئے، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

(اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً)۔ (1)

وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ قُلۡ مَتَاعُ فَتِيۡلًا: اللہ تعالیٰ نے حالات کے سازگار ہونے پر سب سے پہلے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دی، ارشاد فرمایا: (اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيۡرُ ۙ)[الحج:۳۹] "ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔" جہاد فی سبیل اللہ کو فرض کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: (كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ)[البقرۃ:۲۱۶] "تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک

۱۔[السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ (ألم تر إلی الذین ۔۔ الخ): ۱۱۱۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱/۹، ح: ۱۷۷۴۱۔ مستدرک حاکم: ۲/۳۰۷، ح: ۳۲۰۰]

چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" منافقین کی بزدلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا: (وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ)[محمد: ۲۰] "اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔

"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ: لڑائی سے ہچکچانے والوں، کمزور ایمان والوں اور منافقین کا حوصلہ بلند فرمایا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ دوسری یہ کہ دنیا جتنی بھی ہو فانی اور انتہائی قلیل ہے، اور فانی اور باقی رہنے والی شے کا مقابلہ ہی کیا؟ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی ہے، جو ایک درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے اور پھر اس درخت کو چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔"[۱]

سیدنا مستوردؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "دنیا آخرت کے مقابلے میں اتنی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا (پانی) لے کر لوٹی ہے؟ (سمندر سے مراد آخرت کی زندگی اور انگلی کے ساتھ جو پانی آیا ہے اس سے مراد دنیا کی زندگی

۱۔[ترمذی، کتاب الزہد، باب [حدیث (مالدنیا إلا کراکب استظل): ۲۳۷۷]

ہے)۔"(۱)

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" فلما کتب علیہم القتال اذا فریق منہم" سے مراد ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ان جیسا کام کرنے سے منع فرمایا۔

ابن جریر وابن ابی حاتم وسدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت" الی اجل قریب" سے موت مراد ہے۔

ابن المنذرؒ نے وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ" الی اجل قریب" سے مراد ہے یعنی مرنے تک۔

ابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخؒ نے ہشامؒ سے روایت کیا کہ حسنؒ نے یوں پڑھا لفظ آیت" قل متاع الدنیا قلیل" اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ایسے بندے پر کہ جس نے اس (دنیا) سے دوستی لگائی دنیا اول سے آخر تک اس آدمی کی مانند ہے جس نے اپنی نیند میں بعض ایسی چیزوں کو دیکھا جن کو وہ پسند کرتا ہے پھر اس کے بعد بیدار ہوا تو کوئی چیز نہ تھی۔

ابن ابی حاتمؒ نے میمون بن مہرانؒ سے روایت کیا کہ دنیا قلیل ہے اور اس قلیل کا اکثر حصہ گزر چکا ہے اور اب قلیل میں بھی قلیل رہ گیا۔

﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَةٌ یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ

۱۔[ترمذی، کتاب الزہد، باب منہ حدیث (مالدنیا فی الآخرۃ۔۔الخ: ۲۳۲۳]

عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ

فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا ﴿۷۸﴾

تم جہاں کہیں بھی ہوتم کوموت پکڑ لے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر ان کوکوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے اور اگر ان کوکوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے، آپ فرما دیجیے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت پکڑ لے گی

جو لوگ بزدلی اختیار کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے سے کتراتے ہیں موت کے ڈر سے ایسا کرتے ہیں موت کا وقت مقرر ہے جب موت آئے گی مرنا ہی پڑے گا اور جہاں کہیں بھی ہوں موت پہنچ جائے گی۔ اس آیت میں فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں موت پکڑ لے گی، اگر چہ مضبوط قلعوں کے اندر ہو، موت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ صاحب معالم التنزیل۔ [۱]

لکھتے ہیں کہ آیت (اَيۡنَمَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ) منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب غزوہ احد میں مسلمان شہید ہو گئے تو منافقین نے کہا کہ (لَوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا مَا مَاتُوۡا وَمَا قُتِلُوۡا)

۱۔ (صفحہ ۲۵۳: ج۱)

(اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ وہ مرتے اور نہ مقتول ہوتے) اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کی بات کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں پکڑ ہی لے گی اگر مضبوط قلعے میں ہو تب بھی موت سے مفر نہیں۔

منافقوں اور یہودیوں کی احمقانہ باتیں

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ لوگ کہنے لگے کہ جب سے ان کی آمد ہوئی ہے ہمارے پھل کم ہوتے جا رہے ہیں اور کھیتوں کی پیداوار بھی گھٹتی جا رہی ہے انھیں جو کوئی تکلیف پہنچی یا پیداوار میں کمی ہوئی یا مہنگائی ہوگئی تو اسے انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آمد کی طرف منسوب کر دیا ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے آنے کی نحوست ہے، اچھی حالت کو تو انھوں نے اللہ کی طرف منسوب کیا اور جو کوئی چیزوں کی کمی یا مہنگائی کی زیادتی ہوگئی اسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف منسوب کر دیا، ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا (قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ) کہ آپ فرما دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ان سے فرما دیں کہ سب کچھ نعمت اور نقمت، خوشحالی اور بدحالی اللہ ہی کی طرف سے ہے، میرا اس میں کوئی دخل نہیں، نعمت تو محض اللہ کے فضل سے ہے اور نقمت و مصیبت کے آنے میں تمہاری بداعمالیوں کو بھی دخل ہے، لیکن ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے۔ پھر فرمایا (فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا) (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس نہیں پھٹکتے) باتوں کو سمجھتے تو کیا سمجھنے کے پاس بھی نہیں گزرتے ان کا جہل ان پر

غالب ہے۔ (۱)

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”این ماتکونوا“ یعنی زمین میں تم جہاں کہیں بھی ہو۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولو کنتم فی بروج مشیدۃ“ یعنی مضبوط محلات میں۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فی بروج مشیدۃ“ سے مراد ہے ایسے محلات جن پر پلستر کیا گیا ہو۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فی بروج مشیدۃ“ سے مراد آسمان دنیا میں بنائے ہوئے سفید محل ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا کہ ”فی بروج مشیدۃ“ سے آسمان میں محلات مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے سفیانؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ دیکھیں گے کہ یہ محل آسمان میں ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم وابونعیمؒ نے الحلیہ میں مجاہدؒ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے ایک عورت تھی اس کا ایک خادم تھا اس عورت نے ایک بچی کو جنم دیا اس نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اور میرے لیے آگ کا ایک انگارہ لے آؤ خادم چلا تو اچانک دو آدمی دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے اپنی ساتھی سے کہا اس عورت نے کیا جنا؟ اس نے کہا ایک بچی جنی ہے

۱۔(روح المعانی صفحہ ۸۸: ج ۵)

ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ بچی نہیں مرے گی یہاں تک کہ سو مردوں سے بدکاری کرے گی اور پھر خادم سے شادی کرے گی اور اس کی موت مکڑی سے آئے گی خادم نے کہا لیکن اللہ کی قسم میں تم دونوں کی بات کو ضرور جھٹلاؤں گا اور جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کو پھینک دیا۔ اور ایک چھری لے کر اس کو تیز کیا اور کہا کیا یہ وہ خیال کرتے ہیں کہ میں اس بچی سے شادی کروں گا۔

جب وہ سو مردوں سے بدکاری کر چکی ہوگی تو اس نے چھری اس کے سینہ میں گھونپ دی پھر چھری پھینک دی اور یہ گمان کیا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا ہے بچی نے چیخ ماری اس کی ماں کھڑی ہوئی اس کے پیٹ کو دیکھا جو پھٹ چکا تھا تو اس نے اس کو سی دیا اور دوا کرتی رہی یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوگئی اور وہ خادم سر پٹ دوڑا اور جب تک اللہ پاک نے چاہا وہ ٹھہرا رہا۔ خادم کو مال (کثیر) مل گیا تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنا علاقہ دیکھے کہ کون ان میں سے مر گیا اور کون ان میں سے باقی ہے۔ وہ ایک بڑھیا کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک خوبصورت عورت کو اس شہر میں چاہتا ہوں کہ میں اس سے جماع کروں اور اس کو میں (بہت مال) عطا کروں۔

وہ بڑھیا اسی عورت کے پاس گئی (جس بچی کو اس نے چھری سے چاک کیا تھا) اور وہ اس شہر میں سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی تھی بوڑھی نے اس کو اس مرد کی طرف بلایا اور اس سے کہا کہ تو اس سے بہت زیادہ مال پائے گی لڑکی نے انکار کیا اور بولی وہ برا کام ہے جو گزشتہ زمانہ میں مجھ سے ہوتا رہا۔ لیکن آج کے دن مجھے یہ مناسب لگا کہ میں ایسا کام نہ کروں وہ بڑھیا اس آدمی کے پاس واپس آئی اور اس کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا اس کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دے اس نے پیغام دیا اور اس سے شادی ہوگئی۔ مرد اس عورت سے شادی کر کے بہت خوش ہوا جب مرد اس عورت سے مانوس ہو گیا تو اپنا

واقعہ سنایا اور کہنے لگی اللہ کی قسم! اگر تو سچا ہے تو تحقیق میری ماں نے تیری بات مجھ کو بتادی۔ اور بلاشبہ میں وہی لڑکی ہوں اس نے کہا تو ہے؟ کہنے لگی میں ہوں اس نے کہا اللہ کی قسم! ان دونوں آدمیوں نے مجھ سے سچ کہا تھا۔ اللہ کی قسم تو نے سو مردوں سے بدکاری بھی کی ہوگی اور میں وہی خادم ہوں اور میں نے تجھ سے شادی کی ہے اور تیری بات بھی پوری ہوگئی اور تیری موت ضرور مکڑی سے ہوگی اس عورت نے کہا اللہ کی قسم! مجھ سے یہ فعل صادر ہوتا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ سو تھے یا تھوڑے تھے یا زیادہ تھے اس نے کہا اللہ کی قسم ایک کم ہوگا اور نہ ایک زیادہ ہوگا۔

پھر وہ بستی کے کنارے چلا گیا وہاں اس نے گھر بنوایا مکڑی سے ڈرتے ہوئے جب تک اللہ نے چاہا وہ وہاں رہا یہاں تک کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک مکڑی اس کے گھر کی چھت میں ہے جبکہ وہ عورت اس کے ساتھ تھی اس نے کہا اللہ کی قسم میں مکڑی کو گھر کی چھت میں دیکھ رہا ہوں کہنے لگی یہ وہی ہے جس کے بارے میں تو خیال کرتا ہے کہ یہ مجھ کو مار ڈالے گی اللہ کی قسم میں اس کو مار ڈالوں گی پہلے اس سے کہ یہ مجھے مار ڈالے وہ آدمی کھڑا ہوا اس کو تلاش کیا اور اس کو نیچے گرادیا وہ کہنے لگا اللہ کی قسم! میرے علاوہ اس کو کوئی نہیں مارے گا اپنی انگلی کو اس پر رکھ دیا اور اس کے سر کو کچل دیا زہر اڑا یہاں تک کہ ناخن اور گوشت کے درمیان واقع ہوگیا اس کا پاؤں سیاہ ہوگیا اور وہ مرگئی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ حکم نازل فرمایا جب وہ مبعوث ہوا یعنی لفظ آیت "این ماتکونوا یدرککم الموت ولوکنتم فی بروج مشیدۃ"۔

عبدالرزاق اور ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ "وان تصبھم حسنۃ" سے نعمت مراد ہے اور "وان تصبھم سیءۃ" سے مصیبت مراد ہے (اور فرمایا) "قل کل من عنداللہ" یعنی نعمتیں اور مصائب (اللہ کی طرف

سے ہیں)۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا کہ ” وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عندہ اللہ وان تصبھم سیءۃ یقولوا ھذہ من عندک “ یعنی یہ خوشحالی اور تنگدستی کے بارے میں اور ” ما اصا بک من حسنۃ فمن اللہ وما اصا بک من سیءۃ فمن نفسک “ یہ نیکیوں اور برائیوں کے بارے میں ہے (یعنی وہ نیکیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور برائیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” وان تصبھم حسنۃ “ کہ یہ آیات جنگ کی حالت میں نازل ہوئیں (پھر فرمایا) لفظ آیت ” قل کل من عند اللہ “ یعنی فتح اور شکست (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” قل کل من عند اللہ “ یعنی نیکی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے لیکن نیکی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر انعام ہے اور برائی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آزمائش میں ڈالا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول لفظ آیت ” ما اصا بک من حسنۃ فمن اللہ “ یعنی بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور مال غنیمت حاصل ہوا (اور فرمایا) ” وما اصا بک من سیءۃ “ یعنی جو کچھ آپ کو احد کے دن تکلیف پہنچی آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔

ابن ابی حاتم ؒ نے مطرف بن عبد اللہؒ سے روایت کیا ہے کہ تم جو تقدیر کو جاننا چاہتے ہو تو تمہارے لیے وہ آیت کافی ہے۔ جو سورہ نساء کی ہے لفظ آیت ” ما اصا بک من حسنۃ “ (الآیہ)۔

ابن ابی حاتم ؒ نے عطیہ العوفی ؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” فمن اللہ وما

اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک " یعنی اس سے احد کا دن مراد ہے جو مصیبت تم کو پہنچی وہ تمہارے گناہ کی وجہ سے تھی اور میں نے اس کو تم پر مقدر کر دیا تھا۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو صالح سے روایت کیا کہ لفظ آیت " وما اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک " اور میں نے تجھ پر اس کو مقدر کر دیا تھا۔

عبد بن حمید وابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " وما اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک " یعنی اے ابن آدم یہ تیرے گناہ کی سزا ہے اور ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا کرتے تھے کہ کسی آدمی کو (کوئی تکلیف مثلاً) لکڑی کی خراش قدم کی ٹھوکر یا رگ کا پھڑکنا ہوتا ہے تو اس کے گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو معاف فرما دیتے ہیں اس کی تعداد کو جو بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا کہ لفظ آیت " وما اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک " یعنی تیرے گناہ کی وجہ سے جیسا کہ احد والوں کے لیے فرمایا لفظ آیت " اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھومن عند انفسکم " (سورہ آل عمران آیت ١٦٥) یعنی تمہارے گناہوں کی وجہ سے تم کو یہ مصیبت پہنچی۔

ابن المنذر وابن الانباری نے مصاحف میں مجاہد سے روایت کیا کہ ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود کی قرات اس طرح ہے لفظ آیت " ما اصا بک من حسنۃ فمن اللہ وما اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک وانا کتبتھا علیک "۔

ابن المنذر نے مجاہد کے طریق سے روایت کیا کہ ابن عباس یوں پڑھتے تھے لفظ آیت " وما اصا بک من سی ء ۃ فمن نفسک وانا کتبتھا علیک " مجاہد نے فرمایا اور اسی طرح ابی اور ابن مسعود کی قرات میں ہے۔

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّـفۡسِكَ‌ؕ وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا‌ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۝۷۹﴾

تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے نفس کی بدولت ہے۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تمہیں لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (تمہاری رسالت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

پھر فرمایا (مَآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّـفۡسِكَ) (جو کچھ تجھے اچھی حالت پہنچ جائے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کچھ تجھے بدحالی پہنچ جائے وہ تیری طرف سے ہے) یہ خطاب ہر انسان کو ہے اور اس میں اچھی بری حالت پیش آنے کا قانون بنا دیا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں جو بھی نعمت اور اچھی حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل جائے وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ نیک اعمال کرنے سے بھی اللہ پر کسی کا کچھ حق واجب نہیں ہوتا۔ نیک اعمال پر جو نعمتوں اور برکتوں کے وعدے ہیں وہ سب اس کا فضل ہے اور جو کوئی نقمت یا مصیبت بدحالی انسان کو پہنچ جائے وہ انسان کے اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہے۔ سورہ شوریٰ میں فرمایا (وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ) (جو کچھ تم کو دکھ تکلیف پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے کیے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے اعمال بد سے در

گزر فرما دیتے ہیں) مصیبتیں آتی ہیں تو انسانوں کے اعمال کی وجہ سے لیکن اس میں مومن بندوں کو یہ فائدہ ہوجاتا ہے کہ ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ آخر میں فرمایا (وَ اَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا) اس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منصب عظیم یعنی رسالت کا بیان ہے، لفظ للناس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں اور (وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا) یہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص آپ کی رسالت کا منکر ہو تو اس کے انکار سے آپ کے منصب رسالت میں کوئی فرق نہیں آتا، منکرین کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، آپ کی رسالت پر اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر گواہ ہے سب کے اعمال خیر و شر سے باخبر ہے وہ سب کا بدلہ دے دے گا۔ (۱)

مصیبت کی تخلیق اگرچہ اللہ ہی کرتا ہے، لیکن اس کا سبب خود انسان کے اعمال بد ہوتے ہیں، اب اگر یہ انسان کافر ہے تو اس کے لیے دنیا میں جو مصیبت پیش آتی ہے یہ اس کے لیے اس عذاب کا ایک معمولی سا نمونہ ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ ہے اور اگر وہ مومن ہے تو اس کے لیے مصائب و تکالیف اس کے گناہوں کا کفارہ ہو کر نجات آخرت کا سبب ہوجاتی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

"یعنی کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو کسی مسلمان کو پہنچے، مگر وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کے پاؤں میں چبھتا ہے۔"

"حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بندے کو جو کوئی ہلکی یا

۱۔ (روح المعانی صفحہ ۹۰۔۹۱: ج۵)

سخت مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے، اور بہت گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔"

آپ کی رسالت تمام عالم کے لیے عام ہے:۔وارسلنک للناس رسولاً اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ محض عربوں کے لیے ہی رسول نہیں تھے، بلکہ آپ کی رسالت پورے عالم کے انسانوں کے لیے عام ہے۔خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں۔

﴿مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ‌ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ‏ ۸۰﴾

اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کی اہمیت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کر کے اللہ کا فرمان بردار نہیں بن سکتا۔آگے فرمایا کہ جو لوگ آپ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔آپ کی ذمہ داری تو صرف ہمارا پیغام ان تک پہنچا دینا تھا، وہ آپ نے کر دیا، اب جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا وہ نیک بخت ہوگا اور جہنم سے نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں خسارا پائے گا۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ: چونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول اور مبلغ ہیں، اس لیے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دوسرے شریعت کے احکام

سب ایسے ہیں جن کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی توضیح کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کو سمجھنے کے لیے کوئی شخص سنت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشاد فرمایا: (قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ وَاِنۡ تُطِیۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا وَمَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ)[النور:٥٤] ”کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمہارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“ اور فرمایا: (وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ)[النور:٥٦] ”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“ [١]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا سامان کر لیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ شر میں منہمک ہو گیا۔“ [٢]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کچھ فرشتے آئے اور آپ اس

١۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالٰی (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول): ٧١٣٧۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ ۔۔الخ: ١٨٣٥]

٢۔[مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ: ٨٧٠]

وقت سو رہے تھے، ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، (نہیں صرف) آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا کہ تمھارے اس دوست کی ایک مثال ہے، تو تم وہ مثال بیان کرو۔ ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض فرشتوں نے کہا، (نہیں ان کی صرف) آنکھ سوتی ہے، دل جاگتا رہتا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا، ان کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس شخص کی ہے جس نے مکان بنایا اور اس میں کھانے کا اہتمام کیا، پھر ایک بلانے والے کو بھیجا، سو جس نے بلانے والے کا کہنا مان لیا تو وہ اس مکان میں داخل ہو گیا اور کھانے سے کھا لیا، مگر جس نے بلانے والے کا کہنا نہ مانا تو وہ نہ مکان میں داخل ہوا اور نہ اس نے کھانے میں سے کچھ کھایا۔ پھر انھوں نے کہا، ان کے لیے اس کی تشریح کرو، تاکہ وہ بھی سمجھ لیں۔ ان میں سے بعض نے کہا، وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر انھوں نے کہا وہ مکان تو جنت ہے اور بلانے والے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ چنانچہ جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ [۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس کے جس نے (داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ایسا کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے یقیناً انکار کر دیا۔“ [۲]

۱۔[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۷۲۸۱]

۲۔[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۷۲۸۰]

وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا: یعنی جو آپ کی نافرمانی کرے گا وہ ناکام و نامراد ہوگا اور آپ سے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ ارشاد فرمایا: (فَذَكِّرۡ ۟ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ 21 لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ 22 اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰى وَكَفَرَ 23 فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الۡعَذَابَ الۡاَكۡبَرَ 24 اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ 25 ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا حِسَابَهُمۡ)[الغاشیۃ:۲۱ تا ۲۶] ”پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بیشک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔“ اور فرمایا: (فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ)[النحل:۸۲] ”پھر اگر وہ پھر جائیں تو تیرے ذمے تو صرف واضح پیغام پہنچا دینا ہے۔“ اور فرمایا: (فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ)[الشوریٰ:۴۸] ”پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“

منصب رسالت

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے' حسن بصریؒ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت ہے' حسن بصریؒ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور رسول کی اطاعت حجت ہے' امام شافعیؒ نے الرسالہ میں ذکر کیا ہے کہ ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ کتاب میں فرض کیا ہے مثلاً حج' نماز اور زکوۃ' اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کا بیان نہ فرماتے تو ہم ان کو کیسے ادا کرتے اور کسی بھی

عبادت کو انجام دینا ہمارے لیے کس طرح ممکن ہوتا' اور جب احکام شرعیہ کا آپ کے بیان کے بغیر ادا کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر آپ کی اطاعت کرنا حقیقت میں اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔ [1]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری معصیت کی اس نے اللہ کی معصیت کی' اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس امیر کی معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔ [2]

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں اس کی اطاعت حرام ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم دینا اللہ کا حکم دینا ہے' آپ کا منع کرنا اللہ کا منع کرنا ہے' آپ کا وعدہ اللہ کا وعدہ ہے اور آپ کی وعید اللہ کی وعید ہے' آپ کی رضا اللہ کی رضا ہے اور آپ کا غضب اللہ کا غضب ہے' اور آپ کو ایذاء پہنچانا اللہ کو ایذا پہنچانا ہے۔

اس آیت میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معصوم ہونے کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور سورہ آل عمران: ٣١' میں آپ کی اتباع کو واجب قرار دیا ہے' اگر آپ کے قول یا عمل میں معصیت اور گناہ آسکے تو پھر معصیت اور گناہ میں بھی آپ کی اتباع واجب ہوگی اور یہ محال ہے۔

١۔(الوسیط ج ٢ ص ٨٤' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

٢۔(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ١٨٣٥' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ٧١٣٧' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٢٨٥٩' مسند احمد ج ٢ ص ٤٧١)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے پیٹھ پھیری تو ہم نے آپ کو اس کا نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص زبان سے اسلام کو قبول کر لیتا ہے اور دل سے ایمان نہیں لاتا تو آپ اس نگران نہیں ہیں کیونکہ آپ کے احکام صرف ظاہر پر ہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص آپ کی تبلیغ کے باوجود ظاہراً بھی اسلام نہیں لاتا تو آپ غم نہ کریں، کیونکہ آپ کسی کو جبراً مسلمان بنانے والے نہیں ہیں اس کے بعد فرمایا: وہ آپ سے کہتے ہیں ہم نے اطاعت کی اور جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو۔ الخ۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ منافقین موافقت اور اطاعت کو ظاہر کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کہتے تھے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تاکہ اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیں، اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے تو اس کے خلاف کہتے تھے۔ [۱]

عبد بن حمید و ابن المنذرؒ نے ربیع بن خثیمؒ سے روایت کیا ہے کہ حرف کیا ہے یعنی لفظ آیت "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" معاملہ آپ کی طرف سپرد کر دیا گیا آپ ان کو نہیں حکم فرماتے مگر خیر کا۔

ابن جریرؒ سے روایت کیا کہ ابن زیدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "فما ارسلنک علیھم حفیظا" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ابتداء میں یہی حکم تھا جس کے ساتھ آپ بھیجے گئے (اور فرمایا) آپ پر صرف پہنچا دینا ہے پھر اس کے بعد حکم آیا کہ آپ ان کو جہاد کا حکم فرمائیں اور ان پر سختی کریں

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۱۱۳)

یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں۔

﴿ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾ ﴾

اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ (تمہارے سامنے تو) کہتے ہیں کہ (ہمارا کام) اطاعت (کرنا) ہے لیکن جب تمہارے پاس سے (اٹھ کر) باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ راتوں کو (بیٹھ بیٹھ کر) تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے اور اللہ (کا فرشتہ) ان کے راتوں کے مشوروں کو لکھتا جاتا ہے۔ پس (جب ان لوگوں کا حال یہ ہے تو چاہیے کہ) تم ان کی کچھ پروا نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور (کارسازی کے لیے تو) اللہ کی کارسازی کافی ہے۔

یہاں منافقین کی ایک اور مذموم خصلت بیان فرماتے ہوئے ان کو سرزنش کی ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کی حرکات شنیعہ سے چشم پوشی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا حکم فرمایا ہے، فرمایا یہ منافقین آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں جو باتیں ظاہر کرتے ہیں راتوں کو ان کے برعکس باتیں کرتے اور سازشوں کے جال بنتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے اعراض کریں اور اللہ پر توکل

کریں، ان کی باتیں اور سازشیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی، کیونکہ آپ کا وکیل اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں نے ہمیشہ انبیاء (علیہ السلام) کے خلاف سازشیں کیں، لیکن ان کی سازشیں سب ناکام ہوگئیں، ارشاد فرمایا: (وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذو انْتِقَامٍ) [ابراہیم: ٤٦، ٤٧] ”اور بیشک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے عوفی ؒ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” ویقولون طاعۃ“ (الآیہ) یہ وہ لوگ تھے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تو کہتے تھے ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر تاکہ ان کے خون اور ان کے مال امن میں ہو جائیں لفظ آیت ” فاذا برزوا“ یعنی جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے چلے جاتے تھے ” بیت طائفۃ“ تو وہ اس بات کے مخالف ہو جاتے تھے۔ جو انھوں نے آپ کے پاس کہی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عیب لگائے ہوئے فرمایا لفظ آیت ” بیت طائفۃ منہم غیر الذی تقول“ یعنی وہ اس بات کو بدل ڈالتے تھے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہتے تھے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم ؒ نے سدی ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” ویقولون طائفۃ“ یعنی یہ منافق لوگ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ کہتے

ہیں آپ کی اطاعت کریں گے جب باہر نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت اس بات کو بدل ڈالتی ہے۔ جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں لفظ آیت "واللہ یکتب ما یبیتون" یعنی جو وہ کہتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی سب باتوں کو لکھ رہے ہیں)۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے ضحاک ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "بیت طائفۃ منھم" اس سے اہل نفاق مراد ہیں۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "بیت طائفۃ منھم غیر الذی تقول" یعنی وہ لوگ بدل ڈالتے ہیں جو انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معاہدہ کیا تھا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے عثمان بن عطاءؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ لفظ آیت "واللہ یکتب ما یبیتون" سے مراد ہے کہ وہ لوگ بدل ڈالتے ہیں ان باتوں کو جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمائیں۔

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ ﴾

توکیا یہ لوگ غور نہیں کرتے اس قرآن (عظیم) میں، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

قرآن میں تدبر کرنے کی ترغیب

پھر فرمایا (اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ) (الآیۃ) کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اگر قرآن میں غور و فکر کریں تو ان کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی اللہ کے رسول ہیں جن کے رسول ہونے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے۔ (وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا) اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ اور کہیں سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اس کی خبروں میں بھی تعارض ہوتا، اس کی نظم و بلاغت میں تفاوت ہوتا، بعض خبریں صحیح ہوتیں اور بعض غلط ہوتیں، کہیں معنی فاسد ہوتا کہیں صحیح ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہے اس کے الفاظ، معانی اور اخبار میں کہیں کچھ کہنے اور انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ قرآن نے مقابلے میں ایک آیت لانے کا چیلنج کیا جواب تک قرآن میں موجود ہے اور اب بھی سارے انسانوں کو چیلنج ہے، کوئی بھی اس کے مقابل نہ لا سکا اور نہ اس پر کوئی اعتراض کر سکا، اور اپنی بدفہمی سے جس کسی نے کوئی اعتراض کیا اس کا جواب اس کو قرآن ہی میں مل گیا۔ یا اہل دانش نے اس کا جواب دے دیا۔ [۱]

منافقین ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی و مضامین پر تدبر کرتے تو انھیں معرفت تام حاصل ہو جاتی۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے اور اس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کو فاسد اور ان کے افکار کو کفر سے آلودہ کر رکھا ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف و اضطراب اور تعارض ہوتا، اس لیے منافقین کو اپنا نفاق چھوڑ کر اس قرآن پر ایمان لے آنا

۱۔ (روح المعانی صفحہ ۹۲۔۹۳: ج۵)

چاہیے۔ لہٰذا یہاں آپ کے صدق نبوت پر قرآن کو بطور دلیل پیش کیا اور قرآن آپ کی صدق نبوت کی تین وجوہ سے دلیل بنتا ہے، اول اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے، دوم امور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔ سوم اختلاف و تناقض سے پاک اور مبرا ہونے کی بنا پر۔ یہاں اس تیسری چیز کو بیان فرمایا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: ارشاد فرمایا: (اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا) [محمد: ٢٤] ”تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟“

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا: قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس جیسا کلام دنیا والے نہیں بنا سکتے، خواہ کتنی ہی کوشش کریں، پھر اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا۔ اب چونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے اختلاف کثیر تو دور، سرے سے اختلاف ہے ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: (قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا) [بنی اسرائیل: ٨٨] ”کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجلس میرے لیے اتنی گراں مایہ تھی کہ سرخ اونٹوں کی دولت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ میں اور میرا بھائی جس وقت آئے تو اس وقت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازے پر جمع تھے۔ ہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کے درمیان گھس کر بیٹھیں۔ لہٰذا ہم ان سے ایک طرف ہو کر

بیٹھ گئے۔ انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں گفتگو شروع کی، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہوتی گئیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر تشریف لے آئے اور ناراضی کے باعث ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں خاموش کراتے ہوئے فرمایا: ”لوگو! ٹھہر جاؤ، سابقہ امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ انھوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کر ڈالا اور اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو بعض سے متعارض سمجھنا شروع کر دیا۔ (سو سنو!) قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اس کے بعض حصے بعض کی تکذیب کریں، بلکہ قرآن کے بعض حصے تو بعض کی تصدیق کرتے ہیں۔ تمھیں اس کتاب سے جو کچھ معلوم ہو، اس کے مطابق عمل کرو اور جو معلوم نہ کر سکو، اسے جاننے والے کی طرف لوٹا دو۔“ [۱]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی ایک آیت کے بارے میں اختلاف کرنے لگے، حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر آپ نے فرمایا: ”تم سے پہلی امتیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔“ [۲]

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”افلا یتدبرون القرآن“ سے مراد ہی کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا“ یعنی اللہ تعالیٰ کے قول میں اختلاف نہیں ہوتا اور وہ حق ہوتا ہے اس میں باطل نہیں ہوتا

۱۔ [مسند أحمد: ۲/ ۱۸۱، ح: ۶۷۱۱]

۲۔ [مسند أحمد: ۲/ ۱۹۲، ح: ۶۸۱۲۔ مسلم، کتاب العلم، باب النھی عن اتباع متشابہ القرآن: ۲۶۶۶]

اگر چہ لوگوں کے قول مختلف ہوتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ سے روایت کیا کہ میں نے ابن المنذرؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انھوں نے (یہ آیت) "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" پڑھی اور فرمایا کہ اختلاف لوگوں کے دلوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ قرآن مجید میں اس کا بعض (حصہ) بعض کو نہیں جھٹلاتا اور نہ اس کا بعض (حصہ) بعض کی تکذیب کرتا ہے جو لوگ اس کے حکم سے ناواقف ہوتے ہیں تو یہ ان کے عقلوں کی کوتاہی اور ان کی جہالت ہے اور (یہ آیت) پڑھی "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" پھر فرمایا مومن پر یہ حق ہے کہ وہ یوں کہے ہر ایک (حکم) اللہ کی طرف سے ہے اور وہ ایمان لائے متشابہ آیات پر اور بعض آیات کو بعض کے ساتھ نہ ٹکرائے جب وہ کسی حکم سے جاہل ہو اور اس کو نہ جانتا ہو تو یوں کہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حق ہے اور یہ پہچان لے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جس میں کوئی نقص ہو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی حقیقت پر ایمان لائے جو اللہ کی طرف سے آئی۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّیۡطٰنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۸۳﴾

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو ان میں سے تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تہہ تک پہنچ جاتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

شان نزول: (آیت) "واذا جآءھم"

امام مسلمؒ نے حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار فرمائی تو میں مسجد نبوی میں گیا، وہاں صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ کنکریوں سے کھیل رہے ہیں (یہ اضطراب اور پریشانی کے اظہار کا ایک اضطراری طریقہ ہے) اور یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی، چنانچہ میں نے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بہت با آواز بلند کہا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی اور تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہو، خواہ امن ہو یا خوف تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اہل ایمان کو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس راز کو پہچانا۔

اس میں بھی منافقین ہی کا ذکر ہے کہ انھیں جب جہادی دستوں کے بارے میں غلبہ یا شکست کی کوئی خبر

ملتی ہے تو لوگوں میں اسے بغیر تحقیق کیے فوراً پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، جس سے مسلم معاشرے کو کئی طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس لیے کہ عام طور پر بغیر تحقیق شدہ خبروں میں بہت سی جھوٹی باتیں ملی ہوتی ہیں۔ اگر وہ خبریں مسلمانوں کے غلبے کے بارے میں ہوتیں اور مبالغہ سے کام لیا گیا ہوتا اور سچی نہ نکلتیں تو بہتوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت میں شبہ ہونے لگتا۔ اس لیے کہ منافقین ان خبروں کی نسبت آپ ہی کی طرف کر کے بیان کرتے تھے اور اگر وہ خبریں مسلمانوں کی شکست کے بارے میں ہوتیں تو بہت سے کمزور ایمان کے مسلمان فتنہ میں پڑ جاتے۔ ان خبروں کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کی خبر بڑی تیزی کے ساتھ کافروں کو ہو جاتی تھی، اور اگر خبر خوف و ہراس والی ہوتی تو کمزور مسلمان خائف ہو جاتے تھے۔ انھی خرابیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خبروں کی تشہیر سے منع فرمایا۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ان خبروں کے بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اصحاب بصیرت صحابہ کرامؓ کی رائے کا انتظار کر لیتے تو انھیں حقیقت حال معلوم ہو جاتی اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کس خبر کو مشہور کرنا چاہیے اور کسے چھپانا چاہیے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! سوائے چند دیدہ ور صحابہ کرامؓ کے تم سبھی شیطان کے پیروکار بن جاتے اور ان جھوٹی خبروں کی تصدیق کرنے لگتے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ: ربط مضمون کے لحاظ سے اگرچہ اس آیت کی وہی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے جو اوپر کر دی گئی ہے۔ تاہم اس کا حکم عام ہے اور ہر موقع پر افواہوں کے بارے میں یہی رویہ اختیار کرنا

چاہیے۔ چنانچہ حدیث میں اس آیت کا شان نزول بالکل الگ بیان کیا گیا ہے، سیدنا عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد آ گئے اور دیکھا کہ مسجد میں بھی لوگ یہی گفتگو کر رہے ہیں، ان سے برداشت نہ ہو سکا، حتیٰ کہ انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔"

سیدنا عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا، اللہ اکبر! پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بیان کی۔ [1]

سیدنا عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کی، کیا آپ نے طلاق دے دی ہے؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "نہیں۔" تب میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: (وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ) "اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں۔"

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کی تحقیق کر لی تھی۔ [2]

۱۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا: ۵۱۹۱]

۲۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء: ۱۴۷۹]

گویا اس آیت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر امن یا خوف کی خبر وہ بلا تحقیق پھیلانے کی بجائے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے امراء کو پہنچاتے تو سب سے پہلے وہ غور و خوض اور تحقیق کر کے معلوم کرتے کہ خبر صحیح بھی ہے یا غلط، کیونکہ بلا تحقیق آگے بات کرنے کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جھوٹ قرار دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔“ [۱]

سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جسے وہ جھوٹی سمجھتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“ [۲]

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا: ارشاد فرمایا: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ) [الحجرات:٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔“

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واذا جاءہم امر من الامن اوالخوف اذاعوابہ“ یعنی اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اس میں (خوب) کوشش کرتے ہیں (پھر

۱۔[مسلم، المقدمۃ، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع:۵]

۲۔[مسلم، المقدمۃ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین۔۔الخ:۱]

فرمایا) لفظ آیت ”ولوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم“ یعنی اگر اسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صاحب امر لوگوں کے پاس لے جاتے تو وہ اسے جان لیتے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واذا جاء ہم امر من الامن اوالخوف اذاعوابہ“ یہ حکم اخبار کے بارے میں جب کوئی لشکر مسلمانوں کا جنگ کے لیے جاتا تو لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے اور کہتے کہ مسلمانوں نے اتنے دشمنوں کو مار ڈالا اور دشمنوں نے فلاں فلاں مسلمان کو مار ڈالا تو آپ میں (باتوں کو) پھیلا دیتے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف خبر دیئے بغیر ابن جریجؒ نے کہا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اذاعوابہ یعنی اس کا اعلان کر دیتے اور اس کو افشا کر دیتے لفظ آیت ”ولوردوہ الی الرسول“ اگر وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف معاملہ لوٹاتے یہاں تک کہ آپ خود اس بات کی خبر دیتے ”والی اولی الامر“ یعنی دین میں سمجھ رکھنے والے اور صاحب عقل لوگوں کو بتاتے۔

ابن جریج وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واذا جاء ہم امر من الامن اوالخوف“ یعنی جب ان کے پاس کوئی خبر آجاتی کہ وہ اپنے دشمن سے امن میں ہو گئے ہیں یا وہ ان سے ڈر رہے ہیں تو بات کو پھیلا دیتے یہاں تک کہ یہ بات ان کے دشمن کو بھی پہنچ جاتی لفظ آیت ”ولوردوہ الی الرسول“ یعنی اگر وہ خاموش رہتے اور بات کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف لوٹا دیتے ”والی اولی الامر منہم“ اور اپنے امراء کی طرف پھیر دیتے یہاں تک کہ وہ خود بات کرتے لفظ آیت ”لعلمہ الزین یستنبطونہ منہم“ تو صاحب علم لوگ خبر کی حقیقت کو جان لیتے اور وہ لوگ خبر کا جانچ لیتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ ”واذا جاء ہم امر“ سے اہل نفاق مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے ابو معاذؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابن زیدؒ سے لفظ آیت "اذا عوابہ" یعنی وہ اس کو عام کر دیتے ہیں اور فرمایا یہ لوگ جو خبر کو پھیلا دیتے ہیں یا تو منافق تھے یا کمزور مسلمان تھے۔

عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم" یعنی اپنے علماء کی طرف۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ الولاۃ (یعنی امیر) جو جنگ میں ان پر مقرر ہوتے ہیں وہ غور وفکر کرتے ہیں جب ان کے پاس کوئی خبر آتی ہے کہ وہ جھوٹ ہے یا سچ ہے۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم" سے مراد ہے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اس میں تجسس کرتے ہیں (کہ وہ خبر صحیح ہے یا غلط ہے)۔

ابن جریر و ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم" سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور اس میں تجسس کرتے ہیں۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لعلم الذین یستنبطونہ منہم" یعنی وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ان کی بات کیا تھی اور تم نے کیا سنا۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے سعیدؒ کے طریق سے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم" یعنی اولی الامر اس کی چھان بین کر لیتے ہیں اور یہ چیز ان کو پریشان کرتی ہے مگر

تھوڑے لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں (پھر فرمایا) لفظ آیت " ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطن "۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے معمر کے طریق سے قتادہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطن الا قلیلا " اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتو تم سب کے سب شیطان کی اتباع کرتے اور اللہ کا یہ قول " الا قلیلا " یہ اس قول کے لیے ہے " لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم " مگر یہ لوگ تھوڑے ہیں حقیقت حال کو جاننے والے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا کہ " ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطن " پر کلام ختم ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول " الا قلیلا " یعنی قلیل سے مراد مومن ہے۔

ابن جریر نے ابن زید سے روایت کیا کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے کلام یوں ہے لفظ آیت " اذاعوا بہ الا قلیلا منہم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لم ینج قلیل وکثیر " (وہ سب اس خبر کو پھیلا دیتے ہیں مگر تھوڑے اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تھوڑے اور نہ زیادہ نجات پاتے)۔

ابن جریر وابن ابی حاتم نے ضحاک سے روایت کیا کہ لفظ آیت " ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطن الا قلیلا " یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ ہیں جو اپنے پاس سے شیطان کی باتوں میں کوئی بات بیان کردیتے تھے مگر ایک جماعت ان میں سے (ایسا نہیں کرتے تھے)۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ

أَشَدُّ بَأْسًا وَّأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾

پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنی ذات کے سوا کسی اور کے ذمہ دار نہیں، البتہ اہل ایمان کو لڑنے کے لیے ابھارو، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے، اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت ہے۔

شان نزول: (آیت) "فقاتل فی سبیل اللہ"

جب غزوہ احد شوال میں ہو چکا تو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لیے جانا چاہا (جس کو مورخین بدر صغری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں) اس وقت بعض لوگوں نے تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہیں خبروں کی وجہ سے جانے میں کچھ تامل کیا، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، جس میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ ہدایت کی گئی کہ اگر یہ کچے مسلمان لڑائی سے ڈرتے ہیں تو اسے رسول تم تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، اس ہدایت کو پاتے ہی آپ ستر ہمراہیوں کے ساتھ بدر صغری کو تشریف لے گئے، جس کا وعدہ ابوسفیان کے ساتھ غزوہ احد کے بعد ہوا تھا، حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا اور وہ اپنے وعدے سے جھوٹے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں کی لڑائی کو بند کر دیا اور رسول کریم

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھیوں سمیت سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔[1]

اس آیت میں فرمایا کہ آپ منافقین کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے کی پروا نہ کریں، آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ خود بھی جہاد کے لیے نکلیں اور دوسرے مومنوں کو بھی ترغیب دیں۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ دشمن آپ کی حرکات وسکنات دیکھ کر خود ہی لڑائی کے ارادہ سے رک جائیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا اور انھوں نے حملہ کی ٹھان لی تو اللہ ان سے نمٹنے پر قادر ہے اور انھیں خوب سزا دے گا۔ بہر حال آپ کو جہاد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہنا چاہیے۔

فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَکَ: ابواسحاق ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء ؓ سے کہا کہ جو شخص مشرکوں پر حملہ کرتا ہے تو کیا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا اور ان سے فرمایا: (فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَکَ) اور (آپ جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں تو) اس کا تعلق اللہ کے راستہ میں خرچ (کرنے اور نہ کرنے) سے ہے۔"[2]

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے

۱۔(تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری)

۲۔[مسند أحمد: ٤/٢٨١، ح: ١٨٥٠٦]

ذمے ہے۔“ (۱)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع رحمہ اللہ کو لکھا، کیا لڑائی سے پہلے کافروں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے؟ انھوں نے جواب میں لکھا، یہ حکم شروع اسلام میں تھا (جب کافروں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی) بعدازاں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنی مصطلق پر شب خون مارا اور تب وہ غافل تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے، چنانچہ آپ نے مقابلہ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچ جانے والوں کو قیدی بنایا اور اسی دن جویریہ بنت حارث کو پکڑا۔ (۲)

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے، پھر مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ”جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔“ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔“ (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب، بہت خوب۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟“ انھوں نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس جنت والوں میں سے ہو۔“ اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کچھ سوچ کر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں

۱۔[بخاری، کتاب الایمان، باب (فإن تابوا وأقاموا الصلوة وآتوا الزكوة فخلوا سبيلهم): ۲۵]

۲۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الإغارة على الكفار: ۱۷۳۰]

انھوں نے وہ پھینک دیں، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (۱)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے، یا اس زمین میں بیٹھ رہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔“ صحابہ ؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ (۲)

سیدنا ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔“ ابو سعید ؓ نے اس بات سے تعجب کیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے یہی بات دوبارہ دہرائی، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایک اور چیز ہے جس کی بنا پر بندہ مومن کو جنت میں سو درجوں تک رفعتوں سے ہمکنار کیا جاتا ہے، وہ کہ جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا

۱۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد: ۱۹۰۱]

۲۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب (وكان عرشه على الماء): ۷٤۲۳]

آسمان و زمین کے درمیان ہے۔" ابو سعیدؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔" (۱)

عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّكُفَّ بَاۡسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ‌ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاۡسًا وَّاَشَدُّ تَـنۡكِيۡلًا : آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا، نیز یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں انھیں سزا دینے پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (ذٰلِكَ ؕ وَلَوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنۡهُمۡ وَلٰـكِنۡ لِّيَبۡلُوَا۟ بَعۡضَكُمۡ بِبَعۡضٍ) [محمد: ٤] "(بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔" کافروں کی پے در پے شکستوں اور ایمان والوں کی مسلسل فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيۡرَةً تَاۡخُذُوۡنَهَا فَعَجَّلَ لَـكُمۡ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيۡدِىَ النَّاسِ عَنۡكُمۡ‌ۚ وَلِتَكُوۡنَ اٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَيَهۡدِيَكُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ‏ وَّاُخۡرٰى لَمۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهَا قَدۡ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرًا‏ ۔ وَلَوۡ قٰتَلَـكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوَلَّوُا الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىۡ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلُ ‌ۖۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا) [الفتح: ۲۰ تا ۲۳] "اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح

۱۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان ما أعده اللہ تعالٰی للمجاهد فی الجنة: ۱۸۸٤]

قادر ہے۔ اور اگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مدد گار۔ اللہ کے اس طریقے کے مطابق جو پہلے سے گزر چکا ہے اور تو اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔" مومنوں کی فتوحات اور کافروں کی شکستوں کی پیش گوئی مندرجہ ذیل حدیث میں بھی ہے اور یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، سیدنا عدی بن حاتم ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک دن) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں دو شخص آئے، ایک تنگیٔ معیشت کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راہزنی کی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟" میں نے عرض کی، نہیں، تاہم اس کے متعلق سنا ہے۔ فرمایا: "اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔" میں نے اپنے دل میں کہا، قبیلہ طے کے ڈاکو، جنھوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، کہاں چلے جائیں گے؟ پھر (آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے) فرمایا: "اور (اے عدی!) اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔" میں نے کہا، کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! کسریٰ بن ہرمز، اور (اے عدی!) اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو ضرور ایسے شخص کو دیکھو گے جو مٹھی بھر کر سونا یا چاندی لے کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلے گا جو اسے قبول کر لے، لیکن ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے۔"

سیدنا عدی ؓ کہتے ہیں (دو باتیں تو میں دیکھ چکا) میں نے حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرنے والی عورت کو دیکھا، اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں تھا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ

بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ [1]

ابن سعدؒ نے خالد بن معدانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اگر وہ لوگ نہ مانیں تو عربوں کی طرف وہ لوگ نہ مانیں تو قریش کی طرف اگر وہ لوگ نہ مانیں تو بنی ہاشم کی طرف اور وہ لوگ بھی نہ مانیں تو صرف اپنی ذات کی طرف۔

احمد وابن ابی حاتمؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا کہ میں نے براءؓ کو کہا ایک آدمی مشرکین پر ہتھیار اٹھاتا ہے کیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف ڈالتا ہے؟ انھوں نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا اور فرمایا لفظ آیت "فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک" بلا شبہ یہ نفقہ کے بارے میں ہے۔

ابن مردویہؒ نے براءؓ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت "فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک وحرض المومنین" نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی تو آپ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا مجھے اللہ نے قتال کا حکم دیا ہے پس تم لڑو (کافروں سے)۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابوسنانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وحرض المومنین" سے مراد ہے ان کو نصیحت کیجئے۔

ابن المنذرؒ نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا خبردار کیا کوئی جنت کی تیاری کرنے والا ہے۔ کیونکہ جنت ایسی چیز ہے اس جیسی کوئی شان والی چیز نہیں رب کعبہ کی قسم یہ چمکتا ہوا نور ہے جھومتا ریحانہ ہے۔ اور مضبوط محل ہے اور بہتی نہر

1۔[بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ:۳۵۹۵]

ہے اور بہت پھل ہیں پکے ہوئے اور خوبصورت بیوی ہے کپڑوں کے بہت جوڑے ہیں ہمیشہ رہنے کے مقام ہیں اس میں خیر ہے تروتازگی ہے اور نعمت ہے اس میں اونچے گھر ہیں سلامتی والے خوبصورت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں آپ نے فرمایا تم کہو انشاء اللہ پھر آپ نے جہاد کا ذکر فرمایا اس پر آمادہ فرمایا۔

ابن ابی حاتم وابن عبدالبرؒ نے التمہید میں ابن شبرمہؒ سے روایت کیا کہ میں نے ان کو سنا کہ وہ اس کو یوں پڑھ رہے تھے لفظ آیت "عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا" سفیان نے فرمایا اور یہ اس طرح ابن مسعودؓ کی قرات میں ہے یعنی "عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا"۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واللہ اشد باسا واشد تنکیلا" سے مراد ہے سزا۔

﴿ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝٨٥ ﴾

جو شخص کسی نیک کام کی سفارش کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اہل کتاب اور منافقین کی خباثتوں اور شرارتوں کا ذکر تھا، پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کی تاکید کے بعد مسلمانوں کو ان سے جہاد کا حکم دیا گیا تاکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا قلع قمع ہو کر احیائے دین اور اللہ کا کلمہ بلند ہو اور مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے نجات ملے اور خدا اور رسول کی اطاعت میں لوگوں کے اخلاص ونفاق کا پتہ چل جائے کیونکہ منافقوں پر جہاد کا حکم بہت شاق اور گراں گزرتا ہے۔ پھر سفارش کے متعلق ایک قانون بیان کیا گیا کہ جو شخص عمدہ سفارش کرے مثلا جہاد میں شرکت کی ترغیب دے تو اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جس قدر اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا۔ اور اگر کوئی بری سفارش کرے مثلاً لوگوں کو جہاد میں شریک ہونے سے روکے تو اس کو گناہ میں سے حصہ ملے گا۔

مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا، یہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور شفاعت حسنہ ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے۔ اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدے کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ اچھا بدلہ دے گا اور بری شفاعت، یعنی حاکم وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برابدلہ ضرور ملے گا۔

شفاعت کا معنی اور اس کی اقسام

شفاعت لفظ شفع سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے ایک انسان دوسرے ضرورت مند انسان کے ساتھ مل جائے اور دونوں مل کر اس ضرورت کے متعلق سوال کریں' اور یہاں پر مراد ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور جو مسلمان آپ کی ترغیب سے جہاد کریں گے تو ان کی

اس نیکی میں آپ کا بھی حصہ ہوگا' یہ شفاعت حسنہ ہے' اور شفاعت سیہ یہ ہے کہ منافق اپنے بعض منافقوں کو جہاد میں شریک نہ کرنے کے لیے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے شفاعت کرتے تھے کہ ان کو فلاں فلاں عذر ہے اور اس شفاعت سے جہاد میں شریک نہ ہونے کا گناہ دونوں کو ہوگا ان کو بھی جو شریک نہیں ہوئے اور ان کو بھی جنہوں نے ان کے لیے اس کی سفارش کی۔

اسی طرح کسی بھی نیک کام میں سفارش کرنا اچھی شفاعت ہے مثلاً کسی طالب علم کو دینی مدرسہ میں داخل کرنے کے لیے سفارش کرنا' کسی ضرورت مند عالم دین کے لیے کسی تونگر سے سفارش کرنا کہ ان کی ضرورت کی کتابیں ان کو خرید کر دیں' مسجد اور دینی مدرسہ بنوانے کے لیے سفارش کرنا' کسی مجاہد کے لیے اسلحہ کے حصول میں سفارش کرنا' کسی غریب لڑکی کی شادی کے لیے رشتہ کی سفارش کرنا' کسی بے روزگار کے لیے ملازمت کی سفارش کرنا بشرطیکہ وہ اس ملازمت کا اہل ہو' اللہ کے حضور کسی مسلمان کے لیے دعا کرنا اس کی مغفرت چاہنا' یہ سب اچھی سفارشیں ہیں' اور بری سفارش یہ ہے کہ شراب خانہ کے پرمٹ کے لیے سفارش کی جائے' سنیما بنانے کے لیے کسی سے سفارش کی جائے' آلات موسیقی کی دکان کے لیے کسی سے سفارش کی جائے' بینک اور انشورنس کمپنی میں ملازمت کے لیے سفارش کی جائے یا کسی نااہل اور غیر مستحق کے لیے سفارش کی جائے۔

سیدنا ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے، پھر اسے اس سفارش کرنے کے سلسلہ میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔"[۱]

۱۔[أبوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الھدیۃ لقضاء الحاجۃ:۳۵۴۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ اپنے شرکائے مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: "(اس کے لیے) سفارش کرو، تمہیں (بھی) اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان پر جو پسند فرماتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔" [1]

سیدنا ابن عباس ؓ سے بریرہ ؓ اور اس کے خاوند مغیث ؓ کے قصے میں منقول ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بریرہ ؓ سے فرمایا: "اگر تو اس (اپنے خاوند) سے رجوع کر لے (تو اچھا ہے)۔" اس نے کہا، کیا آپ مجھے (رجوع کرنے کا) حکم فرماتے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "نہیں، میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔" اس نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ [2]

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے سلسلہ میں، جس نے چوری کی تھی، قریش کو بہت فکر لاحق ہوئی، انھوں نے کہا، کون اس معاملہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بات کر سکتا ہے اور کون اس معاملہ میں آپ سے سفارش کی جرات کر سکتا ہے سوائے اسامہ ؓ کے؟ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محبوب ہیں۔ الغرض اسامہ ؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سفارش کی، اس پر آپ نے فرمایا: "کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۔" [3]

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جب کوئی سائل آتا یا

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب التحریض علی الصدقۃ:۱۴۳۲۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام:۲۶۲۷]

۲۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فی زوج بریرۃ:۵۲۸۳]

۳۔[بخاری، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد۔۔۔ الخ:۶۷۸۸۔ مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف:۱۶۸۸]

آپ سے کوئی شخص حاجت طلب کرتا تو آپ فرماتے تم شفاعت کرو تمہیں اجر دیا جائے گا' اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ (۱)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جو آپ سے سواری طلب کرتا تھا' آپ کے پاس اس وقت کوئی سواری نہیں تھی۔ آپ نے اس کی کسی اور شخص کی طرف رہنمائی کی اس شخص نے اس کو سواری دے دی' اس سائل نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر اس کی خبر دی' آپ نے فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (۲)

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "من یشفع شفاعۃ حسنۃ" یعنی بعض لوگوں کی سفارش کرنا بعض کے لئے ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا جو شخص کسی کے حق میں اچھے کام کی سفارش کرے گا تو اس کے لیے اجر ہوگا اگرچہ اس کی سفارش قبول نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا" اور "یشفع" نہیں فرمایا۔

خیر کے کام میں سفارش باعث اجر ہے

۱۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۴۳۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۲۶۲۷' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۳۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۲۵۵۶' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۸۱' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۰' ۴۰۳' ۴۰۹' سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۱۶۷' صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۳۱)

۲۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۶۹' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۸۹۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۲۹' مسند احمد' رقم الحدیث: ۱۷۰۸۳' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۱۴۲)

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ جو شخص اچھی سفارش کرے گا اس کے لیے اس وقت تک اجر لکھا جاتا رہے گا جب تک سفارش کی منفعت جاری رہتی ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” یکن لہ نصیب منھا“ میں نصیب سے مراد ہے حصہ اور کف سے مراد ہے گناہ ہے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدی اور ربیع دونوں سے روایت کیا کہ ” کفل منھا“ سے حصہ مراد ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ ” کفل“ اور ” نصیب“ کا معنی ایک ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ” یؤتکم کفلین من رحمتہ“۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وبیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ” وکان اللہ علی کل شیء مقیتا“ میں مقیتا سے مراد ہے حفاظت کرنے والا۔

ابوبکر بن الانباریؒ نے الوقف والا بتداء میں وطبرانیؒ نے الکبیر میں اور الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے قادر اور مقتدر پوچھا گیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے اجیحہ بن انصاری کا قول نہیں سنا۔ وذی ضغن کففت النفس عنہ وکنت علی مساعتہ مقیتا ترجمہ: کتنے ہی کینہ کرنے والے ہیں جن سے میں نے نفس کو روک لیا جبکہ میں تکلیف پہچانے پر قادر تھا۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عیسیٰ بن یونسؒ کے طریق سے اسماعیلؒ سے اور انھوں نے ایک آدمی سے اور انھوں نے عبید اللہ بن رواحہؓ سے روایت کیا کہ آدمی نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ” وکان اللہ علی کل شیء مقیتا“ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق اجر دیتا ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "مقیتا" کا معنی ہے شھیدا (گواہ) "حسیبا" (حساب لینے والا) "حفیظا" (حفاظت کرنے والا)۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کہ "مقیتا" کا معنی قادر (یعنی قدرت والا)۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ "المقیت" سے مراد ہے "القدیر" (یعنی ہر کام پر قدرت رکھنے والا) ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ "مقیت" سے مراد رزاق (رزق دینے والا) ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾

اور جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ سے جواب دو یا کم از کم اسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اس کو سلام کا جواب ضرور دیا جائے اور وہ جواب سلام کرنے والے کے سلام سے بہتر ہو، یا کم از کم اس جیسا ہو، دونوں طرح جائز ہے۔

سیدنا عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، السلام علیکم! آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔" پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔" پھر ایک اور شخص

آیا اور اس نے یوں کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔"[۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو (الحمد للہ کہنے پر) جواب دینا۔"[۲]

سیدنا ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔" صحابہؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہماری یہ مجالس بہت ضروری ہیں، کیونکہ یہیں ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق ادا کرو۔" صحابہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آنکھیں نیچی رکھنا، (لوگوں کو) اذیت دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا۔"[۳]

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب یہودیوں میں سے کوئی تمہیں سلام کہتا ہے تو وہ ان الفاظ سے کہتا ہے "اَلسَّامُ عَلَيْكَ" (تجھ پر موت وارد ہو)

۱۔[مسند أحمد: ٤/ ٤٣٩، ٤٤٠، ح: ١٩٩٧٠۔ أبوداؤد، کتاب الأدب، باب کیف السلام: ٥١٩٥۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماذکر فی فضل السلام: ٢٦٨٩]

۲۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ١٢٤٠۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ٢١٦٢]

۳۔[بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالٰی (یٰأیها الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتًا): ٦٢٢٩۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام: ٢١٢١، قبل الحدیث: ٢١٦٢]

چنانچہ تم جواب میں یہ کہہ دیا کرو" وَعَلَيْكَ" (تجھی پر موت وارد ہو)۔"[1]

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "یہودیوں اور عیسائیوں کو پہلے سلام نہ کہو اور جب رستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ رستے کی طرف مجبور کردو۔"[2]

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "چھوٹا بڑے کو سلام کہے، چلنے یا گزرنے والا بیٹھنے والوں کو سلام کہے، تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو کہیں اور سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔"[3]

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایک ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے کرنے لگو گے تو آپس میں محبت بھی کرنے لگ جاؤ گے؟ (اور وہ عمل یہ ہے کہ) آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہا کرو۔"[4]

اسلام میں سلام کے مقرر کردہ طریقہ کی افضلیت

عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہے منہ پر ہاتھ رکھا جائے (آج کل پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں) یہودی ہاتھ

۱۔[بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف الرد علی أھل الذمۃ: ۶۲۵۷۔ مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام: ۲۱۶۴]

۲۔[مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام: ۲۱۶۷]

۳۔[بخاری، کتاب الاستئذان، باب یسلم الصغیر علی الکبیر: ۶۲۳۴۔ مسلم، کتاب السلام، باب یسلم الراکب علی الماشی: ۲۱۶۰]

۴۔[أبوداؤد، کتاب الأدب، باب إفشاء السلام: ۵۱۹۳]

سے اشارہ کرتے ہیں، مجوسی جھک کر تعظیم کرتے ہیں عرب کہتے ہیں حیاک اللہ (اللہ تمہیں زندہ رکھے) اور مسلمانوں کا سلام یہ ہے کہ کہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام طریقوں سے افضل ہے کیونکہ سلام کرنے والا مخاطب کو یہ دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے، نیز جب کوئی شخص کسی کو سلام کرتے ہیں تو وہ اس کو ضرر اور خوف سے مامون اور محفوظ رہنے کی بشارت دیتا ہے، مکمل سلام یہ ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور تشہد میں بھی اتنا ہی سلام ہے، جب کوئی شخص فقط السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے اور اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے، اور بعض روایات میں ومغفرتہ کا اضافہ بھی ہے۔ (۱)

سلام کی ابتداء کرنے والا پہلے لفظ السلام کہتا ہے اور جواب دینے والا وعلیکم السلام کہہ کر بعد میں لفظ السلام کہتا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ سلام اللہ کا نام ہے اور مجلس کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہو اور انتہاء بھی اللہ کے نام پر ہو، اور ابتداء بھی سلامتی کی دعا سے ہو اور انتہاء بھی سلامتی کی دعا پر ہو۔

مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ اسلام کا کونسا وصف سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور ہر (مسلمان) کو سلام کرو خواہ

۱۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۹۶)

تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے' اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرو گے تمہارا ایمان (کامل) نہیں ہوگا' کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرو؟ ایک دوسرے کو بکثرت سلام کیا کرو۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (۳)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہوتے اگر ہم کسی درخت کی وجہ سے جدا ہو کر پھر مل جاتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (۴)

۱۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۱۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۹۴)

۲۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۵۴' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۹۳' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۹۷' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۶۹۲' الادب المفرد' رقم الحدیث: ۲۶۹' کشف الاستار عن زوائد البزار' رقم الحدیث: ۲۰۰۲' شعب الایمان' رقم الحدیث: ۸۷۴۵)

۳۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۵۱۹۷' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۲۶۹۴' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۹۱۱)

۴۔ (المعجم الاوسط' رقم الحدیث: ۷۹۸۳)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملاقات کے بعد مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے الگ ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ [۱]

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ؒ متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ حافظ منذری ؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [۲]

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حماد بن زید ؒ نے ابن المبارک ؒ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

حضرت ابن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے تشہد کی تعلیم دی درآں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔ [۳]

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے' اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو دوبارہ سلام کرے۔ [۴]

۱۔(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۵۲۱۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۲۷۳۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث:۳۷۰۳' کشف الاستار' رقم الحدیث:۲۰۰۴)

۲۔(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۲۳' المعجم الاوسط' رقم الحدیث:۹۷)

۳۔(صحیح البخاری کتاب الاستیذان' باب ۲۸' الاخذ بالیدین' رقم الحدیث:۶۲۶۵)

۴۔(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۵۲۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص سلام کرنے میں ابتداء کرے وہ تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔ [1]

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سوار' پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ [2]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھا۔ آپ کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان کو سلام کیا۔ [3]

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے' اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر اور قلیل' کثیر پر۔ [4]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہم عورتوں کے پاس سے گزر ہوا

۱۔(شعب الایمان' رقم الحدیث:۸۷۸۶)

۲۔(صحیح بخاری' رقم الحدیث:۶۲۳۲' صحیح مسلم' رقم الحدیث:۲۱۶۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۱۹۸' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۲۷۱۲' الادب المفرد' رقم الحدیث:۹۹۵' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث:۱۹۴۴۵)

۳۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۶۲۴۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث:۲۱۶۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۵۲۰۲' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۲۷۰۵' عمل الیوم واللیلة للنسائی' رقم الحدیث:۳۳۱' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث:۳۷۰۰' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث:۴۵۹' حلیۃ الاولیاء: ج۶ ص۲۹۱)

۴۔(صحیح البخاری' رقم الحدیث:۶۲۳۱' سنن ترمذی' رقم الحدیث:۲۷۱۳' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:۵۱۹۸)

تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔ (۱)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو اس سے تم پر برکت ہوگی اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ (۳)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا ﴿۸۷﴾

اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ضرور جمع کرلائے گا تم سب لوگوں کو قیامت کے اس دن میں، جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے؟۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سلام کا احسن طریقہ سے جواب دینے کا

۱۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۰۴، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۶۹۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۴۸۶)

۲۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۷۰۷)

۳۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۰۷)

حکم دیا تھا' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو اجنبی شخص تم کو سلام کرے تم اس کو مسلمان جانو' اور یہ نہ سمجھو کہ اس نے جان بچانے کے لیے سلام کیا ہے اور اس کے دل میں کفر ہے کیونکہ باطن کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے' اور جس نے اسلام کو ظاہر کیا اور باطن میں وہ کافر تھا اس کا حساب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لے گا' اس لیے اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو' لہٰذا ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے صدق کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا معبود صرف اللہ ہے، اس کے بعد اللہ نے قسم کھا کر کہا ہے کہ قیامت کے دن وہ تمام بنی نوع انسان کو ضرور جمع کرے گا اور ان سب کا پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا۔ نیز سچی بات یہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر جتنی بھی کوششیں کر سکتے ہیں کر دیکھیں، نہ وہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ اللہ کے قانون کو بدل سکتے ہیں۔ تمام قسم کے لوگ یعنی منافقین بھی، مشرکین بھی اور مسلمان بھی سب اللہ کے حضور اکٹھے کر لیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد فرمایا: (وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ)[یٰسٓ:۳۲] "اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔" اور فرمایا: (قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ ۔ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ)[الواقعۃ:۴۹، ۵۰] "کہہ دے بیشک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔"

امتناع کذب کا بیان

اللہ تعالیٰ واجب بالذات ہے اور اس کی تمام صفات قدیم اور واجب بالذات ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا صدق بھی قدیم اور واجب بالذات ہے اور کذب صدق کی نقیض ہے جب کذب آئے گا تو صدق نہیں

رہے گا اور کذب آنہیں سکتا لہٰذا صدق جانہیں سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے۔

امتناع کذب پر امام رازیؒ کے دلائل:

امام فخر الدین محمد عمر رازیؒ متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صدق واجب ہے اور اس کے کلام میں کذب اور خلف محال ہے' ہمارے اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کاذب ہو تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور جب اس کا کذب قدیم ہوگا تو اس کا زوال ممتنع ہوگا' کیونکہ قدیم کا عدم ممتنع ہے' اور جب کذب کا زوال ممتنع ہوگا تو اس کا صدق ممتنع ہوگا' کیونکہ ایک ضد کا وجود دوسری ضد کے وجود سے مانع ہے' اس لیے اللہ کو کاذب مانا جائے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا' لیکن اس کا کذب ممتنع ہے کیونکہ ہم بالبداہت جانتے ہیں کہ جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو وہ اس علم کے مطابق اس چیز کی خبر دے سکتا ہے اور یہی صدق ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا صادق ہونا ثابت ہو گیا تو اس کا کاذب ہونا ممتنع ہو گیا۔ [۱]

نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ کذب کا امکان صدق عدم کے امکان کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کا صدق واجب ہے اور قدیم ہے اس کا عدم اور سلب ممکن نہیں ہے لہٰذا اس کے کلام میں کذب بھی ممکن نہیں ہے۔

امتناع کذب پر علامہ تفتازانیؒ کے دلائل:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر رازی تفتازانیؒ متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا کلام ازل میں ماضی' حال اور استقبال کے ساتھ متصف نہیں تھا اور نہ لازم آئے گا کہ ازل میں

ا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸)

اللہ کا کلام مثلاً فعصی فرعون" فرعون نے معصیت کی" کاذب ہو کیونکہ ازل میں فرعون تھا نہ اس نے معصیت کی تھی، اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے اولاً اس لیے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے، ثانیاً اس لیے کہ معجزہ کی دلالت سے انبیاء (علیہم السلام) کی خبروں کا صدق تواتر سے ثابت ہے اور ان کا صدق اللہ کے کلام پر موقوف نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اللہ کے کلام کے صدق پر موقوف ہو، ثالثاً اس لیے کہ تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ پر محال ہے کیونکہ نقص عجز، جہل یا عبث کو مستلزم ہے، رابعاً اس لیے کہ اگر ازل میں اللہ تعالیٰ کی خبر کاذب ہو تو ازل میں اس کا صدق ممتنع ہوگا، کیونکہ جس چیز کا قدم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے، جب ازل میں اللہ تعالیٰ صادق ہے تو ازل میں کذب محال ہوگا۔ [۱]

امتناء کذب پر میر سید شریف رحمہ اللہ کے دلائل:

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمہ اللہ متوفی ۸۱۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کی تین دلیلیں ہیں:

(۱) پہلی دلیل یہ ہے: کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے نیز اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب واقع ہو تو لازم آئے گا کہ بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کامل ہوں یعنی جس وقت ہمارا کلام صادق ہو (اور اس کا کلام کاذب ہو)

(۲) دوسری دلیل یہ ہے: کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب سے متصف ہو تو اس کا کذب قدیم ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث قائم نہیں ہو سکتے اور جب اس کا کذب قدیم ہوگا تو اس کا صدق سے متصف ہونا محال ہوگا جو کذب کا مقابل ہے ورنہ اس کی صفت کذب کا زوال ممکن ہوگا اور ہم پہلے اس کے زوال

۱۔(شرح المقاصد ملخصاً ج ٤ ص ١٥٩۔١٥٨، مطبوعہ ایران)

کو محال فرض کر چکے ہیں کیونکہ اس کی صفات قدیم ہیں اور جس کا قدیم ثابت ہو اس کا عدم ممتنع ہوتا ہے اور لازم باطل ہے یعنی اللہ پر صدق کا ممتنع ہونا باطل ہے کیونکہ ہم بالبداہت جانتے ہیں کہ جس کو کسی چیز کا علم ہو اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس علم کے مطابق خبر دے۔

(۳) اور تیسری اور متعمد دلیل جو کلام لفظی اور کلام نفسی دونوں میں کذب بالبداہت معلوم ہے اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے' لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ تواتر سے منقول ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں صادق ہے' جس طرح تواتر سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے' اگر اس دلیل پر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء (علیہم السلام) کے صادق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کی اور ان کو صادق فرمایا اب اگر اللہ کا صادق ہونا اور اس پر کذب کا ممتنع ہونا انبیاء (علیہم السلام) کے قول اور ان کی خبر سے ثابت ہو تو یہ دور ہو جائے گا انبیاء کا صادق ہونا اللہ کی خبر پر اور اللہ کا صادق ہونا انبیاء کی خبر پر موقوف ہوا اور یہ کسی شے کا اپنے نفس پر موقوف ہونا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کا صدق اللہ کی تصدیق پر موقوف نہیں ہے بلکہ معجزہ کی دلالت پر موقوف ہے' انبیاء (علیہم السلام) اپنے دعویٰ نبوت پر معجزہ خارق عادت پیش کرتے ہیں جس سے ان کا صدق ثابت ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا صادق اور متکلم ہونا انبیاء (علیہم السلام) کی خبر پر موقوف ہے' وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متکلم اور صادق ہے۔ (۱)

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا

۱۔ (شرح مواقف ج ۸ ص ۱۰۳۔۱۰۱' مطبوعہ ایران)

كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

پھر تمہیں کیا ہو گیا (اے مسلمانو!) کہ تم ان منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو؟ حالانکہ اللہ نے ان کو اوندھا کر دیا ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ تم ان کو ہدایت دو جن کو اللہ نے گمراہی میں ڈال دیا ہے؟ اور (امر واقعہ یہ ہے کہ) جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے تم کوئی راستہ نہ پا سکو گے۔

شان نزول: (آیت) "فما لکم فی المنافقین"

امام بخاری و مسلمؒ وغیرہ نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کے لیے تشریف لے گئے کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے، وہ واپس لوٹ گئے تو ان لوٹنے والوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی دو جماعتیں ہو گئیں، ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم ان کو قتل کریں گے اور دوسری جماعت ان کے قتل کی منکر تھی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی پھر تمہیں کیا ہوا، کہ ان منافقین کے بارے میں تم میں اختلاف رائے ہوا۔

سعید بن منصور اور ابن ابی حاتمؒ نے سعد بن معاذؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کے درمیان خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے تکلیف دیتا ہے اس کی کون

سرکوبی کرے گا، یہ سن کر حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اگر وہ قبیلہ اوس سے ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوگا تو آپ حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے، یہ سن کر سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور بولے ابن معاذؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت میں کیا باتیں کر رہے ہو، میں تمہارا مقصد جان چکا ہوں، پھر اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوئے اور فرط جذبات میں بولے ابن عبادہؓ تم منافق ہو اور منافقین سے محبت رکھتے ہو۔

اس کے بعد محمد بن سلمہؒ نے کھڑے ہو کر کہا، لوگو! خاموش ہو جاؤ ہمارے درمیان رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں، آپ جیسا حکم دیں گے، ہم وہ کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

اور امام احمدؒ نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں عرب کی ایک جماعت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا ان کو مدینہ منورہ کی آب وہوا سے بخار چڑھ گیا، وہ بیعت توڑ کر مدینہ منورہ سے چلے گئے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے لوٹنے کا سبب دریافت کیا وہ بولے ہمیں مدینہ منورہ کی وباء لگ گئی ہے، صحابہ کرامؓ نے فرمایا کیا تمہارے لیے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات بابرکت میں بہترین نمونہ موجود نہیں، غرض کہ ان لوگوں کے بارے میں حضرات کا اختلاف ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ تم لوگ دو گروہ کیوں ہو گئے۔ اس روایت کی سند میں تدلیس اور انقطاع ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں' پہلے قول کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کی طرف نکلے تو آپ کے لشکر میں سے کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک فریق نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے اور دوسرے فریق نے کہا ہم ان کو قتل نہیں کریں گے۔
اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "فما لکم فی المنافقین فئتین"۔ (النساء: ۸۸) اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مدینہ لوگوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جسے لوہے سے زنگ نکال دیتی ہے۔
--- ۱

دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کچھ لوگ مکہ سے مدینہ آ گئے تھے' انھوں نے مسلمانوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہیں پھر وہ مکہ واپس چلے گئے اور مکہ والوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ مشرک ہیں: امام ابن جریرؒ روایت کرتے ہیں:
مجاہدؒ اس آیت کے شان نزول میں بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے اور انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مہاجر ہیں' پھر اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے' انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت مانگی کہ وہ مکہ سے اپنا مال لا کر تجارت کریں گے تو ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا' بعض مسلمانوں نے کہا وہ منافق ہیں اور بعض نے کہا وہ مومن ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو بیان کر دیا اور ان سے قتال کا حکم دیا وہ اپنا مال لے کر مدینہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان سے ہلال بن عویمر اسلمی نے ملاقات کی' اس کا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معاہدہ تھا اور یہی وہ شخص تھا جس کا مسلمانوں سے لڑتے لڑتے دل تنگ ہو چکا تھا یا وہ اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے عاجز ہو چکا تھا'

۱

اس نے ان لوگوں کی مدافعت کی اور کہا یہ مومن ہیں۔ (۱)

الطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد وعبد بن حمید و بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی ؒ نے دلائل میں زید بن ثابت ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد کی طرف نکلے کچھ لوگ لوٹ آئے جو آپ کے ساتھ نکلے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی ان کے بارے میں دو جماعتیں ہوگئیں ایک جماعت وہ تھی جو کہتی تھی کہ ہم ان سے قتال کریں گے اور ایک جماعت کہتی تھی ہم قتال نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین" اتاری رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مدینہ منورہ پاکیزہ شہر ہے اور یہ میل کچیل کو دور کر دیتا ہے جیسا کہ آگ چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

سعید بن منصور وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے عبدالعزیز بن محمد ؒ کے طریق سے زید بن اسلم ؒ سے اور انھوں نے سعد بن معاذ انصاری ؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین واللہ ارکسھم بما کسبوا" ہمارے بارے میں نازل ہوئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ فرمایا جو مجھے اذیت دیتا ہے کون مجھے اس سے چھٹکارا دلائے گا اور کون اس کو روکے گا جو جمع کرتا ہے اپنے گھر میں مجھے اذیت دینے والوں کو سعد بن معاذ ؓ کھڑے ہوئے اور کہا اگر وہ ہم میں سے ہے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج میں سے ہے آپ ہم کو حکم دیں گے تو ہم آپ کی اطاعت کریں گے سعد بن عبادہ ؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے ابن معاذ ؓ تو منافق ہے تو منافقوں کو پسند کرتا ہے۔ محمد بن مسلمہ ؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگوں چپ ہو جاؤ ہمارے درمیان رسول اللہ موجود ہیں وہ ہم کو حکم

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۲۶۳، ۲۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

دیں گے۔ تو ہم آپ کے حکم کو نافذ کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین (الآیہ)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عونؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم مکہ میں تھی انھوں نے زبانی اسلام قبول کرلیا تھا جبکہ وہ مدد کرتے تھے مشرکین کی جب وہ لوگ مکہ سے نکلے اپنی جانب کے لیے تو کہنے لگے اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہؓ سے ملے تو ہم کو ان سے کوئی خطرہ نہیں جب مومنین کو ان کے بارے میں خبر ملی کہ وہ مکہ سے نکل چکے ہیں تو ایمان والوں میں سے ایک جماعت نے کہا ان خبیث لوگوں کی طرف نکلو اور ان کو قتل کردو اس لیے کہ وہ تمہارے دشمن کی مدد کرتے ہیں اور ایمان والوں میں سے ودسری جماعت نے کہا سبحان اللہ! تم قتل کرو گے ایسی قوم کو کہ جنہوں نے وہی بات کی جو تم نے بات کی تم ان کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ انھوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہ چھوڑا تو تم حلال کرتے ہو ان کے خونوں کو اور ان کے مالوں کو اس طرح پھر صحابہؓ کی دو جماعتیں ہوگئیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے درمیان موجود تھے آپ کیسی جماعت کو منع نہ کرتے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین" سے لے کر "حتی یھا جروا فی سبیل اللہ" تک! پھر فرمایا حتی کہ وہ کریں گے جیسا تم نے کہا "فان تولوا" اگر وہ ہجرت سے منہ پھیر لیں۔

منافقین کو مدینہ پسند نہیں

احمدؒ نے ایسی سند سے جس میں انقطاع ہے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا کہ عرب میں سے ایک قوم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس مدینہ منورہ آئی وہ مسلمان ہوگئے لیکن ان کو مدینہ منورہ میں وبا یعنی بخار لگ گیا تو وہ واپس لوٹے اور مدینہ سے نکل گئے صحابہؓ کی ایک جماعت ان کے سامنے

آئی اوران سے کہا تم کس لیے لوٹے ہو انھوں نے کہا ہم کو مدینہ کی وبا لگ گئی تو صحابہؓ نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات میں تمہارے لیے کوئی طریقہ موجود نہیں (کہ جس کی تم پیروی کرتے) ان کے بعض نے کہا یہ منافق ہو گئے اور بعض نے کہا منافق نہیں ہوئے یہ لوگ مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین"۔

ابن ابی حاتمؒ نے (وجہ آخر سے) عبدالرحمنؒ سے روایت کیا کہ کچھ لوگوں نے عرب کی جماعتوں میں سے ہجرت کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے ایک جماعت سے ملے انھوں نے ان کو پہچان لیا اوران سے پوچھا کیوں لوٹ رہے ہو؟ انھوں نے صحابہؓ کے سامنے عذر پیش کیا صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا ان کے لیے کہ تم منافق ہو گئے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ یہ بات ان میں پھیل گئی تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین"۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین" سے وہ قوم مراد ہے جو مکہ سے نکلے اور مدینہ منورہ میں آئے وہ گمان کرتے تھے کہ وہ ہجرت کرنے والے ہیں پھر اس کے بعد دین سے پھر گئے انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت لی مکہ کی طرف جانے کی تا کہ وہ اپنا سامان لے آئیں تجارت کریں ان کے بارے میں مومنین نے اختلاف کیا کچھ کہتے یہ منافق ہیں کچھ کہتے وہ مومن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو بیان فرمایا اور ان کو قتل کا حکم فرمایا وہ اپنا سامان لے آئے اس سے مراد بلال بن عویمر اسلمی لیتے اس کا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معاہدہ تھا اوراس کا سینہ تنگ ہو گیا کہ مومنین کو قتل کرے یا اپنی قوم کو قتل کرے اس کا یہ طرز عمل اس چیز کو رد کر دیتا ہے کہ وہ اس سے مراد حلال لیتے اوراس کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کے ساتھ معاہدہ تھا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "فمالم فی المنفقین فئتین" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ قریش میں سے دو آدمی تھے اور یہ دونوں مکہ میں قریش کے ساتھ رہتے تھے اور انھوں نے زبانی اسلام قبول کرلیا تھا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ لوگ چلے اور وہ مکہ کی طرف جارہے تھے بعض صحابہؓ نے کہا ان کے خون اور ان کے مال حلال ہیں اور بعض نے کہا تمہارے لیے حلال نہیں ہیں ان میں اختلاف ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت "فمالکم فی المنفقین فئتین" یہاں تک پہنچے "قومہم ولوشاء اللہ لسلطہم علیکم فلقتلوکم"۔

ابن جریرؒ نے معمر بن راشدؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے مکہ والوں میں سے کچھ لوگوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لکھا کہ وہ اسلام لے آئے یا ان کی طرف سے جھوٹ تھا صحابہ کرامؓ ان سے ملے تو ان کے بارے میں اختلاف کیا ایک جماعت نے کہا ان کے خون حلال ہیں اور ایک جماعت نے کہا ان کے خون حرام ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا "فمالکم فی المنفقین فئتین"۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ وہ لوگ تھے جو اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیچھے رہ گئے تھے اور یہ لوگ مکہ میں ٹھہر گئے اور ایمان کا اعلان کیا مگر ہجرت نہ کی تو ان کے بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ نے اختلاف کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کچھ صحابہؓ نے ان سے دوستی کی اور کچھ صحابہ نے ان کو دوستی سے برات کا اظہار کیا اور کہنے لگے یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ کر گھروں میں بیٹھے رہے اور ہجرت بھی

نہیں کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو منافقین کہا ہے اور ایمان والے ان کی مدد سے آزاد ہو گئے اور ان کو حکم دیا کہ تم ان سے دوستی نہ کرو حتی کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ منافقین میں سے کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ سے نکلنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے مومنین سے کہا ہم مدینہ میں بیمار ہو گئے ہیں اور ہمارے پیٹ خراب ہو گئے ہیں شاید ہم کھلی فضا کی طرف نکل جائیں تو ٹھیک ہو جائیں تو پھر ہم واپس آجائیں گے بلا شبہ ہم جنگلوں میں رہنے والے ہیں وہ لوگ چلے گئے تو ان کے بارے میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے کہا یہ اللہ کے دشمن منافق ہیں اور ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو اجازت دیں تو ہم ان سے جنگ کریں دوسری جماعت نے کہا نہیں! بلکہ یہ ہمارے بھائی ہیں مدینہ منورہ کی آب و ہوا نے ان کے پیٹ خراب کر دیئے ہیں تو وہ بیمار ہو گئے ہیں وہ کھلی فضا کی طرف نکل گئے جب ٹھیک ہو گئے تو واپس لوٹ آئیں گے اللہ نے یہ آیت اتاری لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین"۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے مشرکوں سے مال لیا اور یمامہ کی طرف سے تجارت کرنے کے لیے گئے ان کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا ایک جماعت نے کہا اگر ہم ان سے ملے تو ہم ان کو قتل کر دیں گے اور جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے وہ لے لیں گے اور ان کے بعض لوگوں نے کہا تمہارے لیے یہ ٹھیک نہیں ہے تمہارے بھائی ہیں جو تجارت کے لیے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "فما لکم فی المنفقین فئتین"۔

ابن جریرؒ نے ابن وہبؒ کے طریق سے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فمالکم فی المنفقین فئتین“ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ (منافق) ابن ابی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازیبا باتیں کی تھیں تو اس کے قول کی طرف (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت ”فلا تتخذوا منہم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ“ سعد بن معاذؓ نے فرمایا کہ میں اس کی دوستی سے اللہ اور اس کے رسول کی جانب برات کا اظہار کرتا ہوں وہ اس بات سے عبداللہ بن ابی سلول کا ارادہ کر رہے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے زید بن عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اس آدمی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ کے درمیان ذلیل ورسوا ہوا ہو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل وعیال کے بارے میں بری باتیں کہتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو (یعنی عائشہؓ کو) بری کر دیا۔ پھر اس کو پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ کی برات کے بارے میں نازل فرمایا۔ اور اسی بارے میں قرآن نازل ہوا۔ لفظ آیت ”فمالکم فی المنفقین فئتین“ (الآیہ) اس آیت کے بعد کوئی بھی اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتا تھا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واللہ ارکسھم“ سے مراد ہے کہ اللہ ان کو گرا دیتا ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ نے عطا خراسانیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ارکسھم“ یعنی اللہ نے ان کو رد کر دیا۔

الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے پوچھا

کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ارکسھم" کے بارے میں بتایئے تو انھوں نے فرمایا ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں قید کردیں پوچھا کیا عرب کے لوگ اس سے واقف ہیں فرمایا کیا تو نے امیہ بن ابی صلت کا یہ شعر نہیں سنا۔ ارکسوا فی جھنم انھم کانوا عتاۃ یقولوا اپینا وکذبا وزورا ترجمہ: ان کو محبوس کردیا گیا جہنم میں یقیناً وہ سرکش تھے کہ بکواس جھوٹ موٹ کہا کرتے تھے۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کہ لفظ آیت "ارکسھم بما کسبوا" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے بدلے ان کو ہلاک کردیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ "ارکسھم" یعنی (اللہ نے) ان کو گمراہ کردیا۔

﴿ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ﴿٨٩﴾ ﴾

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ، تاکہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں، لہٰذا ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ

انھیں پکڑواورقتل کرواوران میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

شان نزول: آیت ”ودوالوتکفرون“

ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیمؒ نے دلائل میں حسن بصریؒ سے روایت کیا کہ سراقہ بن مالک مدلجیؓ نے ان کو بیان کیا کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدر اور احد والوں پر غالب ہو گئے اور مدینہ کے اردگرد کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو سراقہ نے کہا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خالد بن ولیدؓ کو میری قوم بنومدلج کی طرف بھیج رہے ہیں۔ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کو نعمت کی قسم دیتا ہوں صحابہؓ نے کہا کہ آپ رک جائیں آپ نے فرمایا ان کو بلالو وہ کیا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ میری قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جبکہ میں چاہتا ہوں آپ انھیں اس حال میں رہنے دیں اگر ان کی قوم مسلمان ہوگئی تو وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام میں داخل ہو جائیں اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو آپ ان پر اپنی قوم کے دلوں کی وجہ سے سخت نہ ہوں گے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اس کے ساتھ جاؤ تو ایسا ہی کرو جو وہ چاہتا ہے تو خالد نے ان سے صلح کر لی اس بات پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اس کے ساتھ جاؤ تو ایسا ہی کرو جو وہ چاہتا ہے تو خالد نے ان سے صلح کر لی اس بات پر کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اگر قریش اسلام لے آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو جائیں گے اور جو لوگ مدلج کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی ان کے عہد میں شامل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ”ودوالوتکفرون“ سے لے کر ”الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینھم میثاق“ تک پس جو آدمی ان کی طرف ملتا تھا تو وہ بھی ان کے ساتھ ان کے عہد میں ہوتا

تھا۔

منافقوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مدینہ کے اردگرد پھیلے ہوئے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے خیر خواہی اور محبت کا اظہار ضرور کرتے تھے مگر عملی طور پر اپنے ہم وطن کافروں کا ساتھ دیتے تھے، یا دینے پر مجبور تھے۔ان کے لیے معیار یہ مقرر کیا گیا کہ اگر وہ ہجرت کر کے تمہارے پاس مدینہ آجائیں اور تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہوجائے تو اس صورت میں تم انھیں سچا بھی سمجھو اور ہمدرد بھی، لیکن اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں، پھر بھی ان سے کافروں جیسا سلوک کرو، کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا۔اس لیے انھیں گرفتار کرو اور حِلّ وحرم جہاں پاؤ انھیں قتل کردو اور انھیں اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے کی ممانعت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا تم ان منافقوں کو ہدایت یافتہ بنانا چاہتے ہو‘ اور آیت میں فرمایا: حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ یہ تم کو کافر بنانا چاہتے ہیں اس لیے تم ان کو دوست نہ بناؤ کفار کو دوست بنانے سے قرآن مجید اور احادیث میں منع کیا گیا ہے۔

(آیت) ”یایھا الذین امنوا لاتتخذ وا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جآءکم من الحق “۔(الممتحنۃ:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ‘ تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ ۲٦۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے' جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے' تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔ ①

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے' جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ②

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: منکرین تقدیر کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ان سے پہلے مخاطب۔ ③

ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم ان (منافقوں) کو دوست نہ بناؤ حتی کہ وہ ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ منافق پہلے خلوص قلب سے اسلام لائیں پھر ہجرت کریں کیونکہ ایمان اور اخلاص کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔

ہجرت کا معنی ہے دارالحرب کو ترک کر کے دارالاسلام میں منتقل ہونا' جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔ (مقدمہ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ٦)

۲۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

۳۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ٤٧١٠)

وسلم) مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آگئے تو مکہ کے مسلمانوں پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت واجب ہوگئی اور جب مکہ فتح ہوگیا تو اب یہ ہجرت منسوخ ہوگئی کیونکہ اب مکہ دارالاسلام بن گیا' جو مسلمان کسی کافر ملک میں رہتے ہوں اور وہاں ایمان کے اظہار کی وجہ سے ان کی جان' مال اور عزت کے ہلاک ہونے کا یقینی خطرہ ہو ان پر واجب ہے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر دارالاسلام میں منتقل ہو جائیں' النساء: ۹۷' میں انشاء اللہ ہم اس ہجرت کی فرضیت کو بیان کریں گے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہجرت کو سخت اور مشکل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے یہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی' ہجرت کی ایک اور قسم ہے دارالخوف سے دارالامن میں منتقل ہونا' جیسے مسلمان مکہ سے حبشہ میں منتقل ہو گئے تھے یا جیسے مسلمان بھارت سے برطانیہ' ہالینڈ' جنوبی افریقہ اور جرمنی وغیرہ کافر ملکوں میں منتقل ہو جائیں' اور ہجرت کی تیسری قسم ہے گناہوں سے ہجرت کرنا' اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

قیامت تک ہجرت کا مشروع ہونا

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو' اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ [۱]

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۴۷۹' مسند احمد ج ۱' رقم الحدیث: ۱۶۷۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہجرت کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے، جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔ (۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت منسوخ ہو گئی اور مطلقا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک مشروع ہے۔

اصل ہجرت گناہوں کو ترک کرنا ہے۔

ہجرت کا دور معنی یہ ہے کہ برے کاموں کو چھوڑ کر توبہ کرنا اور نیک کاموں کی طرف منتقل ہونا، اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کی منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کی (یعنی ان کو ترک کر دیا)۔ (۲)

امام احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں سے ہجرت

۱۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۸۶۴، ۱۸۶۳، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۳۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۸۰، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۵۹۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۱۸۰)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۰)

کر لی۔ (۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہجرت کے متعلق دریافت کیا' آپ نے کچھ دیر توقف کیا پھر فرمایا سائل کہاں ہے' اس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے فرمایا ہجرت یہ ہے کہ تم تمام بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو خواہ وہ کام ظاہر کیے جائیں یا چھپ کر اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو پھر تم مہاجر ہو خواہ تم اپنے شہر میں مر جاؤ۔ (۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

عبید بن عمیر لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا اب ہجرت نہیں رہی پہلے مسلمانوں میں کوئی شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگ کر جاتا تھا' اس کو یہ خطرہ ہوتا تھا کہ دین پر قائم رہنے کی وجہ سے وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا' اب انسان جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ (۳)

ہجرت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

۱۔ (سنن نسائی' رقم الحدیث: ۲۵۲۵' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۴۴۹' سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۴۲۴)

۲۔ (مسند احمد ج ۲' رقم الحدیث: ۷۱۱۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

۳۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث: ۳۹۰۰)

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اگر اب کسی جگہ اسلام کی وجہ سے مسلمان کو فتنہ کا خطرہ ہو تو اب بھی اس پر ہجرت فرض ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفیؒ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابیؒ نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی پھر فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنا مستحب ہے' علامہ ابن الاثیرؒ نے کہا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے ایک مسلمان اپنے اہل مال اور گھر بار کو چھوڑ کر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلا جاتا تھا فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہوگئی' اور دوسری ہجرت وہ ہے جیسے اعراب ہجرت کرتے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور اول الذکر کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے یہ ہجرت قیامت تک باقی ہے' میں کہتا ہوں ہجرت کی ایک اور قسم بھی ہے وہ ہے گناہوں سے ہجرت کرنا' امام احمدؒ، حضرت بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ تم برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرو اور دوسری قسم یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرو اور جب تک توبہ منقطع نہ ہو یہ ہجرت منقطع نہیں ہوگی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی۔ [۱]

﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا

۱۔(عمدۃ القاری ج۱ص ۳۰۔۲۹' مطبوعہ مصر)

قَوۡمَهُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمۡ عَلَيۡكُمۡ فَلَقٰتَلُوۡكُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ﴿۹۰﴾

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آجائیں کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔

شان نزول: (آیت) "الا الذین یصلون الی قوم"

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ سراقہ بن مالک مدلجیؓ نے ان سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بدر واحد کے کفار پر غلبہ حاصل ہو گیا اور اطراف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا، (سراقہؓ بیان کرتے ہیں) تو مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری قوم بنی مدلج کی طرف حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیج رہے ہیں اور میں اس حوالے سے

بات کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کو رب کی قسم دیتا ہوں مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ میری قوم کی طرف خالدؓ کو روانہ کر رہے ہیں اور میری مرضی یہ ہے کہ ابھی آپ ان کو رہنے دیں کیونکہ اگر آپ کی قوم اسلام لے آئے گی تو وہ سب اسلام لے آئیں گے اور اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اگر انھوں نے اسلام قبول نہ کیا تو آپ کی قوم کا غلبہ ان کے اوپر سود مند نہ ہوگا، یہ سن کر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت خالدؓ کا ہاتھ پکڑ فرمایا سراقہ کے ساتھ جاؤ اور جو ان کی مرضی ہو ویسا کرو۔

چنانچہ اسی صلحہ نامہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، (آیت) "الا الذین یصلون"۔ (الخ)۔ مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں الخ چنانچہ جو شخص ان کے پاس چلا جاتا تھا وہ بھی ان کے عہد میں شریک ہو جاتا تھا۔

اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی، سراقہ بن مالک مدلجیؓ اور بنی جذیمہ بن عامر بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی ہے، نیز مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عہد و صلح تھی اور ان کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس عہد و صلح کے خلاف کرنا چاہا تھا تو انھوں نے اس بات کو اچھا نہیں سمجھا کہ اپنا عہد و پیمان توڑ کر مسلمانوں کے ساتھ قتال کیا جائے اور پھر جواب اسی طرح ان کی قوم کے ساتھ بھی قتال ہو۔

جن کافروں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اس کی پابندی کی جائے گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم سے مستثنیٰ فرمایا ہے وہ کون ہیں؛ آیا وہ مسلمان ہیں یا کافر؛ جمہور نے کہا وہ

کافر ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کو واجب قرار دیا ہے مگر جب کفار کے ساتھ معاہدہ ہو یا انھوں نے تم سے قتال کرنا ترک کر دیا ہو تو پھر ان کے خلاف قتال واجب نہیں ہے، اس تقدیر پر یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے۔ (آیت) "فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" (التوبہ:٥) (جب حرمت والے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو) البتہ جن مشرکوں سے مسلمان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر چکے ہوں ان کے حق میں یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) "الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم"۔ (التوبہ:٤) ترجمہ: مگر جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انھوں نے تمہارے ساتھ اس عہد میں کوئی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی تو ان سے ان کا عہد ان کی مدت معینہ تک پورا کرو۔ (آیت) "واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم"۔ (النحل: ٩١) ترجمہ: اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن کافروں سے مسلمانوں نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا تو سورہ النساء: ٩٠ کی اس آیت کے مطابق ان سے جنگ نہیں کی جائے گی اور جن کافروں نے مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ دیا ہے اور وہ جنگ سے تنگ آ چکے ہیں ان سے نہ لڑنے کا حکم التوبہ: ٥ کے حکم سے منسوخ ہے۔

ابو مسلم اصفہانی ؒ نے کہا یہ استثناء مسلمانوں کے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر ہجرت کو فرض کر دیا تو جو لوگ ہجرت کرنے سے معذور تھے ان کو مستثنیٰ کر دیا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کا قصد کریں لیکن ان کے راستہ میں کفار ہوں جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو جس کی وجہ سے وہ ہجرت نہ کریں یا جو مسلمان اس لیے کفار سے جہاد نہ کریں اور وہاں سے ہجرت نہ کریں کہ

ان کافروں کے درمیان ان کے اہل اور رشتہ دار ہوں اور ان کو یہ خوف ہو کہ اگر انھوں نے وہاں سے ہجرت کی یا ان کافروں کے خلاف جہاد کیا تو وہ ان کے اہل اور رشتہ داروں کو قتل کر دیں گے تو وہ بھی معذور ہیں اور ان مسلمانوں کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا۔

عہد شکنی اسلام میں حرام ہے

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے لفظ آیت ”الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینھم میثاق“ کے بارے میں روایت کیا کہ جب وہ اپنے کفر کو ظاہر کریں تو ان کو قتل کر دو جہاں ان کو پاؤ اگر کوئی ان میں سے ایسی قوم میں داخل ہو جائے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے تو ان کو پناہ دو جیسے کہ تم نے اہل ذمہ کو پناہ دی۔

ابوداؤدؒ نے اپنی ناسخ میں وابن المنذر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس والبیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے لفظ آیت ”الا الذین یصلون الی قوم بینکم“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کو منسوخ کر دیا سورہ براۃ کی آیت ”فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم“ نے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ”حصرت صدورھم“ یعنی ان کے سینے تنگ ہو گئے۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت ”حصرت صدورھم“ یعنی ان کے دل نفرت کرتے ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ ”والقوا الیکم السلم“ یعنی صلح۔

عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاسؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فان اعتزلوکم“ (اس حکم کو) منسوخ کر دیا سورہ توبہ کی آیت ”فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم“ نے۔

ابن جریرؒ نے حسن اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہما دونوں حضرات سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس آیت (کے حکم) کو براۃ والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

﴿ سَتَجِدُونَ اٰخَرِينَ يُرِيدُونَ اَنْ يَّاْمَنُوكُمْ وَيَاْمَنُوا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوا فِيهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۭ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ ﴾

عنقریب تم کچھ اور لوگ پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، وہ جب بھی فتنے کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اس میں الٹا دیے جاتے ہیں، تو اگر وہ نہ تم سے الگ رہیں اور نہ صلح کا پیغام بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں تو انھیں پکڑو اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے۔

شان نزول: ستجدون اخرین یریدون ان یامنوکم ویامنوا قومھم

اس کا معنی پہلی آیت کے معنی کی طرح ہے، قتادہؒ نے کہا: یہ تہامہ سے ایک قوم کے بارے نازل ہوئی تھی جنہوں نے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے امان طلب کی تھی۔ تا کہ وہ آپ کے پاس اور اپنی قوم کے پاس امن پائیں، مجاہدؒ نے کہا: یہ اہل مکہ سے ایک قوم تھی، سدیؒ نے کہا: یہ نعیم بن مسعودؒ کے بارے نازل ہوئی وہ مسلمانوں اور مشرکوں کو امن دیتا تھا، حسنؒ نے کہا: یہ منافقین کی ایک قوم تھی، بعض نے فرمایا: یہ اسد اور غطفان کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ طیبہ میں آئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا پھر اپنے گھروں کو لوٹ کر گئے اور کفر کا اظہار کیا۔

اس آیت میں منافقین کی ایک اور قسم بیان کی گئی ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحابؓ کے سامنے اسلام کو ظاہر کرتے تھے تا کہ وہ قتل کیے جانے' گرفتار ہونے اور اموال کے چھن جانے سے محفوظ رہیں اور درحقیقت وہ کافر تھے اور کافروں کے ساتھ تھے اور جب بھی کافران کو شرک اور بت پرستی کی طرف بلاتے تو یہ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے' ان کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ میں رہتے تھے اور بطور تقیہ اسلام لے آئے تھے' تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے رشتہ داروں کو قتل کیے جانے سے محفوظ رکھیں اور جب کفار ان کو بت پرستی کی طرف بلاتے تو وہ چلے جاتے تھے' اس تقدیر پر فتنہ سے مراد شرک اور بت پرستی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تہامہ کا ایک قبیلہ تھا' انھوں نے کہا تھا اے اللہ کے نبی ہم آپ سے قتال کریں گے نہ ہماری قوم آپ سے قتال کرے گی اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی' اس کے باوجود جب بھی مشرکین فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکاتے تو وہ اس میں کود پڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس اگر وہ تم سے الگ نہ ہوں اور تمہیں صلح کا پیغام نہ بھیجیں اور (لڑائی سے) اپنے

ہاتھ نہ روکیں تو تم ان کو پکڑ لو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر (ہاتھ اٹھانے کے لیے) ہم نے تمھیں کھلا اختیار دیا ہے۔ (النساء:۹۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر یہ منافق اپنی روش پر قائم رہیں تو ان سے کھلا جہاد کرو۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "ستجدون اخرین" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ والوں میں سے کچھ لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آتے تھے اور وہ دکھاوے کے طور پر مسلمان ہو جاتے تھے پھر قریش کی طرف لوٹ جاتے تھے اور بتوں کی عبادت شروع کر دیتے اس سے وہ یہ ارادہ کرتے تھے کہ یہاں بھی امن سے رہیں اور وہ ان سے بھی امن سے رہیں تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا اگر وہ (بتوں کو) نہ چھوڑیں اور وہ (مسلمانوں سے) صلح نہ کریں تو ان سے جنگ کرو۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے عوفیؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ستجدون اخرین یریدون ان یامنوکم ویامنوا قومھم کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیھا" سے مراد ہے جب بھی وہ فتنہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تھے تو پھر اس میں منہ کے بل گر پڑتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے ایک آدمی کو پایا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کا دعوی کرتا پھر وہ مکڑی اور پتھر اور بچھو اور گبریلے کی طرف دیکھے تو مشرک اس مسلمان سے کہتے تو کہہ دے یہ گبریلا اور بچھو میرا رب ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے "ستجدون اخرین" (الآیہ) کے بارے میں روایت کیا کہ ایک قبیلہ تہامہ میں تھا انھوں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم آپ سے قتال نہیں کریں گے

اور نہ اپنی قوم سے قتال کریں گے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ اللہ کے نبی سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کا انکار فرمایا اور فرمایا لفظ آیت "کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیھا" یعنی جب بھی ان کی کوئی آزمائش سامنے آتی ہے تو وہ اس میں ہلاک ہوجاتے ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ پھر انھوں نے نعیم بن مسعود اشجعی کا ذکر فرمایا کہ وہ امان سے تھا مسلمانوں میں اور مشرکوں میں کیونکہ وہ سفارت کا کام کررہا تھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مشرکین کے درمیان تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ستجدون اخرین یریدون ان یامنوکم و یامنوا قومھم کلما ردوا الی الفتنۃ" یعنی شرک کی طرف۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابو العالیہؒ سے "کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیھا" کے بارے میں روایت کیا کہ جب بھی ان کو آزمائش میں ڈالا جاتا تو اس میں اوندھے منہ گر پڑتے تھے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ

اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۹۲﴾

کسی مومن کے یہ لائق نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے، سوائے اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے مگر یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا، پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینوں کے روزے رکھے یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔

ربط آیت: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دی تھی اور کفار کے خلاف جہاد نہ کرنے والوں کی مذمت کی تھی، اس آیت میں جہاد سے متعلق بعض احکام بیان کیے ہیں کیونکہ جب مسلمان کافروں پر حملہ کریں گے تو بلا قصد و ارادہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان مسلمان کے ہاتھوں مارا جائے، ایسی صورت کا اللہ تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر مسلمان مقتول دارالاسلام کا باشندہ ہو یا کسی معاہد ملک کا باشندہ ہو تو اس کے ورثاء کو اس کی دیت ادا کی جائے گی اور اس خطا کے کفارہ میں ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا اور اگر وہ مقتول دارالحرب کا باشندہ ہو تو صرف ایک

مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا اور اگر غلام یا باندی کو آزاد کرنیکی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔

شان نزول: (آیت) وما کان لمومن ان یقتل“

ابن جریرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن یزیدؓ، بنی عامر بن لوی سے تھے، یہ ابوجہل کے ساتھ عیاش بن ابی ربیعہ کو سخت تکالیف دیا کرتے تھے، پھر حارث بن یزیدؓ ہجرت کر کے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آگئے مقام حرہ میں ان کو عیاش ملے، انھوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کافر ہیں قتل کر دیا، اس کے بعد رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو بلا تحقیق قتل کرے، لیکن غلطی سے۔ [۱]

قتل خطاء کے شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کا شان نزول میں متعدد اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے حضرت حذیفہؓ کے والد یمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تھے اس وقت ابلیس لعنت اللہ علیہ نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں پر حملہ کرو' پھر اگلی صفوں نے

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور وہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اچانک حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ مسلمان حضرت یمان پر حملہ کر رہے ہیں' انھوں نے چلا کر کہا یہ میرے باپ ہیں' یہ میرے باپ ہیں حضرت عائشہؓ بیان کیا بہ خدا وہ اس وقت تک باز نہیں آئے جب تک کہ انھوں نے حضرت یمان کو قتل نہیں کر دیا' حضرت حذیفہؓ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ [۱]

دوسرا قول یہ ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص مسلمان ہو گیا تھا' حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ کو اس کی خبر نہ تھی انھوں نے غلط فہمی سے اس کو قتل کر دیا' اس کی تفصیل یہ ہے:

امام محمد ابن جریرؒ متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ' ابو جہل بن ہشام کے اخیافی (سوتیلے) بھائی تھے' وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہجرت کرنے سے پہلے مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ چلے گئے' ابو جہل' حارث بن ہشام اور ان کے ساتھ بنو عامر کا ایک اور شخص تھا' یہ ان کو لینے مدینہ پہنچ گئے' عیاش سے ان کی ماں بہت محبت کرتی تھی' انھوں نے کہا تمہاری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم کو دیکھ نہ لے گی سائے میں نہیں بیٹھے گی' وہ دھوپ میں لیٹتی ہے' تم جا کر اپنی ماں کو دیکھ لو' پھر واپس چلے جانا' اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ ان کو واپس مدینہ پہنچا دیں گے' جب وہ مدینہ کی حدود سے باہر آئے تو انھوں نے حضرت عیاشؓ کو باندھ لیا اور بنو عامر کے شخص نے ان کو کوڑے مارے' اس پر انھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ عامری کو قتل کر دیں گے' پھر وہ کافی عرصہ تک مکہ میں قید رہے اور فتح مکہ کے دن آزاد ہوئے' ایک دن ان کے سامنے سے عامری آ رہا تھا' وہ مسلمان ہو چکا تھا حضرت عیاش کو اس

۱۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۳۰۶۵)

کے اسلام کا علم نہیں تھا' انھوں نے اس کو قتل کر دیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

امام واحدی نیشا پوری ؒ متوفی ٤٥٨ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ ؓ نے غلط فہمی سے حارث بن زید کو قتل کیا تھا' اس کے گمان میں وہ کافر تھا' ان کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی۔ (۲)

امام ابن الاثیر شیبانی ؒ متوفی ٦٣٠ھ نے لکھا ہے کہ حارث بن زید مکہ میں مسلمانوں کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا وہ مسلمان ہو گیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی حتی کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچا تو عیاش بن ربیعہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (۳)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء ؓ نے ایک مسلمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

ابن زید ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء ؓ کسی لشکر کے ساتھ جا رہے تھے وہ قضاء حاجت کے لیے ایک گھاٹی میں اترے تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو لے جا رہا تھا' انھوں نے اس پر تلوار سے حملہ کیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" حضرت ابوالدرداء ؓ نے اس کو قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے پھر ان کے دل میں اضطراب ہوا' انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کے کیوں نہیں دیکھا! اس نے تم کو اپنی زبان سے اسلام لانے کی خبر دی' اور تم نے اس کی تصدیق نہیں کی' حضرت ابوالدرداء ؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب میرا کیا ہوگا' آپ نے فرمایا "لا الہ

۱۔ (جامع البیان جزء ٥ ص ٢٧٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٥ھ)

۲۔ (الوسیط ج ٢ ص ٩٤۔٩٣' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۳۔ (اسد الغابہ ج ١ ص ٣٩٤)

الا اللہ" کا کیا ہوگا' میں بار بار حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہی عرض کرتا اور آپ یہی فرماتے حتی کہ میں نے تمنا کی کاش یہ واقعہ میرے اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا۔ [1]

چوتھا قول سعید بن جبیرؒ کا ہے' انھوں نے کہا کہ یہ آیت حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے انھوں نے غلط فہمی سے مرداس بن عمر کو خطاء قتل کر دیا تھا۔ [2] اس کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک لشکر میں بھیجا ہم صبح کے وقت جہینہ کے ایک مقام حرقات میں پہنچے' میں نے ایک شخص کو پکڑ لیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" میں نے اس کو نیزہ سے مار دیا' پھر مجھے اضطراب ہوا تو میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا اس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا تھا پھر تم نے اس کو قتل کر دیا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس نے حملہ کے خوف سے "لا الہ الا اللہ" کہا تھا' آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا حتی کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں! آپ بار بار یہ کلمات فرماتے رہے حتی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ [3]

قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام

۱۔(جامع البیان جزء ۵ ص ۲۷۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۲۔(روح المعانی' الدر المنثور)

۳۔(صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۹۶' صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۴۲۰۱' ۶۴۷۸' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۲۶۴۳)

قتل خطاء کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فعل میں خطاء ہو جائے مثلاً انسان ایک ہرن کا نشانہ لے رہا تھا اور گولی کسی انسان کو لگ گئی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ قصد میں خطاء ہو' قتل کرنے والے کا گمان یہ تھا کہ وہ شخص کافر ہے اور وہ درحقیقت مسلمان تھا' قتل خطا کی دوسری قسم قتل قائم مقام خطاء ہے' مثلاً ایک انسان کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر گئی جس سے دوسرا شخص ہلاک ہو گیا' اس کا حکم بھی قتل خطاء کی طرح ہے۔ اس میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا' اور ایک قتل بالسبب ہے، مثلاً ایک شخص نے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا جس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا یا کوئی کسی سواری پر سوار تھا اور اس سواری نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا' اس میں صرف عاقلہ پر دیت ہے۔ (آج کل ٹریفک کے حادثات میں کار' ٹرک یا بس کے نیچے آکر جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں وہ بھی قتل بالسبب ہیں)۔ [۱]

دیت کا معنی

وہ مال جو مقتول کے ورثاء کو مقتول کی جان کے عوض میں دیا جاتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اگر مسلمان مقتول کے قرابت دار کافر ہوں تو ان کو دیت نہیں دی جائے گی کیونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا' مسلمان مقتول کے جو وارث مسلمان ہوں ان کو دیت ادا کی جائے گی۔ علامہ فیروز آبادی ؒ متوفی ۸۱۷ ھ نے لکھا ہے کہ دیت کا معنی ہے مقتول کا حق [۲] اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو ناحق تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعاً مالی تاوان لازم آتا ہے اس کو

۱۔ (عالم گیری ج ٦ ص ٣ مطبوعہ مصر، ١٣١٠ ھ)

۲۔ (القاموس ج ٤ ص ٥٧٩)

دیت کہتے ہیں، اور بعض اوقات جان کے تاوان کو دیت اور عضو کے تاوان کو ارش کہتے ہیں۔

قتل خطاء، قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قتل خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے: ایک سال کی بیس اونٹنیاں، ایک سال کے بیس اونٹ، دو سال کی بیس اونٹنیاں، تین سال کی بیس اونٹنیاں، اور چار سال کی بیس اونٹنیاں (اس حدیث کی سند ضعیف ہے خشف بن مالک مجہول الحال ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر ہے)۔ [۱]

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت اسی طرح ہے جس طرح اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اور قتل شبہ عمد (کسی شخص کو ایسے آلہ سے ضرب لگائی جائے جس سے قتل نہیں کیا جاتا اور اس کو قصد صرف ضرب لگانا ہو قتل کرنا نہ ہو لیکن اس ضرب کے نتیجہ میں مضروب مر جائے) کی دیت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں، پچیس دو سال کی اونٹنیاں، پچیس تین سال کی اونٹنیاں اور پچیس چار سال کی اونٹنیاں۔ [۲]

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔(سنن ترمذی، رقم الحدیث:۱۳۹۱، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:٤٥٤٥، سنن نسائی، رقم الحدیث:٤٨١٦، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:٢٦٣١، موطا امام مالک، رقم الحدیث:١٦٠٥)

۲۔(عالم گیری ج٦ ص٢٤ مطبوعہ مصر، ١٣١٠ھ)

وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس سے دیت وصول کر لیں، قتل عمد کی دیت یہ ہے: تیس تین سال کی اونٹنیاں، تیس چار سال کی اونٹنیاں اور چالیس پانچ سال کی اونٹنیاں اس کے علاوہ جس مقدار پر وہ صلح کر لیں۔ (۱)

دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دیت تین سال میں لی جائے گی ہر سال میں تہائی (۱،۳) دیت وصول کی جائے گی اور قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے، باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ عاقلہ ہیں، یہ امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے، بعض ائمہ نے کہا دیت صرف ان مردوں پر ہے جو عصبات ہوں عورتوں اور بچوں پر دیت نہیں ہے، اور ہر شخص پر چوتھائی (۴۔۱) دینار دیت لازم کی جائے گی۔ بعض ائمہ نے کہا کہ نصف دینار تک دیت لازم کی جائے گی اگر ان رشتہ داروں سے دیت پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ جو قریب ترین قبیلہ کے لوگ ہیں ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ (۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عمد، شبہ العمد اور خطا تینوں کے دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک دیت العمد معجّل ہے اور باقی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی۔ (۳)

۱۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۳۹۲، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۵۰۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۶۲۶)

۲۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

۳۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)

علامہ محمد بن اثیر الجزری ؒ متوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطاء میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں اور اسی معنی میں حدیث ہے "دیت عاقلہ پر ہے"

علامہ سید عبدالقادر عودہ ؒ لکھتے ہیں:

امام شافعی ؒ کے نزدیک باپ، دادا، بیٹا، اور پوتا، عاقلہ میں داخل نہیں ہیں، امام احمدؒ کا بھی ایک یہی قول ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آباء اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں، جس طرح میراث میں عصبات اقرب فالاقرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔ [1]

جو لوگ کسی کمپنی کی بس، ٹرک، یا ٹریلر کے نیچے آ کر حادثہ میں ہلاک ہوجاتے ہیں اس میں قاتل کی عاقلہ وہ کمپنی یا ادارہ ہے اور اس کی دیت اس کمپنی کو ادا کرنی چاہیے۔

امام مالک اور امام احمدؒ کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار ہوگی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے، امام شافعی ؒ کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط شخص پر چوتھائی مثقال ہے، اور امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں (نصف دینار، پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے)۔

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب

۱۔ (التشریع الجنائی ج۲ ص ۱۹۸۔۱۹۵، ملخصا مطبوعہ بیروت)

ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی
دیت کی دائیگی کی مدت تین سال ہے۔ (۱)

عورت کی نصف دیت کی تحقیق

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے' یہ حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مرفوعاً مروی ہے' کیونکہ عورت کا حال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے' عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (۲)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (۳)

امام محمد بن حسن شیبانیؒ متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، از حماد، از ابراہیمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کا نصف ہے۔ (۴)

امام مالک بن انس اصبحیؒ متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے' ان میں عورت کی دیت مرد کی

۱۔(التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔۱۹۵' ملخصا مطبوعہ بیروت)
۲۔(ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)
۳۔(سنن کبری ج ۸ ص ۹۵' مطبوعہ نشر السنہ ملتان)
۴۔(کتاب الآثار ص ۱۲۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۷ھ)

دیت کا نصف ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکیؒ متوفی ٦٦٨ھ نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعیؒ متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کا نصف ہے۔ [3]

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلیؒ متوفی ٨٨٥ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [4]

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں بھی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس پر تمام ائمہ مذاہب کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔ (النساء:٩٢)

قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت

١۔ (موطا امام مالک، رقم الحدیث ١٦٠٧)

٢۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ٥ ص ٣٢٥)

٣۔ (روضۃ الطالبین ج ٩ ص ٢٥٧، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

٤۔ (الانصاف ج ١٠ ص ٦٣، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٣٧٦ھ)

اس آیت میں مسلمان کو خطاء قتل کرنے والے پر دو چیزیں واجب کی ہیں، کفارہ اور دیت، اور کفارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے کیونکہ قاتل نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے، غلام ہونا بہ منزلہ موت ہے، اور آزادی بہ منزلہ حیات ہے، تو ایک مسلمان کو مارنے کی تلافی اس طرح ہوگی کہ ایک مسلمان کو زندہ کیا جائے، ہر چند کہ یہاں غلام کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق کو ذکر کیا جائے تو اس سے ذات کے اعتبار سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور صفت اپنے اطلاق پر رہتی ہے، اس لیے اندھا، لنگڑا مجنون اور لولا غلام آزاد کرنا معتبر نہیں اور نہ ہی مکاتب، مدبر یا ام ولد کا اعتبار ہوگا، اس کے علاوہ غلام کا چھوٹا یا بڑا ہونا، مرد یا عورت ہونا کالا یا گورا ہونا، یہ از قبیل صفات ہیں اور کسی بھی صفت کا غلام آزاد کیا جا سکے گا، اب چونکہ اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کی وجہ سے غلام بنانے کا دور ختم ہو چکا ہے، اس لیے اب قتل خطاء کے کفارہ میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے جائیں گے۔

ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام

مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم، اور یہ دیت تین سال کے اندر مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے گی اور جس طرح ورثاء میں مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے اسی قاعدہ اور تناسب سے دیت تقسیم کی جائے گی، مقتول کی تجہیز و تکفین کے بعد اس میں سے پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر تہائی (۳-۱) دیت سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب مقتول کے ورثاء دیت معاف نہ کریں لیکن اگر انھوں نے معاف کردی تب بھی کفارہ بہرحال ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے۔(النساء:۹۲)

دارالحرب میں کسی مسلمان کو خطاءً قتل پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو دارالحرب میں خطاءً قتل کر دیا تو اس کے کفارہ میں صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا نہیں کی جائے گی' کیونکہ دیت بطور وراثت دی جاتی ہے اور دارالاسلام اور دارالحرب کے رہنے والوں کے درمیان وارثت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے۔(النساء:۹۲)

ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ

جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء کو بھی دیت ادا کی جائے گی' اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار میں سے معین نہیں فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو

پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اہل عرب میں دیت کا لفظ سو اونٹوں میں معروف تھا اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کرنے کا تعامل تھا' اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاہدہ اور ذمی کو اگر خطاء قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ادا کی جائے گی تو اس کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس کا معنی ہوگا کہ ذمی مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اس آیت کے نزول سے پہلے مسلم اور کافر کی دیت میں فرق نہیں تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذمی کی دیت کو مسلم کی دیت کے ذکر کے بعد بغیر کسی فرق کے ذکر کیا لہٰذا اس آیت میں بھی دیت کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور ذمی کافر کی بھی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمہ اللہ متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ [١]

ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ متوفی ٢٧٩ ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے۔ [٢]

١۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٥ ص ٣٢٧ ملخصا مطبوعہ ایران)

٢۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٤١٨' سنن نسائی' رقم الحدیث: ٤٨٢١' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ٢٦٤٤' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٨٣)

امام ترمذیؒ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہودی اور نصرانی کی دیت میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم کا مذہب اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ہے' اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے' امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مذہب ہے' اور حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے' اور مجوسی کی دیت اٹھ سو درہم ہے' امام مالک بن انسؒ' امام شافعی اور اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے' اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے' یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ [1]

میں (محمد طاہر المالکی) کا بھی ائمہ ثلاثہ والا مذہب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سو جو شخص (غلام یا باندی) کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (النساء:۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ کا بیان

کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو دارالاسلام میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی مسلمان کو دارالحرب میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی ذمی کو دارالاسلام میں قتل کیا ہو تینوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل پر کفارہ لازم کیا ہے اور وہ ایک مسلمان گردن (باندی یا غلام) کو آزاد کرنا ہے' اب اگر کسی شخص کی قدرت میں غلام آزاد کرنا نہ ہو یا غلام کا رواج ہی ختم ہو گیا ہو جیسا کہ آج کل ہے تو وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے گا' بایں طور کہ یہ روزے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں اس ترتیب سے رکھے جائیں کہ عیدین اور ایام کے

1

دن ان میں حائل نہ ہوں' اس لیے یہ روزے ایام تشریق کے بعد رکھنے چاہئیں اور جو شخص نادم ہو کر خطاء قائم مقام خطاء قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت اور کفارہ ادا کر دے گا تو اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور آبرو (ناحق) اسی طرح حرام کر دی ہیں، جس طرح اس دن (یوم النحر) کی حرمت تمہارے اس مہینا (ذوالحجہ) اور اس شہر (مکہ) میں ہے۔"[۱]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کوئی بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا، کوئی بندہ جب چوری کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی بندہ جب شراب پیتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص (ناحق) قتل کرتا ہے، اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔"[۲]

اِلَّا خَطَـًٔا: یعنی کسی حالت میں مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر غلطی سے مارا جائے تو قاتل پر کفارہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کسی مسلمان آدمی کا خون، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا حلال نہیں ہے: 1 جان کے بدلے جان۔ 2 شادی شدہ بدکار اور 3 اسلام کو چھوڑ نے

۱۔[بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منی:۱۷۴۲۔ مسلم، کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء:۱٦٧٩]

۲۔[بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناۃ:٦٨٠٩]

والا (مرتد)، جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔"[1]

ابوظبیانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زیدؓ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا، ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا، ان کو شکست دی اور ایسا ہوا کہ میرا اور ایک انصاری آدمی کا حرقہ کے ایک شخص سے سامنا ہوگیا۔ جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ "لا الہ الا اللہ" کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیا، لیکن میں نے برچھا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر جب ہم اس جنگ سے واپس پلٹے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس معاملے کی خبر ہوئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اسامہ! تو نے یہ کیا کیا کہ "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کو مار ڈالا؟" میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس نے تو اپنے بچاؤ کے لیے یہ کہا تھا۔ لیکن آپ بار بار وہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔[2]

وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖۤ: یعنی جب اس طرح کوئی مسلمان غلطی سے مارا جائے تو اس کے دو حکم ہیں، ایک کفارہ اور دوسرے دیت (خون بہا)۔ کفارہ تو یہ ہے کہ مسلمان غلام (مرد ہو یا عورت) آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کرے۔

معاویہ بن حکمؓ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوانیہ (ایک مقام کا نام ہے) کی

۱۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ (إن النفس بالنفس والعین بالعین): ٦٨٧٨۔ مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین، باب ما یباح بہ دم المسلم: ١٦٧٦]

۲۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) أسامۃ بن زید۔۔الخ: ٤٢٦٩۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر۔۔الخ: ٩٦]

طرف بکریاں چرایا کرتی تھی۔ایک دن میں جو وہاں آ نکلا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں، مجھے غصہ آ گیا، جیسے دوسروں کو غصہ آتا ہے، سو میں نے اس کو ایک طمانچہ جڑ دیا، پھر جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا یہ فعل بہت برا قرار دیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: "اس کو میرے پاس لے آ۔" چنانچہ میں آپ کے پاس لے آیا۔آپ نے اس سے پوچھا: "اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا، آسمان پر۔آپ نے فرمایا: "میں کون ہوں؟" اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔تب آپ نے فرمایا: "تو اس کو آزاد کر دے، یہ مومنہ ہے۔" [۱]

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ ﴾

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ربط آیات:

گزشتہ آیات میں پہلے کسی مسلمان کو سلام کرنے اور دعا دینے کا حکم تھا۔پھر اللہ تعالیٰ کی توحید وعظمت کا ذکر اور کسی شک کے بغیر حساب وکتاب اور اعمال کی جزا کیلئے قیامت کے روز سب کو ایک جگہ جمع کرنے

۱۔[مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ:۵۳۷]

کا اعلان۔اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ منافقوں کے ساتھ اس وقت تک مسلمانوں جیسا معاملہ کرو جب تک کہ ان کا نفاق چھپا رہے۔نفاق ظاہر ہونے کے بعد منافقوں کے ساتھ کفار جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ پھر مومنوں کے قتل کی ممانعت اور قتل خطاء کے احکام بیان کئے گئے۔یہاں قتل عمد کی وعید مذکور ہے۔

شان نزول: (آیت)"۔ومن یقتل مومن ا"

ابن جریرؒ نے بواسطہ ابن جریج عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص نے مقیس بن صبابہ کے بھائی کو قتل کر دیا، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو دیت دے دی، اس کے بعد اس نے اپنے بھائی کے قاتل (کی بجائے کسی اور) کو قتل کر دیا۔

اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں اس شخص کو حل وحرم میں سے کسی مقام پر بھی امن نہیں دوں گا چنانچہ (کیونکہ یہ شخص، قاتل، بدعہد اور فتنہ گر ہے اسے مہلت دینا دیگر انسانوں کو معرض ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور فتنہ کے متعلق فرمایا (آیت)"والفتنۃ اشدامن القتل"۔(فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر جرم ہے)(مترجم) فتح مکہ کے دن اس کو قتل کر دیا گیا، ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ اسی کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔[1]

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت"ومن یقتل مومنا متعمد افجز اؤہ جہنم" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت مقیس بن ضبابہ کنانی کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ اس وجہ سے کہ وہ اسلام لایا اور اس کا بھائی ہشام بن ضبابہ بھی اور دونوں مدینہ منورہ میں رہتے تھے قیس نے اپنے بھائی ہشام کو ایک انصار کے قبیلہ بنونجار میں قتل کیا ہوا پایا وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گیا اور ان کا

ا۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

یہ واقعہ بتایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قیس کے ایک قبیلہ بنوفہر میں سے ایک آدمی بنونجار کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ مقیس تھا بنونجار کے گھران دنوں قباء میں تھے (اور کہا بھیجا) کہ مقیس کو اس کے بھائی کے قاتل دے دو اگر تم جانتے ہو ورنہ اس کو دیت دے دو جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے کہا ہم نے اللہ کے رسول کا پیغام سنا اور اس کی اطاعت کی اللہ کی قسم ہم قاتل کو نہیں جانتے لیکن ہم ان کو دیت دیں گے تو انھوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت کے سو اونٹ اس کو دے دیئے جب مقیس اور فہری قباء سے مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹے تو مقیس نے فہری پر حملہ کر دیا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قاصل تھے اور اس کو قتل کر دیا اور اسلام سے پھر گیا اور اس میں سے ایک اونٹ پر سوار ہو کر باقی اونٹوں کو ہانک کر مکہ مکرمہ جا پہنچا اور وہ اپنے لیے یہ شعر کہتا تھا۔ قتلت بہ فھر اوحملت عقلہ سراۃ بنی النجار ارباب قارع ترجمہ: میں نے فہر (نامی شخص) کو قتل کیا اور اس کی دیت کو قلعون والے بنی نجار کے سرداروں پر لازم کیا۔ وادرکت ثاری واضطجعت موسدا وکنت الی الاوثان اول راجع ترجمہ: اور میں نے اپنا بدلہ پالیا اور تکیہ لگا کر لیٹ گیا اور بتوں کی طرف اول رجوع کرنے والا ہو گیا۔ یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی کہ اس نے ناحق قتل کیا دیت لی اسلام سے مرتد ہوا وہ (یعنی مقیس) اسلام سے پھر گیا اور کافر ہو کر مکہ چلا گیا اسی پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ومن یقتل مومنا متعمدا"۔

البیہقیؒ نے شعب الایمان میں (کلی کے طریقہ سے) ابوصالحؒ سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے

گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔(النساء:۹۳)

قتل عمد کی تعریف اور اس کے متعلق احادیث

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمداً مسلمان کو قتل کرنے پر دوزخ کی وعید سنائی ہے اس لیے قتل عمد کی تعریف کو جاننا ضروری ہے۔علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی ؒ متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں: قتل عمد وہ قتل ہے جس میں جان نکالنے کے لیے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جو غیر محسوس ہے پس وہ جان نکالنے کے لیے ہتھیار کو استعمال کرے گا جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر اور باطن میں موثر ہو۔ [۱]

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی ؒ متوفی ۳۷۰ ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ کی اصل کے مطابق جس قتل کو ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام کے ساتھ کیا جائے وہ قتل عمد ہے، مثلاً بانس کی کھچی یا لاٹھی کے ٹکڑے یا کسی اور ایسی دھار والی چیز کے ساتھ قتل کر دے جو ہتھیار کا کام کرتی ہو یا آگ سے جلا دے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ تمام قتل عمد کی صورتیں ہیں اور ان میں قصاص واجب ہے اور ہمارے علم کے مطابق ان صورتوں کے قتل عمد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔ [۲]

احادیث میں تلوار اور پتھر سے قتل کرنے کو قتل عمد قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل ؒ متوفی ۲۴۱ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

۱۔(المبسوط ج ۲۶ ص ۵۹، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

۲۔(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۰۰ھ)

نے فرمایا تلوار کے علاوہ ہر چیز خطاء ہے اور ہر خطاء کا ایک تاوان ہے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں ایک یہودی نے ایک لڑکی پر حملہ کیا اور اس کے جسم سے زیورات اتار لیے اور اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا، اس لڑکی کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لایا گیا اس وقت اس میں آخری رمق حیات تھی، اور اس کی گویائی ختم ہوگئی تھی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے پوچھا تم کو کس نے قتل کیا ہے۔ کیا فلاں شخص نے؟ اس کے قاتل کے سوا کسی اور کا نام لیا، اس نے سر کے اشارہ سے کہا نہیں، پھر فرمایا فلاں شخص اور اس کے قاتل کا نام لیا اس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو بلانے کا حکم دیا اور دو پتھروں کے درمیان اس کے سر کو کچل دیا۔ (۲)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تلوار ہو، پتھر ہو یا کوئی اور دھاردار چیز ہو یا ہتھیار ہو اس سے قتل کرنا عمد ہے، بندوق کلاشنکوف، پستول وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔

قتل عمد پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ میرا کسی کافر شخص سے مقابلہ ہو وہ مجھ سے قتال کرے اور تلوار سے میرا

۱۔ (مسند احمد ج ۶، رقم الحدیث: ۱۸۴۵۱، ۱۸۴۲۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۴۲)

۲۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲۹۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۷۴، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۵۶۷، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۳۹۹، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۶۶۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۷۵۸، ۱۳۱۰۵، ۱۲۷۴۸، ۱۲۷۴۱)

ایک ہاتھ کاٹ ڈالے' پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی آڑ میں آئے اور کہے میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا' یارسول اللہ! کیا میں اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کرسکتا ہوں؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو قتل مت کرو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے' اور اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے کیا میں اس کو قتل کردوں؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو مت قتل کرو اگر تم نے اس کو قتل کردیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے درجہ میں ہوگا اور تم اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے والے درجہ میں ہوگے۔ ١

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ٢٧٩ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بنسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ ٢

امام احمد بن حنبل ؒ متوفی ٢٤١ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس کر آکر کہا یہ بتائیے کہ ایک آدمی نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اس کی سزا کیا ہوگی؟ انھوں نے کہا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا' اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا یہ وہ آیت ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی (النساء: ٩٣) حتی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دنیا سے تشریف لے گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد وحی نازل نہیں ہوئی' اس نے کہا یہ بتائیے اگر وہ توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے' پھر وہ ہدایت یافتہ ہوجائے گا؟ حضرت ابن

١۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ٩٥' صحیح بخاری' رقم الحدیث: ٣٧٩٤' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٢٦٤٤)

٢۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١٤٠٢' المستدرک ج ٤ ص ٣٥٢' کنز العمال' رقم الحدیث: ٣٩٩٥٤)

عباسؓ نے فرمایا اس کی توبہ کیسے ہوگی؟ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا ہے: اس شخص کی ماں اس پر روئے جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا وہ مقتول اپنے قاتل کو دائیں یا بائیں جانب سے پکڑے ہوئے آئے گا اور دائیں یا بائیں ہاتھ سے اس نے اپنا سر پکڑا ہوا ہوگا اور عرش کے سامنے اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ شخص کہے گا اے میرے رب اپنے اس بندہ سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ [١]

مسلمان کے قاتل کی مغفرت نہ ہونے کی توجیہات:

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور شرک کے سوا ہر گناہ لائق مغفرت ہے' حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور جہنم میں خلود کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائق معاف ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا' اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(١) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہوگا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(٢) اس آیت میں ”من“ کا لفظ ہر چند کہ عام ہے لیکن یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے کافر قاتل مراد ہے اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(٣) یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرتد ہو کر

١۔(مسند احمد ج١ رقم الحدیث: ٢١٤٢' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ١٤١٤ھ)

ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا۔

(٤) اگر اس آیت میں قاتل سے مراد مسلمان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(٥) اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجاز امکث طویل مراد ہے یعنی وہ لمبے عرصے تک جہنم میں رہے گا۔

(٦) اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو اس آیت میں شرط محذوف ہے یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کو خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بہ طور کرم خلف وعید جائز ہے لیکن یہ بظاہر خلف وعید ہے، حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے کوئی خلف نہیں ہے۔

(٧) یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(٨) اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(٩) اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتل مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(١٠) اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔ [١]

١۔ روح المعانی میں اس کے متعلق روایت بیان کی گئی ہے۔ (روح المعانی ج ٥ ص ١١٠)

مسلمان کا قاتل ملعون ہے

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ سب سے بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا کسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "فجزاؤہ جہنم خلدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما"۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ دونوں مبہم ہیں اور ایک شرک اور دوسرا قتل۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ "ومن یقتل مومنا متعمدا" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت محکم ہے اور زیادہ نہیں کرتی مگر شدت یعنی سختی ہے۔

سعید بن منصور وابن المنذرؒ نے کردم سے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ، ابن عباس اور ابن عمرؓ (تینوں حضرات) سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تھا تو انھوں نے فرمایا کیا وہ ایسا کرسکتا ہے کہ اس کو موت نہ آئے اور کیا وہ ایسا کرسکتا ہے کہ وہ ایک سرنگ زمین میں بنا لے یا آسمان میں ایک سیڑھی لگا لے یا مقتول کو زندہ کرلے۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر سعید بن میناءؒ سے روایت کیا ہے کہ میں ابو ہریرہؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اور اس نے مومن کے قاتل کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس کے لیے توبہ ہے تو انھوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے۔

ابن المنذرؒ نے ابو رزینؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ مبہم ہے اس کی توبہ کو نہیں جانا گیا۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ اس شخص کے لیے کوئی توبہ نہیں جس نے کسی مومن کو قتل کر دیا اور اس حکم کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

سعید بن منصور وابن المنذرؒ نے سعید بن میناءؒ سے روایت کیا کہ میرے ایک ساتھی اور تاجر کے درمیان جھگڑا ہوا میرے ساتھی نے کرسی اٹھائی اور اس آدمی کے سر پر دے ماری اور اس کو قتل کر دیا پھر نادم ہوا اور کہا میں سب کچھ چھوڑتا ہوں پھر جاتا ہوں اور اس اپنی جان کو اللہ کے راستے میں لگاتا ہوں میں نے کہا ہمارے ساتھ چل ابن عمرؓ کے پاس ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا تیرے لیے کوئی توبہ ہے؟ ہم دونوں چلے یہاں تک کہ ہم ان کے پاس آئے میں نے ان کو وہ سارا واقعہ بیان کیا پھر میں نے کہا کیا آپ اس کے لیے توبہ کی کوئی راہ پاتے ہیں انھوں نے فرمایا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا فرمایا یہ جھوٹا ہے تم میں سے ایک آدمی لکڑی کو اٹھا کر مسلمان آدمی کے سر کو مارتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا یہ جھوٹ ہے (پھر) اس سے فرمایا کھا اور پی جتنا ہو سکے میں تجھ پر افسوس کا اظہار کرتا ہوں مجھ سے کھڑا ہو جا (یعنی چلا جا) پھر آپ نے ہم سے مزید کوئی بات نہ کی۔ یہاں تک کہ ہم کھڑے ہو گئے۔

سعید بن منصورؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ مومن کا قتل لٹکا ہوا ہے (کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا)۔

امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن برابر اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک وہ ناحق خون کو نہ بہائے۔

قصداً قتل کو حلال سمجھ کر قتل کرنے والے کی مغفرت نہ ہوگی

احمد ونسائی وابن المنذرؒ نے معاویہؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ

فرماتے ہوئے سنا ہر گناہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے مگر وہ آدمی جو کافر ہو کر مرا یا وہ آدمی جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔

ابن المنذرؒ نے ابودرداءؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر گناہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے مگر وہ آدمی جو مشرک ہو کر مرا یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔

ابن المنذرؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمہ کے ساتھ مدد کی اس دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا اللہ کی رحمت سے مایوس۔

ابن عدی والبیہقیؒ نے البعث میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کے (ناحق) خون پر آدھے کلمہ سے مدد کی تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا اللہ کی رحمت سے مایوسی۔

ابن المنذرؒ نے ابوعوفؒ سے روایت کیا ہے کہ جب تو کسی کے بارے میں قرآن میں "خلودا" (کا لفظ) سنے تو اس کے لیے کوئی توبہ نہیں۔

عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے اپنے رب سے مومن کے قاتل کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے لیے توبہ مقدر کر دی جائے تو مجھ پر انکار کیا گیا۔ (فجزاؤہ جہنم" کے بارے میں فرمایا کہ یہی اس کی جزاء ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے یہ قاتل

کی جزاء ہے اگر وہ جزاء دے یعنی یہ حکم مومن کے لیے ہے نہ کہ کافر کے لیے اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو مومن سے معاف فرمادیں گے اور اگر چاہیں گے تو سزا دیں گے۔

مقتول قاتل کو گھسیٹ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کرے گا

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (قیامت کے دن) ایک آدمی دوسرے کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے لائے گا اور وہ کہے گا اے میرے رب اس نے مجھے قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو کیوں قتل کیا وہ کہے گا تا کہ عزت تیرے لیے رہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بیشک وہ میرے لیے ہے اور ایک آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور کہے گا اے میرے رب اس نے مجھ کو قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا وہ کہے گا میں نے اس کو اس لیے قتل کیا تھا تا کہ فلاں کے لیے عزت ہو جائے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے عزت اس کے لیے نہیں ہے اسے اس کے عوض مار ڈالا جائے گا۔

ابن ابی شیبہؒ نے عمرو بن شرحبیلؒ سے موقوفا روایت کی ہے۔

البیہقیؒ نے ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن مقتول کو بٹھا دیا جائے گا جب قاتل اس کے پاس سے گزرے گا جس نے اس کو قتل کیا تھا تو وہ کھڑا ہو کر اس کو پکڑے گا اور اس کو لے چلے گا اور کہے گا اے میرے رب! اس سے پوچھئے اس نے مجھے کیوں قتل تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو کیوں تو نے قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا مجھے فلاں نے حکم کیا تھا تو پھر قاتل اور حکم کرنے والے دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔

ایک مومن کے قتل میں شریک ہونے والے سب لوگ جہنمی ہیں

ابو سعید وابو ہریرہؓ دونوں سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر آسمان اور زمین والے ایک مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ سب کو اوندھے منہ جہنم میں گرادے گا۔

ابن عدی، بیہقیؒ نے شعب میں والاصبہانیؒ نے ترغیب میں براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کا ختم ہو جانا اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے ایک مومن کے قتل سے اور اگر آسمان اور زمین والے ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم کی آگ میں داخل کردے گا۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں ایک قتل ہو گیا۔نہیں جانا گیا کہ کس نے اس کو قتل کیا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر چڑھے اور فرمایا اے لوگو! ایک قتل ہو گیا اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور ہم نہیں جانتے کہ کس نے اس کو قتل کیا اگر آسمان اور زمین والے ایک آدمی کے قتل میں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب دے گا مگر جو وہ کرنا چاہے کرے۔

عبدالرزاق اور بیہقیؒ نے جندب البجلیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص تم میں سے یہ طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ہتھیلی بھر کسی مسلمان کا خون نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اس کو نہ بہائے ورنہ جب بھی وہ کسی دروازے کے سامنے آئے گا وہ خون اس کے اور دروازوں کے درمیان حائل ہو جائے گا۔

الاصبہانیؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر جن وانس کسی مومن کے قتل میں اکٹھے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ آگ میں گرادیں گے اور اللہ تعالیٰ نے

قاتل اور حکم دینے والے پر جہنم کو واجب کر دیا ہے۔

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں صحابہؓ میں سے ایک آدمی سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جہنم کی آگ کو ستر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا حکم کرنے والے کے لیے ۹۹ حصے ہوں گے اور ایک حصہ قاتل کے لیے ہوگا۔

بیہقیؒ نے محمد بن عجلانؒ سے روایت کیا ہے کہ اسکندریہ میں تھا ایک آدمی کی موت قریب ہوئی اور اللہ کی مخلوق میں سے ہم نے کسی کو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا جب وہ اس کو کسی چیز کی تلقین کرتے تھے تو وہ قبول کر لیتا تھا سبحان اللہ اور الحمد للہ کی تلقین کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتے تھے تو وہ انکار کر دیتا تھا ہم نے اس سے کہا ہم نے کسی کو اللہ کی مخلوق میں سے تجھ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں دیکھا جب ہم تجھے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتے ہیں تو انکار کر دیتا ہے (اس کی کیا وجہ ہے) اس نے کہا کوئی چیز میرے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے اپنی جوانی میں ایک جان کو (ناحق) قتل کیا ہے۔

ابن ماجہ و ابن مردویہ و بیہقیؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی بندہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو اور اس نے حرام خون سے ہاتھ آلود نہیں کیا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

البیہقیؒ نے شہر بن حوشبؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک دیہاتی ابوذرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے ایک حاجی کو ظلماً قتل کیا کیا اس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ ابوذرؓ نے اس سے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تیرے

والدین زندہ ہیں اس نے کہا نہیں پھر پوچھا ان میں سے کوئی ایک (زندہ) ہے اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا اگر دونوں یا ان میں سے ایک زندہ ہوتا تو تیرے حق میں امید تھی اب میں تیرے لیے نجات کی ایک صورت پاتا ہوں مگر تین چیزوں میں سے ایک میں اس نے کہا وہ کیا ہیں انھوں نے فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تو اس کو زندہ کر دے جیسا تو نے اس کو قتل کیا اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں! پھر فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تجھے موت نہ آئے اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! موت کے سوا کوئی چارہ نہیں تیسری صورت کیا ہے تو فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ زمین میں سرنگ بنا لے یا آسمان میں سیڑھی لگا لے وہ آدمی کھڑا ہو گیا اور چیخ رہا تھا۔ ابو ہریرہؓ اس سے ملے اور اس سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں پھر فرمایا اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک زندہ ہوتا تو میں تیرے لیے امید رکھتا لیکن (اب) تو اللہ کے راستے میں جنگ کر اور اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش کر ممکن ہے کوئی صورت بن جائے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۹۴ ﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو (دوست دشمن) اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔ اور جو تمہیں سلام کرے اسے فوراً نہ کہہ دیا کرو کہ تم مومن نہیں ہو۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو اللہ کے پاس بہت سے اموال غنیمت ہیں۔ تم بھی اس سے پہلے اسی طرح تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا تو تحقیق کرلیا کرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

شان نزول: (آیت) ”یایھا الذین امنوا اذا ضربتم“

امام بخاریؒ، ترمذیؒ اور حاکمؒ وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ بنی سلیم کے ایک آدمی کا گزر صحابہ کرامؓ کی جماعت پر سے ہوا۔ وہ اپنی بکریاں لے کر جا رہا تھا، اس نے صحابہ کرامؓ کو سلام کیا، صحابہ کرامؓ میں سے چند ایک نے کہا کہ اس نے اس لیے سلام کیا ہے۔ (یعنی کوئی مسلمان تمہارے ہاتھوں غلط فہمی سے بھی نہ مارا جائے، تم صرف برسر مقابلہ یا فتنہ گر کافروں کو ہی قتل کرو، جو ظاہراً بھی کسی وجہ سے کلمہ پڑھ لے تو بنا تحقیق و تفتیش اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ) (مترجم) تاکہ ہم اس سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کریں، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس کو پکڑ کر کفر کے شبہہ میں قتل کردیا اور اس کی بکریاں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لے کر آئے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والو جب تم جہاد کے لیے روانہ ہو، الخ۔

اور بزارؒ نے ابن عباسؓ سے دوسرے طریقہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا، اس میں مقدادؓ بھی تھے، جب یہ لوگ کافروں کی قوم کے پاس

آئے تو وہ سب متفرق ہو گئے اور ایک آدمی باقی رہ گیا، جس کے پاس بہت مال تھا وہ صحابہ کرامؓ کو دیکھ کر کہنے لگا، اشھد ان الا الا اللہ"۔ اس کی ظاہری حالت زبان حال اسلام سے مناسبت نہ رکھتی تھی اس لیے اسے کافر ہی سمجھتے ہوئے مقدادؓ نے قتل کر دیا۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا کہ قیامت کے دن کلمہ لا الہ الا اللہ"۔ کے مقابلے میں کیا جواب دو گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور امام احمد اور طبرانیؒ وغیرہ نے عبداللہ بن ابی الدرداء اسلمیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انھیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں کی ایک جماعت میں بھیجا جس میں ابوقتادہ اور محلم بن جثامہ بھی تھے، ہمارے پاس سے عامر بن احبط اشجعی گزرے، انھوں نے ہمیں سلام کیا، محکم نے اس سلام کو ان کا حیلہ سمجھا اور اسے کافر گردانتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔

جب ہم رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو واقعہ کی اطلاع دی تو ہمارے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریرؒ نے ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے اور ثعلبیؒ نے بواسطہ کلبیؒ، ابوصالحؒ، ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، کہ مقتول کا نام مرداس بن لہیک تھا اور یہ اہل فدک سے تھے اور قاتل کا نام اسامۃ بن زیدؓ تھا اور اس لشکر کے امیر غالب بن فضالۃ تھے کیونکہ مرداسؓ کی قوم جب شکست کھا گئی تو صرف مرداس باقی رہ گئے اور یہ اپنی بکریوں کو ایک پہاڑ پر سے لے جا رہے تھے جب صحابہ کرامؓ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا اسلام علیکم مگر اسامۃ بن زیدؓ نے غلط فہمی سے ان کو قتل کر دیا، جب صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ آئے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز ابن جریرؒ نے سدیؒ اور عبد نے قتادہؒ کے واسطہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے اور ابن ابی حاتمؒ نے بواسطہ ابن بعیعہؒ، ابوزبیرؒ، جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جو اطاعت ظاہر کرے اسے یہ نہ کہہ دیا کرو کہ تم مومن نہیں مرداسؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ روایت حسن ہے، ابن مندہؒ نے جزء بن حدرجانؓ سے روایت کیا ہے کہ میرے بھائی قدادؓ یمن سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے، راستہ میں انھیں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک لشکر کا سامنا ہوا انھوں نے لشکر سے کہا کہ میں مسلمان ہوں مگر لشکر نے کچھ قرائن کے سبب اس بات کو درست خیال نہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔

مجھے اس چیز کی اطلاع ملی میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں فورا روانہ ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے میرے بھائی کی دیت دی۔

سلام کرنے والے کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں ایک جماعت کے ساتھ اضم (مکہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام) روانہ کیا اس جماعت میں ابوقتادہ بن ربعی اور محلم بن جثامہؓ بھی تھے، ہم روانہ ہو گئے حتی کہ جب اضم میں پہنچ گئے تو ہمارے پاس سے عامر اشجعی کا گزرا تو اس نے ہم کو سلام کیا، ہم نے اس کو کچھ نہیں کہا اور محلم بن جثامہؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کا اونٹ اور اس کا سامان چھین لیا۔ جب ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو ہمارے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: اے والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ الآیہ (النساء:٩٤)۔ [١]

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے پاس سے بکریاں چراتے ہوئے گزرا اس نے سلام کیا' صحابہؓ نے کہا اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لیے ہم کو سلام کیا ہے انھوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے اس موقع پر یہ آیت (النساء:٩٤) نازل ہوئی۔ [٢]

امام ابن جریر طبری ؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت قبیلہ غطفان کے ایک شخص مرداس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے غالب لیثی کی قیادت میں ایک لشکر فدک کی طرف روانہ کیا۔

ان کو وہاں مرداس' غطفان کے لوگوں کا ساتھ ملا' مرداس کے ساتھی بھاگ گئے' مرداس نے کہا بخدا میں مومن ہوں اور میں تمہارا پیچھا نہیں کر رہا تھا' پھر صبح کو سواروں کی ایک جماعت آئی مرداس نے ان کو سلام کیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال و متاع لوٹ

١۔ (مسند احمد ج٩' رقم الحدیث ٢٣٩٢٧' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤١٤)

٢۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث:٤٥٩١' صحیح مسلم' رقم الحدیث:٣٠٢٥' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث:٣٩٧٤' سنن ترمذی' رقم الحدیث:٣٠٤١' سنن کبری للنسائی' رقم الحدیث:١١١١٦' مسند احمد' رقم الحدیث:٢٠٢٣' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث:٤٧٥٢' المستدرک ج٢ ص٢٩٢٠' سنن کبری للبیہقی ج٩ ص١١٥)

لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مقداد سے فرمایا تھا (جب انھوں نے ایک سریہ میں ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تھا): "یہ شخص اپنی قوم کفار میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھا، مگر جب اس نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا تو تو نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ تو بھی اس سے پہلے مکہ میں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔" [2]

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ: یعنی اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں جو بالکل جائز طریقہ سے تمہیں ملنے والی ہیں، لہٰذا تم بس جائز غنیمتوں کے طلب گار رہو اور کسی کے مال پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ تو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بہت سی غنیمتیں مومنوں کو عطا فرما دیں، ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ [الفتح: ۱۸، ۱۹] "بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ

۱۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٣٠٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ)

۲۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ (ومن قتل مومنا متعمداً فجزاؤہ جہنم): ٦٨٦٦]

اللہُ بِہَا وَ کَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا)[الفتح: ۲۰، ۲۱] ”اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمہیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں فرمایا تھا: ”اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو (تمھاری زندگی ہی میں) کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔“ سیدنا عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ (پھر وہ خزانے فتح ہوئے اور) میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ [۱]

ایک کلمہ گو کا قتل بڑا گناہ ہے

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ“ کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک لشکر بھیجا بنوضمرہ کی طرف اس پر اسامہ بن زیدؓ امیر تھے ان میں سے وہ ایک آدمی کو ملے جس کو مرداس بن ٹھیک کہا جاتا تھا اس کے پاس بکریاں تھیں اور سرخ تھا جب اس نے ان کو دیکھا تو ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گیا اسامہؓ اس کے پیچھے لگے جب مرداس تک پہنچا تو اس نے اپنی بکریاں اس میں چھوڑ دیں اور صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا السلام علیکم میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

۱۔[بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ: ۳۵۹۵]

اسامہؓ نے اس پر حملہ کردیا اور اس کے اونٹ اور اس کی بکریوں کی وجہ سے اس کو قتل کردیا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اسامہؓ کو بھیجتے تو اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ اسامہؓ کی تعریف کی جائے اور اس کے ساتھیوں سے اس کے بارے میں پوچھتے جب یہ لوگ واپس لوٹے تو آپ نے ان لوگوں سے اس (یعنی اسامہ) کے بارے میں نہ پوچھا تو لوگوں (یعنی ان کے ساتھیوں نے) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بتانا شروع کیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ اسامہ کو اس وقت دیکھتے جبکہ ان کو ایک آدمی نے کہا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (لیکن) اسامہ نے اس پر حملہ کردیا اور اس کو قتل کردیا جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان صحابہؓ سے اعراض کررہے تھے جب انھوں نے زیادہ باتیں کیں تو آپ نے اسامہ کی طرف سر مبارک اٹھایا اور فرمایا تیرا اور لا الہ الا اللہ کا کیا معاملہ ہوگا؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے یہ جملہ جان بچان کے لیے کہا کہ وہ اس کے ساتھ بچ جائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تو نے اس کا دل کو کیوں نہیں چیر لیا تاکہ تو دیکھ لیتا اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور خبر دی کہ انھوں نے اس کو اس کے اونٹ اور اس کی بکریوں کی وجہ سے قتل کیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ اسامہؓ نے قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ کسی آدمی کو قتل نہیں کرے گا جو لا الہ الا اللہ کہے گا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے بعد انھوں نے یہ رویہ نہ دیکھا۔

ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے دلائل میں حسن بصریؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ کے صحابہؓ راستہ تلاش کررہے تھے دشمن میں سے کچھ لوگوں سے ملے صحابہؓ نے ان پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی ان میں سے ایک آدمی بھاگ کھڑا ہوا تو ایک آدمی اس کے پیچھے لگ گیا جو اس کے سامان کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب

اس کو نیزہ گھونپ دیا پھر اس کو قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف لے جائی گئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قاتل سے فرمایا تو نے اس کو قتل کر دیا بعد اس کے کہ اس نے کہا میں مسلمان ہوں؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے دل کیوں نہیں چیر لیا اس نے کہا کس لیے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تا کہ تو جان لیتا کہ وہ سچ بولنے والا تھا یا جھوٹ بولنے والا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اس بات کو جان سکتا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اس کی زبان بتا رہی تھی۔ راوی نے کہا کچھ دنوں کے بعد قاتل مر گیا اس کے ساتھیوں نے اس کے لیے قبر کھودی (تا کہ اس کو دفن کیا جائے) تو قبر نے اسے باہر پھینک دیا پھر انھوں نے دوبارہ دفن کیا پھر وہ صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ زمین نے اسے قبر سے باہر ایک جانب پھینک دیا ہے حسنؒ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ نے اس کو کتنی مرتبہ دفن کیا دو یا تین مرتبہ ہر دفعہ زمین نے اس کو قبول نہ کیا جب ہم نے دیکھا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرتی تو ہم نے اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر اس کو پہاڑ کی گھاٹی میں پھینک دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا" حسنؒ نے فرمایا اللہ کی قسم اس سے بھی زیادہ شریر لوگوں کو زمین چھپا لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم کو یہ نصیحت فرمائی کہ پھر ایسا نہ کرنا۔ تحکیم ضعیف جداً۔ محمد طاہر

عبدالرزاق وابن جریرؒ نے معمرؒ کے طریق سے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا" کے بارے میں روایت کیا مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے مشرکین میں سے ایک آدمی پر حملہ کیا تو مشرک نے اس سے کہا میں مسلمان ہوں لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا

ہوں اس کے کہنے کے بعد بھی مسلمان نے اس کو قتل کر دیا یہ بات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے اس سے فرمایا جس نے قتل کیا تھا کیا تو نے اس کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا قاتل نے معذرت کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی اس نے صرف بچاؤ کے لیے کہا تھا حقیقت میں اس نے کلمہ نہیں پڑھا تھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا پھر وہ قاتل مر گیا اور دفن کر دیا گیا (لیکن) زمین نے اس کو باہر پھینک دیا یہ بات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتائی گئی تو آپ نے اس کو دفن کرنے کا حکم فرمایا پھر اس کو زمین نے باہر پھینک دیا حتی کہ یہ معاملہ تین دفعہ ہوا۔ پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ زمین نے اس کو قبول کر دیا اس کو ایک غار میں ڈال دو معمر نے کہا کہ ان میں سے بعض صحابہ نے فرمایا کہ زمین اس سے زیادہ شریر لوگوں کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کو عبرت بنا دیا۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے ابن عباس ؓ سے لفظ آیت ” ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا “ کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ حرام کر دیا جیسا کہ ان پر مردار کو حرام کر دیا کہ یوں نہیں کہیں کہ جو آدمی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو کہو تو مومن نہیں ہے۔ پس وہ اپنے مال اور خون کے بارے میں محفوظ ہے اس کا قول رد نہ کرو۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید ؒ نے ابو رجاء والحسن ؒ سے روایت کیا کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت ” ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم “ سین کے کسرہ کے ساتھ۔

سعید بن منصور وعبد بن حمید ؒ نے مجاہد اور ابو عبد الرحمن سلمی ؒ سے روایت کیا کہ دونوں ” ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم “ پڑھتے تھے۔

عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ ”کذلک کنتم من قبل“ سے مراد ہے کہ تم بھی تو اپنے ایمان کو چھپایا کرتے تھے جیسے اس گڈریا نے اپنے ایمان کو چھپایا اور دوسرے لفظ میں یوں ہے تم اپنے ایمان کو مشرکین سے چھپایا کرتے تھے ”فمن اللہ علیکم“ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا کہ تم نے اسلام کو ظاہر کیا اور اپنے ایمان کا اعلان کیا ”فتبینوا“ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو دفعہ وعید ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے ”کذلک کنتم من قبل“ کے بارے میں روایت کیا کہ تم بھی تو کافر تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اسلام کے ذریعہ سے احسان فرمایا اور اس کی تم کو ہدایت دی۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مسروقؒ سے روایت کیا کہ ”کذلک کنتم من قبل“ سے مراد ہے تم بھی (پہلے) مومن نہیں تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے نعمان بن سالمؒ سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت ہذیل میں سے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی۔

عبد بن حمیدؒ نے عاصمؒ سے روایت کیا کہ ”فتبینوا“ یاء کے ساتھ پڑھا۔

ابن ابی شیبہ و بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائیؒ نے اسامہؓ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک لشکر میں بھیجا ہم صبح کے وقت جہینہ قبیلہ کے مضافات میں پہنچے میں نے ایک آدمی کو پایا اس نے کہا لا الہ الا اللہ میں نے اس کو نیزہ مارا (اور قتل کر دیا) میرے دل میں کوئی بات واقع ہوئی تو میں نے اس کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تو نے اس کو قتل کر دیا میں نے کہا یا رسول! اس نے ہتھیار سے ڈر کر ایسا کہا آپ نے فرمایا کہ تو اس کے دل کو

چیر کو دیکھ لیتا یہاں تک کہ اس کے کہنے کو جان لیتا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں آپ برابر اس بات کو فرماتے رہے حتی کہ میں نے یہ تمنا کی میں آج کے دن ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟

ابن سعدؒ نے جعفر بن یرقانؒ سے روایت کیا کہ ہم کو اہل یمانہ میں سے ایک حضرمی آدمی نے یہ بیان کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجا اسامہ نے کہا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور میں نے آپ کو یہ بات بتائی کہ جب قوم شکست کھا گئی تو میں نے ایک آدمی کو گھیر لیا اور میں نے نیزہ مارنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ میں نے اس کو نیزہ مارا اور قتل کر دیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ تبدیل ہو گیا اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر اے اسامہ تیرا کیا حال ہو گا لا الہ الا اللہ کے مقابلہ میں افسوس ہے تجھ پر اے اسامہ! تیرا کیا حال ہو گا کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے مقابلے میں آپ برابر یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ میں یہ خواہش کرنے لگا کہ میں ہر عمل سے نکل چکا ہوں جو میں نے کئے اور میں آج کے دن نئے سرے سے اسلام لایا ہوں اللہ کی قسم! اب میں کسی لا الہ الا اللہ کہنے والے کو قتل نہیں کروں گا بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ بات سن لی۔

شافعی وابن ابی شیبہ و بخاری ومسلم وابو داؤد اور بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں مقداد بن اسودؓ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بتائیے اگر میں اور مشرکین میں سے ایک آدمی آپس میں لڑیں اور وہ میرا ہاتھ کاٹ دیں اور جب میں اس پر تلوار کو اونچا کروں تو وہ کہہ دے لا الہ الا اللہ اس کو ماروں یا چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو میں نے عرض کیا اس نے میرا ہاتھ کاٹا (اس سے بدلہ نہ لوں) آپ نے فرمایا اگر تو اس کو مارے گا اس کے کلمہ کہنے کے بعد تو وہ تیری حالت جیسا ہو جائے گا

پہلے اس سے کہ تو اس کو قتل کرے اور تو اس کی اس حالت جیسا ہو جائے گا جو اس کی تھی پہلے بھی اس کلمہ کے کہنے سے پہلے۔

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ
اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى
الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾﴾

اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے مومن برابر نہیں ہوسکتے۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجات میں فضیلت دے رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر بہت بڑی فضیلت اور عظیم اجر کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ (۹۵) ان کے لیے اللہ کی

طرف سے بڑے درجے ہیں مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔(۹۶)

شان نزول: (آیت) "لایستوی القاعدون"

بشارت خداوندی! امام بخاریؒ نے براء بن عازبؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جس وقت (آیت) "لا یستوی القاعدون"۔(الخ) یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، فلان کو بلاؤ، چنانچہ وہ آئے اور ان کے ساتھ دوات، تختی اور قلم تھا، آپ نے ارشاد فرمایا، کہ آیت لکھو (آیت) "لایستوی القاعدون من ال مومنین"۔(الخ) رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے ابن ام مکتومؓ موجود تھے، انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نابینا ہوں تو پھر اللہ کی جانب سے (آیت) "غیر اولی الضرر"۔لفظ بھی نازل ہو گیا۔

نیز امام بخاریؒ نے زید بن ثابتؓ سے اور طبرانیؒ نے زید بن ارقمؓ سے اور ابن حبانؒ نے فلتان بن عاصمؓ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے اور امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ عبداللہ بن جحشؓ اور ابن ام مکتومؓ نے عرض کیا کہ ہم دونوں نابینا ہیں۔

اور ابن جریرؒ نے بہت سے طریقوں سے اسی طرح مرسل روایتیں نقل کی ہیں۔

یہاں سے اللہ تعالیٰ مجاہدین کے ثواب کو بیان کر رہے ہیں یعنی معذورین جن کو تنگی اور ضعف بدن اور ضعف بصر کی شکایت ہو، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت عبداللہ بن جحش اسدیؓ ان کے علاوہ اور حضرات ان لوگوں کے برابر نہیں جو اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں۔

اور مجاہدین اور قاعدین (کی وجہ سے جہاد میں نہ جانے والے ہر ایک کو ایمان پر جنت ملے گی، مگر مجاہدین کو، بغیر عذر کے جہاد نہ کرنے والوں پر جنت میں بہت بلند مقام ملے گا اور ان کو ثواب و مغفرت کے عظیم درجات ملیں گے، اور جو جہاد کے لیے روانہ ہوا اور نہ روانہ ہونے پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اسی حالت ندامت و استغفار میں انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں تو کسی شخص کو بلا عذر گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں اور ایسی صورت میں جہاد میں شامل نہ ہونا صریح نفاق ہے۔ مگر جب نفیر عام (سب کے نکلنے) کا حکم عام نہ ہو اور امام کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکل سکتا ہو نکلے اور جو اپنے کام کی وجہ سے نہیں نکل سکتا اسے اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت ہے تو یہ جائز ہے، آیت میں اسی صورت حال کے پیش نظر فضیلت کا ذکر ہے کہ امام کی اجازت کے باوجود جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ : سیدنا براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (یعنی آیت کا یہ حصہ): (لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زید بن ثابت ؓ کو بلایا اور اسے یہ آیت لکھوائی۔ اتنے میں ابن ام مکتوم ؓ آپ کے پاس آئے، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا، اور وہ نابینا تھے، چنانچہ اسی وقت اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی۔ تب آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، وہ مجھ پر اتنی بھاری ہوگئی کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری ران ٹوٹ

ہی نہ جائے۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ نے یہ الفاظ نازل کیے: (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ)۔ [۱]

سیدنا سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں دیکھا تو میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ سیدنا زید بن ثابتؓ نے انھیں خبر دی تھی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے آیت کے یہ الفاظ لکھوائے: (لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) "مسلمانوں میں بیٹھ رہنے والے، اللہ کے راستے میں لڑنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے" اور آپ جس وقت لکھوا رہے تھے، اس وقت ابن ام مکتومؓ آئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! اگر مجھ میں جہاد کرنے کی استطاعت ہوتی تو میں بھی ضرور جہاد کرتا۔ انھوں نے یہ اس لیے عرض کی تھی کہ وہ نابینا تھے۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی کا نزول شروع فرما دیا۔ اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، مجھے اس قدر بوجھ محسوس ہوا کہ میں ڈرنے لگا کہ کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے۔

جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی (تو معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ الفاظ بھی نازل فرما دیے ہیں: (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) "کوئی عذر نہ رکھنے والے۔" [۲]

معلوم ہوا کہ جس شخص کی نیت جہاد کی ہو مگر اسے کوئی تکلیف ہو اور وہ کسی عذر کی بنا پر جہاد میں شریک نہ ہو سکے تو اسے مجاہدین کے برابر ثواب ملتا ہے۔

جیسا کہ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مدینہ میں رہنے

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (لا یستوی القعدون من المؤمنین): ٤٥٩٢، ٤٥٩٣۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب سقوط فرض الجهاد عن المعذورين: ١٨٩٨]

۲۔[بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالىٰ (لا یستوی القعدون من المؤمنین): ٢٨٣٢]

کے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم نے جس قدر بھی سفر کیا اور جتنی وادیاں بھی طے کیں وہ تمھارے ساتھ تھے۔" صحابہؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: "(ہاں) اگرچہ وہ مدینہ میں ہیں لیکن انھیں کسی عذر نے جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔"(۱)

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً :

ارشاد فرمایا: (لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ـ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ)[التوبة:۸۸،۸۹] "لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

سیدنا ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ کہا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "(وہ) مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔"(۲)

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال، اور یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسی روزے دار اور نماز قائم کرنے والے کی اور اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے اس چیز

۱۔[بخاری، کتاب المغازی، باب: ۴۴۲۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو۔۔ الخ: ۱۹۱۱]

۲۔[بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مومن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله: ۲۷۸۶]

کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے موت دے گا تو جنت میں داخل کرے گا، یا پھر اسے صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔“ [۱]

سیدنا ابوعبسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں اور پھر اسے آگ بھی چھوئے۔“ [۲]

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى: یعنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو جو فضیلت حاصل ہوگی، جہاد میں حصہ نہ لینے والے اس سے محروم رہیں گے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے دونوں کے ساتھ ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عام حالات میں جہاد کے لیے نکلنا فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے، یعنی اگر بقدر ضرورت آدمی جہاد میں حصہ لے لیں تو اس علاقے کے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی یہ فرض ادا شدہ سمجھا جائے گا، لیکن اگر بقدر ضرورت نہ نکلیں تو تمام گناہ گار ہوں گے۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا: سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اپنی زمین پر جہاں وہ پیدا ہوا تھا، بیٹھا رہے۔“ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دیں؟ آپ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین

۱۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مومن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله: ۲۷۸۷]

۲۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله: ۲۸۱۱]

کے درمیان۔“ (۱)

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ گھر میں بیٹھے والا دشمن کے مقابلہ میں مجاہد کے درجہ کے برابر نہیں ”وکلا“ اور سب یعنی المجاہد اور قائد معذور (اور) فرمایا ”وفضل اللہ المجھدین علی القعدین“ کہ وہ لوگ جن کا کوئی عذر نہیں تھا ”اجرا عظیما۔

درجت“ یعنی فضائل میں ”وکان اللہ غفورا رحمیا“ یعنی ستر درجوں کی فضیلت حاصل ہے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ”غیر اولی الضرر“ سے عذر والے مراد ہیں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ ”فضل اللہ المجھدین باموالھم وانفسھم علی القعدین درجۃ“ یعنی عذر والوں پر مجاہدین کو فضیلت عطا فرمائی۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ”وکلا وعد اللہ الحسنی“ یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اپنا فضل عطا فرماتے ہیں۔

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما۔ درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ان مومنوں پر فضیلت دی ہے جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں لفظ آیت ”غیر اولی الضرر“ یعنی جو معذور نہ ہوں۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے ”درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت ایک درجہ ہے اسلام میں اور جہاد ہجرت میں ایک

۱۔[بخاری، کتاب الجھاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ: ۲۷۹۰۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ما أعدہ اللہ للمجاھد: ۱۸۸۴]

درجہ ہے اور جہاد میں (دشمن کو) قتل کرنا بھی ایک درجہ ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن وھبؒ سے روایت کیا کہ میں نے ابن زیدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما[؁] درجت منہ" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا درجات سات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سورہ براۃ میں ذکر فرمایا یعنی "ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ذلک بانھم لا یصیبھم ظما ولا نصب" اس کو انھوں نے پڑھا اور یہاں تک کہ پہنچے "احسن ما کانوا یعملون" پوچھا کیا یہ سات درجات ہیں؟ یہ پہلی چیز تھی جہاد کا درجہ مجمل تھا وہ شخص جس نے جہاد کیا اپنے مال کے ساتھ اس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کر دیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کر دیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر یہ آیت تلاوت کی "لا یصیبھم ظما ولا نصب" اور فرمایا کہ صاحب نفقہ کے لیے نہیں ہے پھر یہ پڑھا "وما انفقتم من نفقۃ" اور فرمایا یہ قائد کا نفقہ ہے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن محیریزؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما درجت" کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصلہ ہے۔

عبد الرزاقؒ نے مصنف میں ابو مجلزؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما درجت" کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصلہ ہے۔

شہید کے لیے چھ بھلائیاں ہیں

ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ " درجت منه ومغفرة ورحمة " کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ معاذ بن جبلؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے راستے میں مقتول کے لیے چھ بھلائیاں ہیں خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔ پھر عذاب سے محفوظ کیا جاتا ہے پھر بڑی گبھراہٹ سے امن دیا جاتا ہے پھر جنت میں ٹھہرایا جاتا ہے پھر حور عین سے اس کی شادی کی جاتی ہے۔

بخاری وبیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار فرمایا ہے دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ سب سے بہترین اور اونچی جنت ہے اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے جو اس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔

مسلم وابوداؤد ونسائی اور حاکمؒ نے ابو سعیدؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص راضی ہو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہونے پر اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ابو سعیدؓ نے تعجب فرمایا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

مجھ کو دوبارہ بتائیے تو آپ نے ان کو دوبارہ بتایا پھر فرمایا ایک اور عمل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بندہ کے سو درجے جنت کے بلند کردے گا اور دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے انھوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

ابن ابی حاتم وابن مردویہؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کو ایک تیر اللہ کے راستہ میں پہنچا اس کے لیے درجہ ہے ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خبردار یہ تیری ماں کی چوکھٹ نہیں ہے بلکہ دو درجوں کے درمیان سو سال کا سفر ہے۔

ابن ابی حاتم وابن مردویہؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے یزید بن ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا تھا جنت میں دو سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا فاصلہ ہے اس میں یاقوت ہیں، گھوڑے ہیں، ہر درجہ میں ایک امیر ہوگا وہ دیکھتے ہیں جس کی فضیلت اور سرداری کو لوگ دیکھیں گے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ

الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾

بیشک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ (۹۷) لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی تدبیر کر سکیں اور نہ راستے سے واقف ہوں (کہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں)۔ (۹۸)

ربط آیت: گزشتہ آیات میں جہاد کی ترغیب اور بے عذر جہاد ترک کرنے والوں کا بیان تھا اب اس آیت میں ہجرت کی ترغیب دیتے ہیں اس لیے یہ ہجرت جہاد کا مقدمہ ہے اور بے عذر ہجرت ترک کرنے والوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر کیا گزری ہے اس لیے کہ ایمان کے بعد پہلے ہجرت کا حکم ہوا اور پھر ہجرت کے بعد جہاد کا حکم ہوا پس گویا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے ہجرت نہیں کرتے گویا کہ وہ لوگ عمداً تارک جہاد ہیں اس لیے ان آیات میں ہجرت کا بیان ہے کہ ہجرت سعادت دارین کا سبب ہے اور ترک ہجرت محرومی کا سبب ہے اس لیے کافروں میں رہ کر نہ تو احکام اسلام کو کھل کر بجا لا سکتا ہے اور نہ دین کی تبلیغ کر سکتا ہے اور نہ اسلام اور نہ مسلمانوں کی کوئی مدد کر سکتا ہے

اس لیے ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔

شانِ نزول: (آیت) "ان الذین توفھم"

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ کچھ منافق لوگ مسلمانوں کے روب میں مشرکین کے ساتھ مل کر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلے میں مشرکین کی جماعت بڑھاتے تھے۔

چنانچہ (غزوہ بدر میں) جب ان بدترین لوگوں میں سے کوئی تیر مارتا تو وہ بطور مسلمانوں کی تائید الہی کے سبب ان ہی کے لگ جاتا، جس کی وجہ سے وہ مرجاتا یا اور کوئی تیر لگ جاتا جس کی بناپر وہ ختم ہوجاتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، بیشک جب ایسے مرتد لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں الخ اور ابن مردویہؒ نے اپنی روایت میں ان لوگوں کے نام بھی روایت کیے ہیں کہ یہ لوگ قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہہ، ولید بن عتبہ، عمرو بن امیہ، علی بن امیہ تھے اور ان لوگوں کے متعلق یہ روایت کیا ہے کہ جب یہ لوگ غزوہ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور مسلمانوں کی کمی کو دیکھا تو ان کے دلوں میں شک پیدا ہوگیا اور کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنے دین کے بارے میں (نعوذ باللہ) دھوکہ ہوگیا ہے، چنانچہ یہ سب بدر کے دن مارے گئے۔

اور ابن ابی حاتمؒ نے حارث بن زمعہؓ اور عاص بن منبہؓ کا نام روایت کیا ہے اور طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ کے کچھ لوگ اسلام لے آئے تھے، جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان لوگوں کو ہجرت کرنا شاق ہوئی اور یہ لوگ ڈرے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ابن منذر اور ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ والوں میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے تھے مگر وہ اسلام کو آسان سمجھتے تھے، غزوہ

بدر میں مشرکین ان کو اپنے ساتھ لے آئے۔ (ان میں سے اکثر مومنین مخلصین نہ تھے بلکہ ان کی حالت کچھ اس طرح سے تھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے (آیت) "قالت الاعراب امنا، قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم"۔ (یہ چند دیہاتی یعنی غیر سنجیدہ لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے نبی مکرم آپ ان سے کہہ دیں تم حقیقتا ایمان نہیں لائے، بلکہ تم نے (کسی وجہ سے) محض ظاہراً اسلام قبول کیا ہے اور ایمان کی حقیقت ابھی تمہارے دلوں میں اتری ہی نہیں وگرنہ مومنین مخلصین کے "ایمان" لانے کے بعد واپس کفر کی طرف پلٹنے کی مثالیں انتہائی کم ہیں اور الشاذ کلمعدوم کے درجے میں ہیں (اتنی کم کہ گویا ہیں ہی نہیں)۔ (مترجم)

چنانچہ ان لوگوں میں سے بعض مارے گئے صحابہ کرامؓ نے دیکھ کر کہا یہ لوگ تو مسلمان تھے اور ان کو ایک گرانی ہوئی، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مکہ مکرمہ میں ایسے لوگوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کے پاس یہ آیت لکھ کر روانہ کر دی گئی،

اور یہ کہ اب ان کا کوئی عذر قابل قبول نہیں، چنانچہ یہ لوگ وہاں سے نکلے، پھر ان کو مشرکین نے پکڑ لیا اور ان کو فتنہ میں ڈال دیا، یہ پھر لوٹ گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آیت) "ومن الناس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ"۔

مسلمانوں نے یہ آیت بھی ان کے پاس لکھ کر روانہ کر دی جس سے وہ غمگین ہوئے اس کے بعد (آیت) "ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنو"۔ (الخ) یہ آیت نازل ہوئی، یہ بھی مسلمانوں نے ان کے پاس لکھ کر روانہ کر دی، چنانچہ وہ مکہ سے نکلے، پھر ان کو پکڑ لیا تو جو بچا اس نے نجات حاصل کی

اور جس کو قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گیا، ابن جریرؒ نے بہت سے طریقوں سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ [۱]

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن انھوں نے اپنے آبائی علاقے اور خاندان چھوڑ کر ہجرت کرنے سے گریز کیا، جب کہ مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ مجتمع کرنے کے لیے ہجرت کا نہایت تاکیدی حکم مسلمانوں کو دیا جا چکا تھا، اس لیے جن لوگوں نے ہجرت کے حکم پر عمل نہیں کیا، ان کو یہاں ظالم قرار دیا گیا ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے۔ فرشتے ایسے لوگوں کی روح قبض کرتے وقت پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے یہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی؟ تو وہ لوگ یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم کمزور تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین میں تم لوگوں کے لیے کشادگی نہیں تھی، جہاں تم ہجرت کر کے چلے جاتے اور اللہ کی عبادت آزادی کے ساتھ کرتے؟ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں، مسلمانوں میں سے بعض لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلے پر مشرکین کی جماعت کی کثرت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ تو جب تیر آتا تھا تو ان کو بھی لگ جاتا تھا اور وہ اس سے زخمی بھی ہوتے تھے، تلوار وغیرہ کی ضرب انھیں پہنچتی تو وہ قتل ہو جاتے تھے۔ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: (اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ) ”بیشک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔“ [۲]

قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ: یعنی فرشتے ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں ان سے پوچھتے ہیں کہ تم مسلمان تھے یا کافر یا دارالکفر میں پڑے کیا کرتے رہے، مدینہ کی طرف

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (اِن الذین توفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم): ٤٥٩٦]

ہجرت کیوں نہیں کی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بلا عذر ترک ہجرت کی بنا پر ظالم کی موت مرے ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدیؒ سے روایت کیا کہ جب حضرت عباس، عقیلؓ اور نوفل قید ہو گئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنی طرف سے اور اپنے بھتیجے کی طرف فدیہ دیجئے تو انھوں نے کہا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھتے اور ہم آپ کی شہادت نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا اے عباس! بیشک تم نے جھگڑا کیا اس لیے تم سے جھگڑا کیا جائے گا پھر آپ نے ان پر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھا جروا فیھا فاولئک ماوٰھم جہنم وساءت مصیرا" پس جس دن یہ آیت نازل ہوئی وہ مسلمان ہو چکے تھے مگر ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی تو وہ کافر رہے جب تک ہجرت نہ کی۔ "الا المستضعفین" "الی" "لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا" مگر وہ کمزور لوگ جو کوئی حیلہ اور راستہ نہ پاتے، حیلہ سے مراد مال اور سبیل سے مراد راستہ ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا میں بھی انھیں بچوں میں سے ایک تھا (جو ضعیف تھے)۔

عبد بن حمید وابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت میں روایت کیا کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ والوں میں سے اسلام لے آئے تھے اور وہ اللہ کے دشمن ابوجہل کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے غزوہ بدر میں جنگ میں شریک ہوئے اور انھوں نے بغیر عذر کے معذرت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذروں کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور فرمایا "الا المستضعفین" یعنی اہل مکہ میں سے وہ لوگ جن کے عذر کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ان کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا ان عباسؓ فرمایا کرتے تھے میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھے جو یہ حیلہ کی طاقت رکھتے تھے اور سفر کا راستہ

معلوم تھا۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجے گئے اور یہ لوگ ظاہر ہوئے اس کے ساتھ ایمان بھی ابھرا اور نفاق بھی ابھرا کچھ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم اس بات کا خوف نہ کرتے کہ (کافر) قوم ہم کو عذاب دے گی تو ہم ضرور اسلام لاتے لیکن ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور یہ لوگ اس بات کو آپ سے کہتے رہتے تھے جب بدر کا دن ہوا تو مشرک کھڑے ہو گئے اور انھوں نے کہا ہم سے کوئی پیچھے نہ رہے ورنہ ہم اس کے گھر کو گرا دیں گے اور اس کا مال لے لیں گے تو اس پر وہ لوگ (کافروں کے ساتھ) نکل کھڑے ہوئے جو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ باتیں کرتے تھے ان میں سے کچھ قتل ہوئے اور کچھ ان میں سے قید ہوئے جو لوگ قتل کئے گئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم" پھر فرمایا "قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھا جروا فیھا" اور ان لوگوں کو چھوڑ دیتے جو تم میں سے کمزور جانتے ہیں (پھر فرمایا) "فاولئک ماوھم جھنم وساءت مصیرا" پھر اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے والوں کا عذر قبول فرمالیا۔ اور فرمایا "الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا" یعنی وہ لوگ اگر نکلنے کا ارادہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے "فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم" یعنی مشرکین کے درمیان ان کے رہنے کو (معاف کر دیں گے) اور جو لوگ قید ہوئے انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس آئے تھے اور ہم نے اس بات کی گواہی دی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم خوف کے مارے اس قوم کے ساتھ نکلے تھے اللہ تعالیٰ

نے فرمایا لفظ آیت " یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفر لکم " (الانفال آیت ۷۰) یعنی تمہارا یہ نکلنا مشرکین کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے پھر فرمایا " وان یریدوا خیانتک فقد خانوا اللہ من قبل " (الانفال آیت ۷۱) یعنی مشرکین کے ساتھ ان کا نکلنا اور ان میں رہنا۔

عبد الرزاق وعبد بن حمید و بخاری وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم و بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں سے تھے میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھی۔

عبد بن حمید و بخاری وابن جریر وطبرانی و بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی لفظ آیت " الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان " اور فرمایا میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

ابن جریر وابن ابی حاتم ؒ نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! نجات دے الولید وسلمہ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعہ اور ضعیف مسلمانوں کو مشرکین کے ہاتھوں سے جو نہ کوئی حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔

بخاریؒ نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا کہ ہم کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے جب آپ نے " سمع اللہ لمن حمدہ " کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے دعا کی اے اللہ نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو اے اللہ نجات دے سلمہ بن ہشام کو اے اللہ نجات دے الولید کو اے اللہ نجات دے ایمان والوں میں سے کمزور لوگوں کو اے اللہ مضر کے لوگوں پر پکڑ سخت کر دے اے اللہ ان پر قحط کو مسلط کر

دے یوسف (علیہ السلام) کے قحط کی طرح۔

اس آیت میں ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو واقعی بے بس اور معذور تھے اور ہجرت کرنے کی کوئی راہ انھیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مستضعفین یا کمزور سے مراد وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت معذور ہوں، جیسے بیمار، بچے، بوڑھے، عورتیں اور کافروں کی قید میں پڑے ہوئے مسلمان۔ وسائل محدود ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی سواری کا بندوبست ہو اور نہ وہ پیدل سفر کی مشقت اٹھانے کے قابل ہوں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا گروہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والد ’’مُسْتَضْعَفِيْنَ ‘‘ یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔ [1]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے (آخری رکعت میں) جب ’’ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ‘‘ کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: (اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ) ’’اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح سیدنا یوسف (علیہ السلام) کے دور میں قحط پڑا تھا۔‘‘ [2]

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ)۔۔الخ: ۴۵۸۷]

۲۔[بخاری، کتاب الأذان، باب یھوی بالتکبیر حین یسجد: ۸۰۴، ۴۵۹۸]

ابن جریر وابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ ”الا المستضعفین “ سے مراد بوڑھی عورتیں چھوٹی لڑکیاں اور چھوٹے لڑکے ہیں۔

ابن ابی شیبہؒ نے محمد بن یحییٰؒ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چالیس دن صبح کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے رہے اور اپنی قنوت میں یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ! نجات دے الولید بن الولید کو، عیاش بن ابی ربیعہ، العاص بن ہشام کو اور ان کمزور ایمان والوں کو جو مکہ میں ہیں وہ لوگ لفظ آیت ”لا یستطیعون حیلہ ولا یھتدون سبیلا “ (جو یہ حیلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں)۔

الطبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت ”ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم “ سے لے کر ” وساءت مصیرا “ تک ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور یہ لوگ مشرکین میں سے اپنی قوم کے ساتھ لڑائی میں نکلے اور ان کے ساتھ قتل کئے گئے پھر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ”الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان“ جو ان میں سے کمزور تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول فرمایا اور جن کا عذر نہیں تھا وہ ہلاک ہو گئے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھی جن کا عذر تھا۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ ”لا یستطیعون حیلۃ“ سے قوت مراد ہے۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”لا یستطیعون حیلۃ“ یعنی مدینہ منورہ کی طرف وہ جانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ”ولا یھتدون سبیلا “ سے مراد ہے کہ نہ وہ راستہ کو جانتے تھے۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولا یھتدون سبیلا “ سے مراد

ہے کہ وہ لوگ مدینہ منورہ کی طرف جانے کا راستہ ہی نہیں جانتے تھے۔(واللہ تعالیٰ اعلم)۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾﴾

بعید نہیں کہ اللہ انھیں معاف کردے۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگذر فرمانے والا ہے۔

آخر میں فرمایا (فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا) کہ اللہ جل شانہ ان مستضعفین مغلوبین پھنسے ہوئے لوگوں کو معاف فرما دے گا وہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ صاحب روح المعانی صفحہ ۱۲۷: ج ۵ میں لکھتے ہیں کہ اس میں یہ بتایا ہے کہ ہجرت کا چھوڑ دینا بڑے خطرہ کی چیز ہے یہاں تک کہ مجبور حال جس پر ہجرت فرض نہیں اس کا ہجرت چھوڑ دینا بھی اس درجے میں ہے کہ اس کو گناہ شمار کرلیا جائے کیونکہ معافی گناہ سے متعلق ہوتی ہے، ایسے مجبور حال کو بھی چاہیے کہ موقعہ کی تلاش میں رہے اور اس کا دل ہجرت کے خیال میں لگا رہے۔ جیسے ہی موقع ملے روانہ ہوجائے۔

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ

يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ ع

اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے، پھر اسے موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہو چکا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

شان نزول: (آیت) ”ومن یخرج من بیتہ“

ابن ابی حاتمؒ اور ابویعلیؒ نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سمرۃ بن جندبؓ اپنے گھر سے ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سوار کرادو اور مشرکین کی زمین سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف روانہ کردو مگر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی راستہ میں انتقال فرما گئے ان کی شان میں بذریعہ وحی آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کروں گا۔ الخ۔

نیز ابن ابی حاتمؒ نے بواسطہ سعید بن جبیرؒ ابن ضمرۃ زرقیؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہوں اور

نہ راستہ سے واقف ہوں الخ تو ابن ضمرۃ فرماتے ہیں کہ مالدار بھی تھا اور صاحب تدبیر بھی، چنانچہ ابن ضمرۃ نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف ہجرت کی تیاری کی مگر مقام تنعیم میں انتقال کر گیا ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور ابن جریرؒ نے یہ روایت اسی طرح سعید بن جبیرؒ، عکرمہؒ، قتادہؒ اور سدیؒ سے روایت کی ہے۔ بعض روایتوں میں ان کا نام ضمرۃ بن العیص یا عیص ابن ضمرہ اور بعض میں جندب بن ضمرہ الجدعی اور بعض میں ضمری اور بعض میں بنی ضمرہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی خزاعہ کے ایک اور بعض میں بنی لیث کے ایک شخص اور بعض روایتوں میں بنی بکر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔

اور ابن سعدؒ نے طبقات میں یزید بن عبداللہ بن قسطؓ سے روایت کیا ہے کہ جندع بن ضمرہ ضمری مکہ مکرمہ میں تھے، اچانک بیمار ہوئے تو اپنی سے فرمایا کہ مجھے مکہ مکرمہ سے نکال دو، مجھے اس چیز کے غم نے ہلاک کر دیا ہے، اولاد نے پوچھا کہ کس مقام پر جانا چاہتے ہیں، حضرت جندع بن ضمرہؓ نے اپنے ہاتھ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کیا، چنانچہ ان کی اولاد ان کو لے کر روانہ ہوئی، جب بنی غفار کے پڑاؤ کے پاس پہنچے تو انتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

نیز ابن ابی حاتمؒ، ابن مندہؒ اور دیگر نے صحابہ کرامؓ کے بیان میں ہشام بن مروہؒ بواسطہ والد روایت نقل کی ہے۔ کہ زبیر بن عوامؓ نے فرمایا کہ خالد بن حرامؓ نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان کو راستے میں اچانک ایک سانپ نے ڈس لیا، جس کی وجہ سے وہ انتقال فرما گئے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لیے مشرکوں کے ملک سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگے، اور ارض اسلام اور دار ہجرت میں پہنچنے سے پہلے اس کو موت آ لے تو اس کے اس عمل کا اجر اور ہجرت کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے، اور اس نے اسلام کی خاطر اپنے وطن اور رشتہ داروں کو جو چھوڑا ہے اللہ اس کی جزاء اس کو عطا فرمائے گا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا، جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا اس نے اپنے گھر والوں سے کہا وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے چلیں، وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے اور ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہجرت کا شرعی حکم

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جس ملک یا شہر میں مسلمانوں کو دین اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے اور یہ کہ ابتداء میں مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض تھا اور مکہ فتح ہونے کے بعد جب مکہ دارالاسلام بن گیا تو یہ ہجرت منسوخ ہو گئی، اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مرد، عورتیں اور بچے کمزور ہوں یا بیمار ہوں اور ان کو ہجرت کرنے کی کوئی تدبیر معلوم نہ ہو، نہ راستے کا علم ہو ان کے ہجرت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی تدبیر معلوم نہ ہو، نہ راستے کا علم ہو ان کے ہجرت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، اور ان

آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تدبیر معلوم نہ ہو، نہ راستے کا علم ہو ان کے ہجرت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان نیک نیتی سے کوئی عبادت شروع کرے اور اس کو مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس نیکی کا م کا پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کے اسباب

ابتداء اسلام میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے حسب ذیل اسباب تھے:

(۱) مدینہ منورہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وقتاً فوقتاً احکام شرعیہ نازل ہو رہے تھے اور دین کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان ہر طرف سے اس مرکز علم کی طرف آئیں، اسی طرح اب بھی اگر کوئی مسلمان کسی ایسے علاقہ میں رہتا ہو جہاں علماء دین نہ ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اس علاقہ کی طرف ہجرت کرے جہاں علماء دین ہوں، اور وہاں جا کر علماء دین سے علم حاصل کرے نکاح سے پہلے نکاح اور طلاق کے ضروری مسائل سیکھے حج اور عمرہ سے پہلے حج اور عمرہ کے مسائل معلوم کرے، تجارت کرنے سے پہلے تجارت، بیع شراء اور سود کے مسائل کا علم حاصل کرے، اور بالغ ہونے سے پہلے نماز، روزہ اور زکوۃ کے مسائل کا علم حاصل کرے علی ھذا القیاس۔

(۲) مدینہ میں مسلمان آزادی سے احکام شرعیہ اور شعائر اسلام پر عمل کرتے تھے جبکہ فتح مکہ سے پہلے مکہ میں شعائر اسلام پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا سو اب بھی اگر کسی ملک میں کوئی مسلمان اسلام کے شعائر پر آزادی اور امن سے عمل نہ کر سکے تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا فرض ہے۔

(۳) مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی فرضیت کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ بتلایا جائے کہ اسلام میں وطن کی

اہمیت نہیں ہے بلکہ دین کی اہمیت ہے اور دین کی خاطر وطن کو چھوڑ دیا جائے گا اور یہ کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اور آپ کی اتباع مسلمانوں پر فرض ہے اور جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تو آپ کی اتباع میں مسلمانوں پر بھی ہجرت فرض کر دی گئی، اور اس لیے بھی کہ مدینہ منورہ اسلام کی پہلی ریاست تھی سو اس ریاست کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے وہاں مسلمانوں کی عددی قوت بڑھانا ضروری تھا اور یہ اسی وقت ہوسکتا تھا جب مسلمان مدینہ میں جمع ہو جائیں۔

دفع ضرر کے لیے ہجرت کی اقسام

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی ؒ متوفی ٥٤٣ ھ نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

(١) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا، ہجرت کی یہ قسم قیامت تک کے لیے فرض ہے، سو جو شخص دارالحرب میں اسلام قبول کرے اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے، اگر وہ درالحرب میں ہی مقیم رہا تو گناہ گار ہوگا۔

(٢) جس علاقہ میں اہل بدعت کا غلبہ ہو اور سلف صالحین پر وہاں تبرا کیا جاتا ہو اور صالح مسلمان اپنی قوت سے اس بدعت کو مٹانے پر قادر نہ ہوں اس علاقہ سے ان مسلمانوں کا ہجرت کرنا واجب ہے، اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

(آیت) ” واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (الانعام: ٦٨)

ترجمہ: اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے حتی کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں اور اگر تجھے شیطان بھلا دے یا یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

(۳) جس سرزمین پر حرام کاموں کا غلبہ ہو اس سرزمین سے نکل جائے کیونکہ حلال کو طلب کرنا اور حرام سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(٤) جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے جسم کے نقصان کا خطرہ ہو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی محفوظ علاقہ میں چلا جائے جیسے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا:

(آیت) "انی ذاھب الی ربی"۔ (العنکبوت:۲٦)

ترجمہ: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔

اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فخرج منھا خآئفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین"۔ (القصص:۲۱)

ترجمہ: سو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے، وہ انتظار کرتے تھے (کہ اب کیا ہوگا) انھوں نے دعا کی اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچالے۔

(٥) جس شہر میں کوئی متعدی مرض پھیلا ہوا ہو اس شہر سے ایسی جگہ چلا جائے جہاں وہ وبا نہ ہو اس قاعدہ سے صرف طاعون مستثنی ہے۔

(٦) جس علاقہ میں مسلمان کو اپنے مال کے ضائع ہونے یا مالی نقصان کا یقینی خطرہ ہو اس جگہ سے انسان کسی پرامن علاقہ میں چلا جائے۔

(۷) اسی طرح جس جگہ انسان کی عزت اور ناموس کو یقینی خطرہ ہو اس علاقہ سے بھی نکلنا واجب ہے‘ کیونکہ مسلمان پر اپنی جان‘ مال اور عزت کی حفاظت کرنا فرض ہے‘ امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے تمہارا خون‘ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اس شہر کی حرمت ہے۔[۱]

متبرک مقامات کے لیے سفر کرنا‘ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھنا میری یہ مسجد‘ مسجد حرام اور مسجد اقصی۔[۲]

سیدنا سبرہ بن الفاکہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ”شیطان انسان کے اسلام کے راستہ میں آکر بیٹھ جاتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے اور اپنے آبا و اجداد کے دین کو کیوں چھوڑ رہے ہو؟ مگر انسان اس کی ایک نہیں سنتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت کے راستہ میں آبیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے گھر، وطن اور زمین و آسمان کو کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟ انسان یہاں بھی اسے ٹھوکر مار دیتا ہے۔ بالآخر جہاد کے راستے پر آبیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم جہاد پر جا رہے ہو، یہ تو جان و مال کا تلف ہے، تم قتل کر دیے جاؤ گے، تمہاری بیوی سے کوئی دوسرا نکاح کرے گا، تمہارا مال لوٹ لیا جائے گا۔ مجاہد یہاں بھی شیطان کو

۱۔ (سنن ابن ماجہ‘ رقم الحدیث: ۳۰۵۸‘ صحیح البخاری‘ رقم الحدیث: ۱۷۳۹‘ سنن ابوداؤد‘ رقم الحدیث: ۱۹۴۵)

۲۔ (صحیح البخاری‘ رقم الحدیث: ۱۱۸۹‘ صحیح مسلم‘ رقم الحدیث: ۱۳۹۷‘ سنن ابوداؤد‘ رقم الحدیث: ۲۰۳۳‘ سنن نسائی‘ رقم الحدیث: ۲۸۹۷‘ سنن ترمذی‘ رقم الحدیث: ۳۲۶‘ سنن ابن ماجہ‘ رقم الحدیث: ۱۴۰۹‘ سنن کبری للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۴‘ سنن دارمی‘ رقم الحدیث: ۱۴۲۱‘ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴)

ٹھوکر مار دیتا ہے اور میدان جہاد کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔" پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اتنا (عظیم الشان) کردار پیش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے، خواہ وہ شہید ہو، یا پانی میں ڈوب جائے، یا آگ میں جل جائے، یا اسے درندے کھا جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔" [۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم اپنے ہاں کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟" صحابہؓ نے عرض کی، جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تب تو میری امت میں شہداء کم ہوں گے۔" انھوں نے پوچھا، تو پھر یا رسول اللہ! کون کون لوگ شہید ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جو اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اللہ کے راستہ میں (طبعی موت) مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔" [۲]

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس تشریف لے جاتے، وہ آپ کو کھانا پیش کرتیں، ام حرامؓ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور بعد ازاں آپ کے سر سے جوئیں دیکھنے لگیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سو گئے، جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، ام حرامؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کس بات پر مسکرائے

۱۔ [نسائی، کتاب الجهاد، باب لمن أسلم وهاجر وجاهد: ۳۱۳۶۔ مسند أحمد: ۳/ ۴۸۳، ح: ۱۵۹۶۴]

۲۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الشهداء: ۱۹۱۵]

ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جیسے تختوں پر بیٹھے بادشاہ ہیں، یا تختوں پر بیٹھے بادشاہوں کی طرح ہیں۔" میں نے عرض کی، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا فرمادی اور بعد ازاں آپ سو گئے۔ اب پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا، آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے، جو جہاد کے لیے اس طرح جا رہے تھے۔" اور آپ نے پہلے والی تفصیل بیان کی۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا: "تو پہلے گروہ والوں میں سے ہے۔" پھر ام حرامؓ نے سیدنا معاویہؓ کے دور میں بحری سفر کیا اور جب سمندر سے باہر آئیں تو جانور سے گر کر شہید ہو گئیں۔ (۱)

مہاجر کے لیے کشادگی رزق کا وعدہ

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے "مرغما کثیرا وسعۃ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ "مرغما" سے مراد ہے کہ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف منتقل ہو جانا اور "سعۃ" سے مراد ہے رزق۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "مرغما" سے مراد ہے اس چیز سے بچنے کی جگہ جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نافع بن ازرقؒ نے ان سے "مرغما"

۱۔[بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الدعاء بالجھاد والشھادۃ للرجال والنساء: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ھذیل کی لغت میں "مرغما" کا معنی ہے کشادگی انھوں نے کہا کہ عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔ واترک ارض جھرۃ ان عندی رجاء فی المراغم والتعادی ترجمہ: چھوڑ دے چہرہ کی زمین کو یقیناً میرے پاس آسودگی اور دشمنی میں امید ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ "مرغما" سے مراد ہے ہجرت کرنے والا۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ "مرغما" سے مراد ہے رزق کو ڈھونڈنے والا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوصخرؒ سے روایت کیا ہے کہ "مراغما" سے مراد ہے کشادگی۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یجد فی الارض مرغما کثیرا وسعۃ" سے مراد ہے کہ گمراہی سے ہدایت کی طرف اور تنگدستی سے خوشحالی کی طرف نکلنے کی جگہ۔

ابن ابی حاتمؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا کہ "وسعۃ" سے مراد ہے رخاء یعنی آسودہ زندگی۔

ابن القاسمؒ سے روایت کیا کہ میں نے مالک سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وسعۃ" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا اس سے مراد ہے مصیبت سے خلاصی۔

ابن سعد واحمد اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) عبداللہ بن عتیکؓ سے روایت کیا کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اپنے گھر سے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے نکلا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا کیا مقام ہے اور وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے یا اس کو کسی جانور نے ڈس لیا اور وہ مر گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو راستہ میں اپنی موت مرا اس کا اجر بھی اللہ تعالیٰ پر ہے اللہ کی قسم حتف انفہ ایسا کلمہ ہے جس کو میں نے رسول اللہ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے کسی عرب سے نہیں سنا اور جو شخص فوری طور پر مر گیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

ابو یعلی والبیہقیؒ نے الشعب میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو حج کرنے کے لیے نکلا اور وہ (راستہ میں) مر گیا تو اس کے لیے حاجی کا اجر لکھا جائے گا قیامت کے دن تک اور جو شخص عمرہ کرنے کے لیے نکلا اور وہ راستہ میں مر گیا تو اس کے لیے عمرہ کا اجر لکھا جائے گا قیامت کے دن تک اور جو شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکلا تو اس کے لیے قیامت کے دن تک غازی کا اجر لکھا جائے گا۔

﴿ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ ﴾

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے بیشک کافر لوگ تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔

ربط آیت): گزشتہ آیات میں جہاد و ہجرت کا ذکر تھا اور غالب احوال میں جہاد و ہجرت کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے اور اب ان آیات میں حالت جہاد اور سفر میں نماز پڑھنے کی تعلیم و طریقہ بیان فرماتے ہیں اور

سفر اور خوف کی وجہ سے نماز میں جو رعایتیں اور سہولتیں عطا کی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

شان نزول: (آیت) "واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم"

ابن جریرؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ بنی نجار نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم سفر میں کس طرح نماز پڑھیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا یعنی جب تم سفر کرو سو تمہیں اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو۔

اس کے بعد وحی بند ہوگئی پھر جب ایک سال کے بعد رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جہاد کیا اور ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں پر پیچھے کی جانب سے حملہ کرنے کا یہ مناسب موقع ہے تو پھر کیوں نہ زبردست قسم کا حملہ کردیں تو ان میں سے کسی نے کہا ان لوگوں کے مجاہدین کی اتنی جماعت ان کی حفاظت میں بھی کھڑی ہے۔

اس پر دونوں نمازوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے (آیت) "ان خفتم"۔ سے لے کر "عذابا مھینا"۔ تک یہ آیات نازل فرمائیں، چنانچہ اس وقت نماز خوف کا حکم نازل ہوگیا۔

امام احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ ھ روایت کرتے ہیں:

ابوعیاش الزرقیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے' ہم نے ظہر کی نماز پڑھی' مشرکین نے کہا ہم نے ان کو غافل پایا کاش ہم ان پر اس وقت حملہ کردیتے جب یہ نماز میں تھے' اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق (یہ) آیت نازل ہوگئی' جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' آپ نے ہمارے دو گروہ کردیئے'

ایک گروہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ (۱)

نماز خوف پڑھنے کا طریقہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا، ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہماری صفیں بنائیں، ایک صف نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی، پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے (جو دشمن کے سامنے تھا) جس نے نماز پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر ان میں سے ہر گروہ نے (بقیہ) ایک رکوع اور دو سجدے کیے (جس نے آپ کے پیچھے پہلی رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت لاحق کی طرح پڑھی اور جس نے آپ کے پیچھے دوسری رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت مسبوق کی طرح پڑھی)۔ (۲)

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ابتدا میں) حضر اور سفر دونوں حالتوں میں نماز دو دو رکعت فرض کی گئی تھی،

۱۔(سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۵۴۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۲۳۶، المستدرک ج ۱ ص ۳۳۷، سنن کبری للبیہقی ج ۳ ص ۲۵۶۔۲۵۴)

۲۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۹۴۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۳۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۲۴۳، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۵۶۴، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۵۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۲۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۵۹، سنن کبری للبیہقی ج ۳ ص ۲۶۳)

پھر سفر کی نماز تو اتنی ہی برقرار رکھی گئی، تاہم حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ (۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ (۲)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (سفر میں منزل مقصود تک) جلدی پہنچنا ہوتا تو آپ پہلے مغرب کی تکبیر کہلواتے اور اس کی تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیتے، پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے، یہاں تک کہ عشاء کی اقامت ہو جاتی تو آپ عشاء کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ (۳)

سیدنا حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں، حالانکہ آپ حالت امن میں تھے۔ (۴)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔ (۵)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (مقام) ذوقرد میں نماز خوف پڑھائی، یوں کہ ایک صف آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی اور ایک صف دشمن کے مقابلہ پر کھڑی

۱۔[مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ المسافرین:٦٨٥۔ بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه:١٠٩٠]

۲۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه:١٠٨٩۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ المسافرین:٦٩٠]

۳۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب تصلی المغرب ثلاثا فی السفر:١٠٩٢]

۴۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب الصلوۃ بمنیٰ:١٠٨٣۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب قصر الصلوۃ بمنیٰ:٦٩٦]

۵۔[مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ المسافرین:٦٨٧]

رہی۔ آپ کے پیچھے کھڑے ہونے والوں نے آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے گئے اور دوسرے لوگ ان کی جگہ آ گئے اور انھوں نے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر آپ نے سلام پھیرا۔ [۱]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپ نماز کی دو دو رکعتیں ادا فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے۔ میں نے دریافت کیا، آپ لوگوں نے مکہ میں کتنی دیر قیام کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔ [۲]

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن

۱۔ [مستدرک حاکم: ۱/۳۳۵، ح: ۱۲۴۶، ۱۲۴۷]

۲۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب ماجاء فی التقصیر: ۱۰۸۱]

مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا
حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں اور (حالت جنگ میں) نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے، پھر وہ جب سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔ کیونکہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے تو وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اور تم پر کوئی حرج نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا بیمار ہو جاؤ تو تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کو ملحوظ رکھو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شان نزول: (آیت) "واذا کنت فیہم"

امام احمد اور حاکمؒ نے صحت کے ساتھ اور بیہقیؒ نے دلائل میں ابن عیاش زرقیؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ عسفان میں تھے۔ سامنے سے مشرک آئے جن کے خالد

بن ولید امیر تھے اور جو مشرک ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی تو مشرک کہنے لگے کہ اس وقت یہ ایسی حالت پر ہیں کہ ہم ان پر حملہ کر کے ان سب کو ختم کر سکتے ہیں، پھر وہ خود بولے کہ اب ان کی ایسی نماز کا وقت آئے گا جو انھیں اپنی جانوں اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے، چنانچہ جبرائیل (علیہ السلام) ظہر اور عصر کے درمیان یہ آیتیں لے کر نازل ہو گئے اور امام ترمذیؒ نے بھی اسی طرح ابو ہریرہؓ سے اور ابن جریرؒ نے بھی اسی طرح جابر بن عبداللہ اور ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے اور امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ"۔ان کان بکم اذی"۔(الخ) عبدالرحمن بن عوفؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب یہ زخمی تھے۔

اس آیت میں صلوٰۃ الخوف کی اجازت بلکہ حکم دیا جا رہا ہے۔صلوٰۃ الخوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔ یہ اس وقت مشروع ہے جب مسلمان اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں، یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی بھی غفلت مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا حکم ہے،جس کی مختلف صورتیں درج ذیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ضجنان اور عسفان کے درمیان پڑاؤ فرمایا ہوا تھا، مشرکین نے باہم کہا، ان مسلمانوں کی ایک ایسی نماز ہے جو ان کو ان کے باپوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ نماز عصر ہے، لہٰذا تم اپنے اسباب جمع کر و اور ان پر یک بارگی حملہ کر دو۔ چنانچہ جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوئے، انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرلو، ایک حصے کو آپ نماز پڑھائیں اور (اس اثنا میں) ایک حصہ دشمن کے مقابلے کے لیے ان کے پیچھے کھڑا رہے اور وہ اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہنے رکھے، پھر دوسرا حصہ آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ جو نماز پڑھ رہے تھے اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہن لیں۔ اس طرح ہر گروہ کی ایک ایک رکعت ہو جائے گی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دو رکعتیں۔ ①

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مل کر نجد کی طرف جنگ کی، ہم دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوگئی اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہی۔ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے آپ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک رکعت پڑھی) پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ لوگ (نماز کے لیے) آ گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر آپ نے سلام پھیرا، پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے لیے رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک ایک رکعت اور پڑھی)۔ ②

سیدنا سہل بن ابی حثمہؓ بیان کرتے ہیں کہ (نماز خوف میں) امام قبلہ رو کھڑا ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوگی، اس عرصہ میں مسلمانوں کی دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوگی، انھی کی طرف منہ کیے ہوئے۔ امام اپنے ساتھ والی جماعت کو پہلے ایک رکعت نماز پڑھائے گا (ایک رکعت پڑھنے کے بعد پھر) یہ جماعت کھڑی ہو جائے گی، اور یہ اپنے لیے اپنی جگہ

۱۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النساء: ۳۰۳۵]

۲۔ [بخاری، کتاب صلوۃ الخوف، باب صلوۃ الخوف: ۹۴۲]

ایک رکوع اور دو سجدے کرے گی (یعنی دوسری رکعت یہ خود پڑھے گی) پھر یہ اس جگہ جائے گی جہاں دوسری جماعت پہلے سے موجود تھی اور دوسری جماعت (اس جگہ نماز کے لیے) آ جائے گی اور امام اس جماعت کو بھی ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں پوری ہو جائیں گی اور دوسری جماعت ایک رکوع اور دو سجدے خود کرے گی۔ ۱

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے اذان دی گئی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر یہ جماعت پیچھے ہٹ گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ یوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چار رکعتیں ہوئیں اور باقی سب لوگوں کی دو دو رکعتیں۔ ۲

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ نماز خوف پڑھی، آپ نے ہم کو دو صفوں میں کھڑا کیا۔ ایک صف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے تھی، (اور دوسری اس کے پیچھے) دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ اکبر کہا، ہم سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدے کے لیے جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی جھکی اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سجدے کر لیے تو جو صف آپ کے قریب تھی وہ کھڑی ہو گئی اور پچھلی صف سجدہ کے لیے جھک گئی پھر وہ لوگ سجدہ کر کے کھڑے ہو گئے، پھر پچھلی صف آگے آ گئی اور اگلی صف پیچھے چلی

۱۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع: ۴۱۳۱۔ مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلٰوۃ الخوف: ۸۴۱]

۲۔ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الخوف: ۸۴۳/۳۱۲]

گئی پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا، ہم سب نے بھی سر اٹھایا، پھر آپ جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی سجدے کے لیے جھکی، یعنی اس نے سجدہ کیا جو پہلے پیچھے تھی، دوسری صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اگلی صف نے سجدے کر لیے تو پچھلی صف سجدے کے لیے جھک گئی، انھوں نے سجدے کیے، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سلام پھیرا تو ہم سب نے سلام پھیرا۔ [1]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز عصر کے لیے کھڑے ہوئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل کھڑی رہی، ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ اکبر کہا تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے اور جو دشمن کے مقابل تھے سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رکوع کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے بھی رکوع کیا، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سجدہ کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے بھی سجدہ کیا۔ باقی لوگ دشمن کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوگئے اور جو جماعت آپ کے ساتھ تھی وہ دشمن کی طرف چلی گئی اور ان کے مقابل صف آرا ہوگئی اور جو صف اب تک ان کے مقابلہ پر تھی وہ نماز کے لیے آ گئی۔ انھوں نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی طرح کھڑے رہے۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہوگئے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رکوع کیا اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے رکوع کیا، اور آپ کے ساتھ سجدے بھی کیے۔ پھر جو جماعت دشمن کے مقابل تھی وہ آئی

۱۔ [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوٰۃ الخوف: ۸٤۰]

اور اس نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جو آپ کے تابع تھے، بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سلام پھیرا، تو سب نے سلام پھیرا اس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دو رکعتیں ہوئیں اور دونوں جماعتوں کی بھی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ ۱

یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب جماعت ممکن ہو، اگر ممکن نہ ہو تو اکیلا پڑھ لے، پیادہ ہو یا سوار یا اشارے سے جس طرح ہو سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: (فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا)[البقرة: ۲۳۹] "پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار۔" اگر جنگ جاری ہو اور اشارے سے بھی نہ پڑھ سکے تو بعد میں قضا کر کے پڑھ لے۔

جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تستر قلعے کی فتح کے وقت موجود تھا، جب فجر روشن ہو رہی تھی اور لڑائی شدید بھڑک اٹھی تھی تو نماز پڑھ ہی نہیں سکے، چنانچہ دن بلند ہونے کے بعد ہم نے وہ نماز سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے دنیا وما فیہا مل جائے تب بھی اتنی خوشی نہ ہو جتنی اس نماز سے ہوئی۔ ۲

وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقہ کی

۱۔[أبوداؤد، کتاب صلوة السفر، باب من قال یکبرون جمیعًا: ۱۲۴۰۔ نسائی، کتاب صلوة الخوف: ۱۵٤٤]

۲۔[بخاری، کتاب صلوة الخوف، باب الصلوة عند مناهضة الحصون ولقاء العدو، قبل الحدیث: ۹٤٥]

مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔“ [۱]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک جنگ میں دشمن کے سامنے تھے۔ آپ نے کچھ دیر انتظار کیا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”لوگو! دشمن سے ملنے کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو، تاہم جب تمہارا سامنا دشمن سے ہو جائے تو صبر و ثبات سے ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [۲]

سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے رستے میں تیر چلایا۔ [۳]

سیدنا ابو اسید ؓ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن جب ہم صفیں بنا چکے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جب مشرک تمہارے قریب پہنچیں (یعنی تمہارے نشانے کی زد میں آجائیں) تو انھیں تیر مارو اور اپنے تیر محفوظ رکھو۔“ [۴]

غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف

ابوداؤد و ابن حبان اور حاکم ؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی ؒ نے عائشہ ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی

۱۔[مسند أحمد:۲/۵۰، ح:۵۱۱۳۔ ابن أبي شيبة:۵/۳۱۳]

۲۔[بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب كان النبي (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) إذا لم يقاتل أول النهار:۲۹۶۶۔ مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب كراهية تمنى لقاء العدو:۱۷۴۲]

۳۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، باب مناقب سعد بن أبي وقاص (رض):۳۷۲۸]

۴۔[بخاری، کتاب المغازي، باب:۳۹۸۴]

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ذات الرقاع کے مقام پر خوف کی نماز پڑھی لوگ دو حصوں میں متفرق ہو گئے ایک جماعت نے آپ کے پیچھے صف بنالی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوگئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر کہا) تو اس جماعت نے بھی تکبیر کہی جو آپ کے پیچھے تھی پھر آپ نے رکوع کیا تو انھوں نے بھی رکوع کیا پھر آپ نے سجدہ کیا تو انھوں نے بھی سجدہ کیا پھر آپ نے سر اٹھایا تو انھوں نے بھی اٹھایا پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیٹھے رہے ان لوگوں نے دوسرا سجدہ کیا پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے کو ہٹے یہ الٹے پاؤں چل رہے تھے یہاں تک کہ پیچھے کھڑے ہو گئے اور دوسری جماعت آئی اور انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے صف بنالی انھوں نے خود ہی اپنا سجدہ کیا پھر دونوں جماعتیں اکٹھی کھڑی ہو گئیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے صف باندھ لی آپ نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا پھر آپ نے سجدہ کیا تو سب نے سجدہ کیا۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو سب نے آپ کے ساتھ سر اٹھایا یہ سب کچھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جلدی جلدی کیا اور جتنی تخفیف ہو سکتی تھی تخفیف کی پھر آپ نے سلام پھیرا تو سب نے سلام پھیرا پھر آپ کھڑے ہوئے جبکہ لوگ آپ کی ساری نماز میں شریک ہو چکے تھے۔

الحاکمؒ نے جابرؓ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوف کی نماز کے بارے میں روایت کیا کہ ایک جماعت آپ کے پیچھے تھی اور ایک جماعت اس جماعت کے پیچھے تھی جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی سب کا منہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ اکبر کہا تو دونوں جماعتوں نے بھی اللہ اکبر کہا آپ نے رکوع کیا تو ایک

جماعت جو آپ کے پیچھے تھی اس نے بھی رکوع کیا جبکہ دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ نے سجدہ کیا تو انھوں نے بھی سجدہ کیا اور دوسرے لوگ بیٹھے پھر وہ کھڑے ہوئے اور الٹے پاؤں ہٹے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کی جگہ پر بیٹھ گئے اب دوسری جماعت آئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی اور دو سجدے کئے پھر آپ نے سلام پھیرا اور دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ نے سلام پھیرا تو دونوں جماعتیں کھڑی ہوگئیں انھوں نے اپنے اپنے طور پر ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کئے۔

مالک والشافعی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید و بخاری و مسلم وابوداؤد اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ والدارقطنی و بیہقیؒ نے صالح بن خواتؒ سے روایت کیا کہ اور انھوں نے اس صحابیؓ سے روایت کیا کہ جنھوں نے ذات الرقاع کے دن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خوف کی نماز پڑھی۔ (یہ فرماتے ہیں) کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ صف باندھی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی آپ نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے رہے اور لوگوں نے خود نماز کو پورا کیا پھر یہ لوگ چلے گئے اور دشمن کے سامنے کھڑے ہوگئے اب دوسری جماعت آئی ان کو آپ نے ایک رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز میں سے باقی تھی پھر آپ بیٹھے رہے اور ان لوگوں نے خود نماز پوری کی پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

عبد بن حمید ودارقطنیؒ نے ابوبکرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ کو خوف کی نماز پڑھائی بعض صحابہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر آپ نے سلام پھیرا اور یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے پھر دوسرے لوگ آئے آپ نے ان کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں پھر آپ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چار رکعات ہوتی اور مسلمانوں کی دو دو رکعت ہوئیں۔

الدار قطنی و حاکمؒ نے ابو بکرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خوف کی حالت میں تین رکعات مغرب کی نماز پڑھائی پھر یہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے آپ نے ان کو بھی تین رکعت پڑھائی تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چھ رکعت ہوئیں اور قوم کے لیے تین تین ہوئیں۔

﴿ فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ‌ ۚ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ‌ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ۝۱۰۳ ﴾

سو جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر نماز مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔

ربط آیات:

اس رکوع کی پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے سفر کی حالت میں اور خوف کی حالت میں نماز ادا کرنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ دورانِ سفر بعض نمازوں کی رکعتوں کی تعداد میں کمی ہو جاتی ہے اور سنت اور نوافل وغیرہ بھی ضروری نہیں رہتے۔ اور جب کسی دشمن کا خوف ہو یا کسی موذی جانور کی طرف سے خطرہ لاحق ہو، تو اس موقع پر نماز خوف ادا کی جاسکتی ہے، جس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ ایک گروہ امام کے ساتھ نصف نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے بالمقابل کھڑے رہے۔ پھر دوسرا گروہ آ کر امام کے

ساتھ مل جائے اور نصف نماز ادا کرے۔ ہر دو گروہ اپنی اپنی بقیہ نصف نماز علیحدہ ادا کریں۔ اس طرح نماز کی حالت میں چلنا پھرنا ہتھیار اٹھانا، سمت تبدیل کرنا وغیرہ جائز قرار دے دیا گیا حالانکہ عام حالات میں یہ چیزیں ناقص نماز ہوتی ہیں۔

اب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ نماز خواہ سفر کی ہو یا خوف کی یا عام نماز، اس کے بعد ذکر الٰہی پر مداومت اور اوقات نماز کا بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فاذا قضیتم الصلوٰۃ جب تم نماز پوری کر چکو۔ یعنی نماز کے لیے تو وقت مقرر ہے، اس مقررہ وقت میں جب نماز سے فارغ ہو جاؤ فاذکروا اللہ تو اللہ کا ذکر کرو اور ذکر کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں، ہر وقت اور ہر حالت میں روا ہے۔ قیماً کھڑے ہو وقعوداً بیٹھے ہو وعلی جنوبکم یا اپنی کروٹوں کے بل یعنی لیٹے ہو، ذکر الٰہی ہر حالت میں جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نماز خوف کے بعد کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔ گو ذکر الٰہی دیگر تمام نمازوں کے بعد بھی مشروع اور مرغوب ہے، لیکن نماز خوف کے بعد اس کی زیادہ تاکید ہے، کیونکہ اس نماز کے ارکان میں تخفیف کر دی گئی ہے اور اس میں آنے جانے کی بھی رخصت ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی سہولتیں ہیں جو دیگر نمازوں میں نہیں ہیں۔

فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ: یعنی جب امن حاصل ہو جائے، خوف جاتا رہے اور طمانیت حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھو اور اسے اس طرح پڑھو جس طرح تمہیں اس کی حدود، خشوع، رکوع، سجود اور دیگر ارکان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: (فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا آمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ)[البقرۃ:۲۳۹

] ”پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار، پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔“

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا: سیدنا ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل (علیہ السلام) نازل ہوئے، انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی، پھر جبرائیل (علیہ السلام) نے فرمایا: ”مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔“ [1]

سیدنا بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: ”دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔“ پھر جب سورج ڈھلا تو آپ نے بلالؓ کو حکم دیا، انھوں نے اذان دی، پھر آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا، تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی، پھر آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی، اس وقت سورج بلند، سفید اور شفاف تھا۔ پھر آپ نے مغرب کی اقامت کا حکم دیا، انھوں نے جب سورج غائب ہو گیا تو اقامت کہی، پھر آپ نے انھیں اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عشاء کی اقامت کہی جب شفق غائب ہو گئی، پھر آپ نے انھیں اذان کا حکم دیا (انھوں نے اندھیرے میں اذان دی) اور فجر کی اقامت کہی جب صبح طلوع ہو گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ ظہر کو ٹھنڈا کریں، انھوں نے ٹھنڈا اور خوب

۱۔ [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب مواقیت الصلاۃ وفضلھا: ۵۲۱]

ٹھنڈا کیا اور عصر میں پہلے دن کے مقابلے میں تاخیر کی اور ایسے وقت پڑھی کہ سورج بلند، صاف وشفاف تھا۔اس میں زردی نہیں آئی تھی اور مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھی اور صبح کی نماز پڑھی اور اسے خوب روشن کیا، پھر آپ نے فرمایا: "نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟" اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں (موجود ہوں)۔آپ نے فرمایا: "(نماز کے) جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمہاری نماز کے اوقات ہیں۔"[1]

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حیانؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس حال میں ہتھیاروں کو رکھ دینے کی رخصت دی گئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنا بچاؤ کرلیں اور "عذابا مھینا" سے ذلت والا عذاب مراد ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے اس قول "فاذا قضیتم الصلوۃ" کے بارے میں فرمایا کہ خوف کی نماز کے بعد "فاذکروا اللہ" اللہ کا ذکر کرو زبان کے ساتھ "فاذا اطمانتم" یعنی جب تم کو اطمینان حاصل ہوجائے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فاذکروا اللہ قیما وقعودا وعلی جنوبکم" یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو رات کو دن کو خشکی میں تری میں سفر میں حضر میں مالداری میں فقیری میں بیماری میں صحت میں اور چھپے ہوئے اور علانیہ طور پر گویا ہر حال میں (اللہ کی یاد میں لگے رہو)۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ ایک جماعت اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوکر یاد کرتی ہے وہ ان کے پاس آئے اور کہا یہ کیا ہے انھوں نے کہا ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "فاذکروا اللہ قیما وقعودا وعلی جنوبکم" آپ نے فرمایا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کھڑے

۱۔[مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس:٦١٣]

ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ ”فاذا اطمانتم“ سے مراد ہے جب تم نکلو سفر کے گھر سے امامت کے گھر کی طرف ”فاقیموا الصلوۃ“ یعنی نماز کو پورا کرو۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاذا اطمانتم“ یعنی جب تم اپنے شہروں میں مقیم ہو جاؤ تو اپنی نماز کو پورا کرو۔

عبد بن حمید وابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاذا اطمانتم“ سے مراد ہے جب تم امن میں ہو جاؤ تو ”فاقیموا الصلوۃ“ تو اس کو پورا کرو۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ ”فاذا اطمانتم“ سے مراد ہے جب تم امن میں ہو تو ”فاقیموا الصلوۃ“ یعنی اس کو پورا کرو۔

ابن المنذرؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاذا اطمانتم“ کہ جب تم اپنے شہروں میں قیام کر لو۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوالعالیہؒ سے روایت کیا کہ ”فاذا اطمانتم“ یعنی جب تم نازل ہو جاؤ (کسی جگہ پر)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ ”فاذا اطمانتم“ یعنی خوف کے بعد اطمینان ہو جائے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے ”فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوۃ“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب تم کو اطمینان ہو جائے تو نماز پڑھ لو پھر نہ نماز پڑھو سوار ہو کر نہ پیدل چلتے ہوئے اور نہ بیٹھے ہوئے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا“ میں

موقوت کا معنی ہے واجب۔

ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ الموقوت سے مراد ہے واجب ہونا۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "کتبا موقوتا" سے مراد ہے فرض ہونا۔

عبد بن حمید و ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ "کتبا موقوتا" سے مراد ہے فرض اور واجب۔

عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذرؒ نے حسنؒ سے روایت کہ "کتبا موقوتا" سے مراد ہے لکھا ہوا ہے واجب۔

عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا" کے بارے میں ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نماز کے لیے وقت مقرر ہے جیسے حج کا وقت مقرر ہے۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتا" کے بارے میں روایت کیا کہ موقوت کا معنی منجم ہے جب ایک مقرر وقت گزر جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے اور فرمایا کہ جب ایک وقت گزر گیا تو دوسرا آ گیا۔

﴿ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾ ﴾

(مسلمانو،)اس گروہ کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو۔ اگر (لڑائی میں) تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو جیسے تم کو تکلیف پہنچتی ہے ان کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور (تمہاری ان پر یہ فوقیت ہے کہ)تم اللہ سے (اجر کی)ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

مناسبت اور شان نزول:

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے جہاد کی ترغیب کے لیے آیات نازل کی تھیں اسی کے ضمن میں جہاد کے دوران نماز پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے احکام نازل کیے‘ اس کے بعد پھر جہاد کی ترغیب دی اور فرمایا جہاد میں کفار کا پیچھا کرنے سے تم ہمت نہ ہارو اگر تم زخمی ہو گئے ہو تو کافر بھی تو زخمی ہو گئے ہیں‘ جب کہ تمہیں اپنے زخموں پر اللہ تعالیٰ سے جو اجر و ثواب کی امید ہے کافروں کے ہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے‘ اس آیت کے شان نزول میں یہ حدیث ہے:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہاڑ پر پہنچ گئے‘ ابو سفیان نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو جو زخم پہنچے ہیں وہ ہمارے زخموں کے بدلہ ہیں اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے‘ ایک دن ہمارا ہوتا ہے اور ایک دن تمہارا ہوتا ہے‘ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس کو جواب دو‘ آپ کے اصحاب نے کہا ہم اور تم برابر نہیں ہیں‘ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں‘ ابو سفیان

نے کہا ہمارا عزی ہے اور تمہارا عزی نہیں ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس سے کہو اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے' ابوسفیان نے کہا ہبل بلند ہو' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ اعلی اور اجل ہے' ابوسفیان نے کہا: ہماری اور تمہاری ملاقات بدر صغری میں ہوگی' اور مسلمانوں کو زخمی ہونے کے باوجود نیند آ گئی' اس موقع پر آل عمران کی آیت نازل ہوئی) (آیت) " ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ" (ال عمران: ۱٤۰) اور سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون (النساء: ۱۰٤)۔ ۱

یعنی اپنے دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری اور سستی نہ دکھلاؤ، اس لیے کہ اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انھیں بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہ تکلیف تمہارے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور مومنوں کو جنگ میں صبر کا زیادہ مظاہرہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ اللہ کی قربت اور اس کی جنت کی امید رکھتے ہیں، جس کی کافر امید نہیں رکھتے۔

اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ: یعنی اگر تم زخمی یا قتل ہوتے ہو تو وہ بھی تو اسی طرح زخمی اور قتل ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

(اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ)[آل عمران: ۱٤۰] "اگر تمہیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے۔" وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ: ارشاد فرمایا: (وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ)[آل عمران: ۱۳۹] " اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔" ارشاد فرمایا: (اَلَّذِيۡنَ

۱۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۵۸۔۳۵۷' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ)[آل عمران:۱۷۲] ”وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔“

ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ولا تھنوا“ سے مراد ہے تم کمزور نہ ہو جاؤ (دشمن کے مقابلہ میں)۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ ”ولا تھنوا فی ابتغاء القوم“ کہ تم دشمن کی قوم کی تلاش میں کمزور نہ ہو جاؤ۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ان تکونوا تالمون“ یعنی اگر تم کو دکھ پہنچے (اور فرمایا) ”وترجون من اللہ مالا یرجون“ یعنی تم خیر کی امید رکھتے ہو۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ تم دشمن کی تلاش میں کمزور نہ ہو جاؤ اگر تم کو دکھ پہنچا ہے تو ان کو بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا کہ تم کو درد و غم پہنچتا ہے اور تم اجر و ثواب کی امید رکھتے ہو جبکہ وہ امید نہیں رکھتے۔

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ دشمن کی تلاش میں کمزور نہ ہو جاؤ۔

اگر تم کو دکھ پہنچتا ہے زخموں سے تو ان کو بھی دکھ پہنچتا ہے جیسے تم کو دکھ پہنچتا ہے (اور فرمایا) ”وترجون من اللہ“ یعنی (تم اللہ سے امید رکھتے ہو) زندگی کی رزق کی شہادت کی اور دنیا میں کامیابی کی۔

۞ إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ
أَرٰىكَ اللّٰهُ ۗ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ لا وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۗ إِنَّ
اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ ج وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ
أَنْفُسَهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ لا يَّسْتَخْفُوْنَ
مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ
مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قف
فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ
وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ
اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهٗ
عَلٰى نَفْسِهٖ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً
أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ
یُّضِلُّوۡكَ ؕ وَمَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا یَضُرُّوۡنَكَ مِنۡ
شَیۡءٍ ؕ وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ
تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا ﴿۱۱۳﴾

(اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ جو بصیرت اللہ نے آپ کو دی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرسکیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔(۱۰۵) اور تم اللہ سے بخشش مانگو، بیشک اللہ بڑا ہی بخشنے والا، نہایت ہی مہربان ہے۔(۱۰۶) جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں آپ ان کی حمایت نہ کریں۔ بیشک اللہ پسند نہیں فرماتا کسی بھی ایسے شخص کو جو دھوکہ باز گناہ گار ہو۔(۱۰۷) یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ کر اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے وہ راضی نہیں۔ اور جو کچھ وہ

کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے۔(۱۰۸)خبردار تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے ہو ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا اللہ کے ساتھ ان کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کارساز۔(۱۰۹)اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت چاہے وہ اللہ کو پائے گا بخشنے والا مہربان ۔(۱۱۰)اور جو گناہ کرے اس کا بوجھ کرنے والے پر ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔(۱۱۱)اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ کرے پھر اس کا الزام کسی بے گناہ کے ذمے لگادے، تو وہ بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ اپنے اوپر لادلیتا ہے۔(۱۱۲) اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان کی ایک جماعت نے تمہیں بہکانے کا ارادہ کرہی لیا تھا۔اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ ہی کو اور یہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت اتاری اور تمہیں وہ سکھایا ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے۔(۱۱۳)

ربط آیات:

اللہ تعالیٰ نے چند آیتیں پہلے منافقین کے احوال اور ان کے احکام بیان فرمائے تھے‘اس کے بعد کفار

سے جہاد کرنے کی ترغیب میں آیتیں نازل فرمائیں اور اس ضمن میں یہ فرمایا کہ اگر کسی نے کسی مسلمان یا ذمی کو خطاء قتل کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے اور جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے' پھر اسی سلسلہ میں نماز خوف اور حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ہدایت دی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر منافقوں کے ذکر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا منافق یہ چاہتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے خلاف اور باطل کے موافق فیصلہ کرنے پر ابھاریں' اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مطلع فرمایا کہ منافقوں کا موقف باطل ہے' اور اس مقدمہ میں یہودی حق پر ہیں آپ منافقوں کے قول اور قسموں کی طرف توجہ نہ کریں۔

دوسری وجہ مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے' لیکن ان کے خلاف جہاد کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ساتھ بے انصافی کی جائے' بلکہ واجب یہ ہے کہ اگر ان کا موقف صحیح ہو تو ان کے حق میں فیصلہ کیا جائے اور اگر ان کا موقف غلط ہو تو ان کے خلاف کیا جائے اور کسی شخص کے ظاہری اسلام کی وجہ سے کسی کافر کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے۔

شان نزول: (آیت) "انا انزلنا الیک"

امام ترمذیؒ اور حاکمؒ وغیرہ نے قتادہ بن نعمانؓ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں سے ایک گھرانے کو بنو ابیرق کہا جاتا تھا، یعنی بشر، بشیر، مبشر، مگر بشیر منافق آدمی تھا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجو میں خود اشعار کہتا اور پھر اہل عرب میں سے کسی اور کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور پھر کہتا کہ فلاں نے ایسا کہا ہے۔

صحابہ کرامؓ جب اس کے شعر کو سنتے تو فرماتے اللہ کی قسم اس خبیث کے سوا یہ شعر کسی اور کا نہیں ہو سکتا اور

یہ گھرانہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں غربت اور فاقہ مستی والا تھا اور لوگوں کی اس تنگی کے زمانہ میں خوراک جو اور کھجوریں تھیں، چنانچہ میرے چچا رفاعۃ بن زید نے ایک آٹے کی بوری خریدی اور اس کو ایک کمرہ میں رکھ دیا، جہاں ہتھیار، زرہ اور تلوار وغیرہ بھی رکھی ہوئی تھی تو کسی نے نیچے کی جانب سے اس کمرہ میں نقب لگائی اور وہ کھانا اور ہتھیار چرا کر لے گیا، جب صبح ہوئی تو میرے چچا رفاعۃ پریشانی کے عالم میں میرے پاس آئے اور بولے بھتیجے اس رات تو ہم پر کسی نے بہت ظلم کیا ہے کوئی ہمارے کمرے میں نقب لگا کر ہمارا کھانا اور ہتھیار لے گیا ہے، ہم نے گھر والوں سے اس کی تحقیق اور تلاش شروع کی، ہم سے کہا گیا کہ ہم نے بنو البیرق کو اس رات آگ روشن کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ہم نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا یعنی کہ وہ چور ہے اور اب ہم نے اس کو تمہارے کھانے پر دیکھا ہے۔

ہم گھر میں اس چیز کی تحقیق کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں بنو البیرق کہنے لگے کہ واللہ ہم لبید بن سہل کے اوپر چور ہونے کا گمان رکھتے ہیں اور لبید بن سہلؓ ہم لوگوں سے بہت نیک مسلمان شخص تھے، لبیدؓ نے جب یہ بات سنی تو انھوں نے اپنی تلوار سونت لی اور فرمایا اگر میں چوری کروں گا تو اللہ کی قسم میں اس تلوار سے اپنی گردن اڑا دوں گا، ورنہ اس چوری کے مسئلے کو میرے سامنے واضح بیان کر دیں تو وہ لوگ کہنے لگے آپ کو ہم نہیں کہہ رہے آپ ایسے شخص نہیں، چنانچہ ہم نے گھر میں اس چیز کی تحقیق کی، ہمیں اس قسم کا کوئی شک باقی نہیں رہا کہ وہ ایسے لوگ ہیں، میرے، چچا نے مجھ سے کہا، بھتیجے اگر تم رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس چیز کا تذکرہ کر دو تو اچھا ہو، چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے پڑوسی ظالم ہیں، انھوں نے میرے چچا کے کمرہ میں نقب لگائی اور ہتھیار اور کھانا لے گئے بہتر ہے کہ وہ ہمارے ہتھیار واپس کر دیں، کھانے کی تو کوئی بات نہیں رسول

اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، اچھا میں اس کی تحقیق کرتا ہوں، بنوالبیرق نے جب یہ سنا تو ان میں سے ایک شخص اسیر بن عروہ نامی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور آپ سے اس چیز کے بارے میں گفتگو کی، اس بارے میں گھر والوں میں سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور بولے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتادہ اور اس کے چچا نے ہمارے گھر والوں کو جو جو مسلمان اور نیک آدمی ہیں، بغیر گواہ اور ثبوت کے چوری کا الزام لگانے کا ارادہ کیا ہے؟

قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا مسلمان اور نیک گھرانے پر بغیر گواہ اور ثبوت کے تم نے چوری کی تہمت لگانے کا ارادہ کیا ہے یہ سن کر میں واپس آیا اور اپنے چچا کو آکر اس چیز سے مطلع کیا، چچا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے ہمیں اس پر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اتنے میں قرآن کریم کی "انا انزلنا"۔ سے اخیر تک یہ آیات نازل ہو گئیں یعنی آپ بنوالبیرق کے حمایتی نہ بنیے اور قتادہؓ سے جو کچھ آپ نے فرمایا اس پر استغفار کیجیے۔

امام ابن جریرؒ، طبریؒ نے عکرمہؒ کی روایت سے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک انصاری نے طعمہ بن ابیرق (یہ منافق تھا) کی کوٹھڑی (گودام' حفاظت کے لیے سامان رکھنے کی جگہ) میں کچھ سامان رکھوایا اس سامان میں ایک زرہ بھی تھی پھر وہ انصاری کہیں چلا گیا' جب وہ انصاری واپس آیا اور اس کوٹھڑی (سٹور) کو کھولا تو اس میں وہ زرہ نہیں تھی اس نے طعمہ بن ابیرق سے اس کے متعلق سوال کیا اس نے زید بن السمین نام کے ایک یہودی پر اس کی تہمت لگا دی' اس انصاری نے طعمہ سے ہی اپنی زرہ کا مطالبہ کیا' جب طعمہ کی قوم نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئی اور یہ چاہا کہ آپ طعمہ کو اس الزام سے بری کر دیں' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں' اور بالآخر طعمہ بن ابیرق

مشرکوں سے جاملا۔ (۱)

ان آیات میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ یہ لوگ مقدمات میں مجرم کی حمایت کرتے تھے۔ اس کو بری کرانے کے لیے بحث و مباحثہ کرتے تھے، راتوں کو ایسی باتوں کا مشورہ کرتے تھے جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، خود جرم کرتے تھے اور اس جرم کی تہمت کسی اور پر لگا کر اپنے آپ کو بری ٹھہراتے تھے اور غلط وکالت کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے غلط فیصلہ کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی ان تمام کاوشوں اور سازشوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تمام مومنوں کو ہوشیار کر دیا اور مقدمات کے فیصلہ کے سلسلہ میں راہنمائی فرمائی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی حق کے پوشیدہ رہ جانے اور اس سے ادھر ادھر ہو جانے کا مرحلہ آ جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ اسے متنبہ فرما دیتا اور اس کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ (وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا) اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو، جنھوں نے محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت کی بنا پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ: سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آواز سنی تو آپ حجرے سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: ”میں بھی ایک بشر ہوں، اس لیے جب

۱۔ (جامع البیان جزء ۵ ص ۳٦٦، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱٤۱٥ھ)

میرے پاس کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی نسبت زیادہ اچھے طریقے سے پیش کرے اور میں اسے سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو جسے میں فیصلہ کر کے کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے، وہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔“ [۱]

سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ دو انصاری رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دراصل وہ آپ سے اپنی اس میراث کے بارے میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے جس (کی حد بندی) کے نشانات مٹ چکے تھے اور دونوں کے پاس کوئی گواہی بھی نہیں تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بلاشبہ تم اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں تو صرف ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی نسبت اپنی بات زیادہ چرب زبانی سے پیش کرسکیں، لیکن میں تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو میں سنتا ہوں، لہٰذا اگر میں نے فیصلہ کرتے ہوئے کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے دیا تو وہ اسے نہ لے، کیونکہ یہ تو میں اسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہوگا۔“ یہ ارشاد نبوی سن کر دونوں انصاری رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میرا حق بھی میرے بھائی کے لیے ہے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سنو! جب تم نے یہ بات کہی ہے تو جاؤ اور اسے آپس میں تقسیم کرلو، صرف اپنے اپنے حق کی جستجو کرو اور قرعہ ڈال لو، پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی (کے حقوق) سے بری الذمہ ہوجائے۔“ [۲]

۱۔[بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ: ۲۴۵۸۔ مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب بیان أن حکم الحاکم لایغیر الباطن: ۱۷۱۳/۵
]

۲۔[مسند أحمد: ۳۲۰/۶، ح: ۲۶۷۷۳۔ أبوداؤد، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی إذا أخطأ: ۳۵۸۴]

مجرم کی حمایت کرنا بھی جرم ہے

سعید وابن جبیر وابن المنذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک آدمی نے طعمہ بن ابیرق کو بیٹھک حوالہ کی اس میں ایک زرہ تھی وہ غائب ہوگئی جب انصاری آیا اور اس نے اپنی بیٹھک کو کھولا تو اس میں زرہ کو نہ پایا اس نے طعمہ بن ابیرق سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک یہودی کو تہمت لگادی جس کو زید بن السمین کہا جاتا تھا زرہ کے مالک نے اپنی زرہ کے بدلہ میں طعمہ کو پکڑ لیا جب اس کی قوم نے دیکھا تو وہ لوگ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور ان سے بات کی تا کہ طعمہ سے (الزام کو) دور کردیں آپ نے اس کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت" انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس" سے لے کر" ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم" خیانت کرنے والوں سے مراد طعمہ بن ابیرق اور اس کی قوم ہے (پھر فرمایا)" ھانتم ھؤلاء جدلتم" سے لے کر" یکون علیھم وکیلا" وکیل سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کی قوم ہے" ثم یرم بہ بریئا" یعنی زید بن السمین" فقد احتمل بھتانا" طعمہ بن ابیرق بہتان لگانے والا" ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ" محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے" لھمت طائفۃ" طعمہ کی قوم" لا خیر فی کثیر" عام لوگوں کے لیے" ومن یشاقق الرسول" یعنی جب طعمہ بن ابیرق کے بارے میں یہ قرآن نازل ہوا تو وہ قریش سے مل گیا اور اپنے دین سے لوٹ گیا۔

پھر اس نے حجاج بن علاط بہری کی بیٹھک میں چوری کا ارادہ کیا اس میں نقب لگائی ایک پتھر اس پر گر پڑا جس سے وہ پھنس گیا جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کو مکہ سے نکال دیا وہاں سے نکلا تو قضاعہ کے ایک قافلہ کو ملا اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں اس نے اس کو سوار کرلیا جب

رات چھا گئی تو اس کی چوری کر کے بھاگ گیا وہ لوگ اس کی طلب میں نکلے تو اس کو پا لیا اس کو پتھروں سے اس قدر مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا یہ ساری آیات اس کے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ" تک۔

ہر فیصلہ قرآن کے مطابق ہو

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت انصار کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی اس نے ایک زرہ کسی کے پاس امانت رکھی تو اس نے اس کے مالک کو دینے سے انکار کر دیا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ لوگ اس کے پیچھے ہو لیے تو اس سے اس کی قوم غضب ناک ہوئی اور قوم والے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر کہنے لگے ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کو خائن قرار دیا حالانکہ وہ امانتدار مسلمان ہے آپ اس کی طرف سے صفائی بیان کریں اور اس سے الزام کو رفو فرمائیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوئے اس کی صفائی بیان فرمائی اور اس کو جھوٹ سے بری فرمایا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ خیال فرما رہے تھے کہ وہ بری ہے اور اس پر جھوٹا الزام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو صحیح بیان فرماتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک اللہ" سے لے کر "ام من یکون علیھم وکیلا" تک جب اس کی خیانت کو بیان فرمایا تو وہ مکہ کے مشرکین سے مل گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا تو اس کے بارے میں نازل ہوا لفظ آیت "ومن یشاقق الرسول" سے لے کر "وساءت مصیرا" تک۔

ابن ابی حاتمؒ نے عطیہ عوفیؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی جس کو طعمہ بن ابیرق کہا جاتا تھا اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں ایک زرہ چوری کی یہ بات نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچائی

گئی تو اس نے ایک دوسرے آدمی کے گھر میں ڈال دی پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چلو اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس میری معذرت کرو کیونکہ فلاں کے گھر سے یہ زرہ پائی گئی یہ لوگ معذرت کرنے کے لیے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری "ومن یکسب خطیءۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا" یعنی دوسرے آدمی کو اس کا بہتان لگانا۔

عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہؓ سے "ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم" کے بارے میں روایت کیا کہ انصار میں سے ایک آدمی نے اپنے چچا کی زرہ چوری کرلی اور ایک یہودی پر اس کی تہمت لگادی جوان کے پاس آتا جاتا رہتا تھا یہ اس کی قوم نے اس کی حمایت کی کہ گویا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی برات کی پھر وہ مشرکوں کے علاقوں میں چلا گیا (یعنی مکہ چلا گیا) تو اس بارے میں نازل ہوئی "ومن یشاقق الرسول"۔

یعنی آپ ان کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں یہ اسیر بن عروہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ پہلے گزرا ہے، المجادلۃ کا معنی مخاصمہ (جھگڑنا) ہے، یہ جدل سے مشتق ہے اس کا معنی کسی چیز کو بٹنا ہے اسی سے "مجدول الخلق"۔ مضبوط اور لطیف جسم والا ہے اسی سے ہے الاجدل شکرے کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا: یہ الجدالۃ سے مشتق ہے اور یہ زمین کی سطح ہے جھگڑنے والوں میں سے ہر ایک اپنے مخالف کو زمین کی سطح پر پھینکنا چاہتا ہے۔

الجدالہ سے مراد زمین ہے اسے عربوں کا قول ہے ترکتہ مجدلا یعنی زمین پر ڈالا ہوا چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "ان اللہ لا یحب"۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا اور اس کا ذکر بلند نہیں کرتا، (آیت) "من کان خوانا"۔ خود خیانت کرنے والا ہے، خوانا مبالغہ کا وزن ذکر فرمایا ہے یہ

صیغہ اس لیے ذکر فرمایا تا کہ اس خیانت کی بڑائی کا ذکر ہو۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اپنی رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا لفظ آیت "لتحکم بین الناس بما ارک اللہ" یہ نہیں فرمایا۔

ابن المنذرؒ نے عمرو بن دینارؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے فرمایا لفظ آیت "بما ارک اللہ" آپ نے فرمایا رک جا یہ الفاظ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے خاص ہیں۔

ابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے عطیہ عوفیؒ سے روایت کیا کہ "لتحکم بین الناس بما ارک اللہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اپنی کتاب میں دکھایا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مالک بن انسؒ کے طریق سے ربیعہؒ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور اس میں سنت کے لیے جگہ رکھی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سنت قائم فرمائی اور رائے کے لیے ایک جگہ اس میں چھوڑ دی۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابن مصیبؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو امام مالکؒ نے فرمایا جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں جو قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے وہ واجب اور صحیح ہے۔ اور وہ فیصلہ جسے ظالم اپنے اجتہاد سے کرتا ہے جس کی پہلی مثال نہیں ہوتی امید ہے وہ درست ہو۔ تیسرا فیصلہ وہ ہے جو جاہل کی طرف سے تکلف ہے اس کے غلط ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "لتحکم بین الناس بما ارک اللہ" یعنی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بیان فرمایا۔

ابن ابی حاتمؒ نے مطرفؒ سے روایت کیا کہ "لتحکم بین الناس بما ارک اللہ" یعنی بینات اور شہود کے ذریعہ ہے۔

عبد بن حمید وابن ابی حاتمؒ نے ابن مسعودؓ سے موقوف اور مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے لوگوں کے سامنے ایسی نماز پڑھتا ہے کہ اس جیسی اکیلے نہیں پڑھتا تو یہ استہانت ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے رب کی توہین کرتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ لفظ آیت "یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم"۔

ضحاکؒ نے کہا: جب اس نے چوری کی تو اس نے اپنے گھر میں ایک گڑھا کھودا اور زرہ کو پرنالے کے نیچے رکھ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی (آیت) "یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ"۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر زرہ کی جگہ مخفی نہیں ہے۔

(آیت) "وھو معھم"۔ یعنی وہ ان کو تاڑنے والا اور ان پر نگہبان ہے۔ بعض نے فرمایا (آیت) "یستخفون من الناس" کا معنی ہے وہ لوگوں سے چھپتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "ومن ھو مستخف بالیل"۔ (الرعد: ۱۰) یعنی وہ چھپنے والا ہے، بعض نے فرمایا: اس کا معنی ہے وہ لوگوں سے حیا کرتے ہیں یہ اس لیے، کیونکہ حیا کرنا چھپنے کا سبب ہے۔ (آیت) "وھو معھم" یعنی علم، رویت، اور سمع کے اعتبار سے وہ ان کے ساتھ ہے، اہل سنت کا قول ہے، جہمیۃ، قدریہ اور معتزلہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، انھوں نے اس آیت سے اور اس کی مثل دوسری آیات سے استدلال کیا ہے، انھوں نے کہا: جب فرمایا (آیت) "وھو معھم" تو ثابت ہوا کہ وہ ہر جگہ ہے، کیونکہ اس نے اس کے ساتھ ہونا ثابت کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے قول سے بلند و بالا ہے، کیونکہ یہ اجسام کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، کیا

آپ نے بشر (بن غیاث) کے مناظرہ کو اللہ تعالیٰ کے قول: (آیت) "ما یکون من نجوی ثلثۃ الاھو رابعھم "۔(المجادلہ: ۷) میں ملاحظہ نہیں کیا جب اس نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہے، تو اس کے مقابل نے اسے کہا: وہ تیری ٹوپی میں، تیری پوستین میں اور تیرے گدھے کے پیٹ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بلندو بالا ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں، یہ وکیعؒ نے حکایت کیا ہے۔

(آیت) "یبیتون" کا معنی یقولون ہے، یہ معنی کلبی نے ابو صالحؒ سے انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، (آیت) "مالا یرضی"۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کو اپنے اہل اطاعت کے لیے پسند نہیں کرتا، (آیت) "من القول"۔ رائے اور اعتقاد میں سے، جیسے قول ہے مذہب امام مالکؒ و امام شافعیؒ، بعض نے فرمایا: القول"۔ بمعنی مقول ہے کیونکہ نفس قول کا تو، رات کو مشورہ نہیں کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "ھانتم ھؤلآء" اس سے بشیر چور کی قوم ہے جو اسے بھگا کر لے گئے تھے اور اس کی طرف سے جھگڑے تھے، زجاج نے کہا: (آیت) "ھؤلآء بمعنی الذین ہے۔ [1]

جدلتھم کا معنی ہے تم جھگڑے۔ (آیت) "فی الحیوۃ الدنیا، فمن یجادل اللہ عنھم یوم القیمۃ"۔ استفہام ہے اس کا معنی انکار اور توبیخ ہے۔ (آیت) "ام من یکون علیھم وکیلا"۔ وکیل وہ ہوتا ہے جو امور کی تدبیر کو قائم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تدبیر کو قائم کرنے والا ہے معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انھیں اپنے عذاب کے ساتھ گرفت میں لے لے گا اور انھیں دوزخ کی آگ میں داخل کر دے گا تو کوئی ان کے معاملہ کو قائم کرنے والا نہ ہوگا۔

عبد بن حمیدؒ نے حذیفہؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ مگر یہ الفاظ زائد ہیں کہ وہ اس بات سے نہیں

۱۔(زادالمسیر فی علم التفسیر جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

شرماتا کہ لوگ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زیادہ مرتبہ والے ہیں۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے ابوزرینؒ سے روایت کیا کہ "اذ یبیتون" سے مراد ہے "اذ یولفون" یعنی وہ ناپسندیدہ مشورے کرتے ہیں۔

وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا: یعنی جو حمایت آپ نے کی اس کی مغفرت طلب کریں۔ مفسرین نے ایک معنی یہ بھی کیا ہے کہ ان گناہ گاروں کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات قاضی ایک فریق کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ دے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح نہیں ہو جائے گا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میں ایک انسان ہی ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں، ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار ہو اور میں یقین کر لوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ وہ حق پر نہ ہو) پس جس شخص کے لیے بھی میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، یہ اس کی مرضی ہے کہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔"[۱]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بنی ابیرق پر اس آیت کے ساتھ توبہ پیش فرمائی۔ (آیت) "ومن یعمل سوءا"۔ یعنی جو چوری کر بیٹھے (آیت) "او یظلم نفسہ"۔ یا شرک کر بیٹھے۔ (آیت) "ثم یستغفر اللہ" پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، زبان سے استغفار بغیر توبہ کے نفع مند نہیں، ہم نے یہ مسئلہ سورہ آل عمران میں بیان کر دیا ہے، ضحاکؒ نے کہا: یہ آیت وحشیؓ کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت

۱۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب من قضی لہ بحق أخیہ فلا یأخذہ۔۔الخ: ۷۱۸۱]

حمزہ ؓ کا قاتل تھا اس نے للہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا اور حضرت حمزہ ؓ کو قتل کیا تھا پھر وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا: میں شرمندہ ہوں، کیا میرے لیے توبہ ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی :(آیت) "ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ"۔الایہ بعض علماء نے فرمایا: اس آیت سے مراد عموم ہے اور تمام مخلوق کو شامل ہے، سفیان ؒ نے ابو اسحاق ؒ سے انھوں نے اسود اور علقمہ ؒ سے روایت کی ہے ان دونوں حضرات نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: جس نے سورہ نساء کی یہ دو آیتیں پڑھیں پھر استغفار کیا تو اس کی بخشش کردی جائے گی۔

ابن جریر وابن المنذر ؒ نے علی ؓ کے طریق سے ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ "ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے حلم کی اپنے عفو کی اور اپنے کرم کی اور اپنی رحمت اور اپنی مغفرت کے وسیع ہونے کی خبر دی ہے جو شخص چھوٹا گناہ کرے یا بڑا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ کو غفور اور رحیم پائے گا اگرچہ اس کے گناہ آسمان زمین اور پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں۔

ابن جریر وعبد بن حمید وطبرانی وبیہقی ؒ نے شعب الایمان میں ایمان مسعود ؓ سے روایت کیا کہ بنو اسرائیل میں سے جب کوئی گناہ کرلیتا تھا تو صبح کو اس کے دروازے پر اس کا کفارہ لکھا ہوتا تھا۔اور جب اس کو پیشاب میں سے کچھ لگ جاتا تھا تو اس کو قینچی سے کاٹتے تھے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بڑی بھلائی عطا فرمائی ہے۔ابن مسعود ؓ نے فرمایا جو کچھ تم کو دیا گیا وہ بہتر ہے جو ان کو دیا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پانی کو پاک بنایا اور فرمایا "ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما"۔

عبد بن حمیدؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص سورت نساء میں ان دو آیتوں کو پڑھے پھر استغفار کرے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے وہ دو آیات ہیں" ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما" اور فرمایا" ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول"۔

ابن جریرؒ نے حبیب بن ابی ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت عبداللہ بن مغفل کے پاس آئی اور ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھا جس نے بدکاری کی اور حمل والی ہوگئی جب اس نے بچہ جنا تو اس کو قتل کر دیا انھوں نے فرمایا اس کے لیے آگ ہے وہ لوٹی اور رونے لگی انھوں نے اس کو بلایا اور فرمایا میں تیرے معاملے کو دو صورتوں میں سے ایک میں دیکھتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت" ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما" اس نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں اور چلی گئی۔

ابن ابی حاتم وابن السنیؒ نے عمل الیوم واللیلۃ میں وابن مردویہؒ نے علیؓ سے روایت کیا کہ میں نے ابو بکرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو آدمی کوئی گناہ کرے پھر وہ کھڑا ہو جائے اور اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھ لے اور اپنے گناہ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو معاف کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما"۔

ابو یعلی والطبرانی وابن مردویہؒ نے ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بیٹھتے اور آپ کے ارد گرد ہم بیٹھ جاتے اور آپ کو کوئی حاجت ہوتی تو آپ اس کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جب آپ واپس آنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی جوتیاں اپنی مجلس میں چھوڑ جاتے یا بعض ان لوگوں کے پاس جو اس پر مقرر ہوتے۔ ایک دفعہ آپ کھڑے ہوئے اور اپنی جوتیاں مبارک چھوڑ گئے اور آپ نے اپنی پانی کی چھاگل اٹھائی تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا کچھ دیر کے بعد آپ واپس لوٹے مگر

اپنی حاجت پوری نہیں فرمائی اور آپ نے فرمایا میرے رب سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا" ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما" میں نے ارادہ کیا کہ اپنے صحابہ کو بشارت دوں ابو درداءؓ نے عرض کیا اور لوگوں پر وہ بہت بھاری ہوا جو اس سے پہلے ہے یعنی" ومن یعمل سوءا" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ زنا کرے چوری کرے پھر اپنے رب سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے فرمایا ہاں میں نے دو مرتبہ عرض کیا آپ نے فرمایا ہاں میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا فرمایا ہاں عویمر کی ناک مٹی میں ملے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت)" ومن یکسب خطیئۃ او اثما"۔ بعض علماء نے فرمایا: (آیت)"خطیئۃ"۔ اور اثما دونوں کا ایک معنی ہے۔ لفظ کے اختلاف کی وجہ سے تاکیدا مکرر فرمایا، طبریؒ نے کہا: الخطئۃ اور الاثم کے درمیان فرق ہے، خطیئۃ کبھی ارادۃ ہوتی ہے اور کبھی بغیر ارادہ کے ہوتی ہے اور اثم عمدا ہوتا ہے۔ ۔۔۔ (۱)

بعض نے فرمایا: الخطیئۃ وہ ہوتی ہے جس میں ارادہ نہ ہو جیسے قتل خطا۔ بعض نے فرمایا: الخطیئۃ چھوٹا گناہ ہوتا ہے اور الاثم بڑا گناہ ہوتا ہے، اس آیت کا لفظ عام ہے اس کے تحت تمام لوگ شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت)" ثم یرم بہ بریئا"۔ البری کا اسم سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے، بہ کی ضمیر الاثم یا الخطیئۃ کے لیے، کیونکہ اس کا معنی بھی الاثم ہے یا دونوں کے لیے ہے۔

بعض نے فرمایا: یہ الکسب کی طرف راجع ہے، (آیت)" فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا"۔ یہ تشبیہ ہے، کیونکہ گناہ بوجھ اور ثقل ہوتے ہیں یہ محمولات کی طرح ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت)" ولیحملن

۱۔ (تفسیر طبری، جلد ۵، صفحہ ۳۱۹)

اثقالھم واثقالا مع اثقالھم"۔(العنکبوت:۱۳)

البھتان، البھت سے ہے، اس کا مطلب ہے تو اپنے بھائی پر کوئی تہمت لگائے جب کہ وہ اس سے بری ہو۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے"۔؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہے"۔ جو تو کہتا ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہ ہو اور تو اسے کہے تو وہ بہتان ہے۔ [۱]

ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتمؒ نے ابن سیرینؒ سے روایت کیا کہ "ثم یرم بریئا" یعنی یہودی پر (تہمت لگادی جو بری تھا)۔

ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلمک مالم تکن تعلم" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کا بیان سکھا دیا حلال اور حرام کو بیان فرمایا تا کہ حجت قائم کردیں اس کے ذریعہ اپنی مخلوق پر۔

ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر اور شر کا علم عطا فرمایا واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ"۔ لولا کے بعد سیبویہ کے نزدیک مبتدا مرفوع ہوتا ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے ظاہر نہیں ہوتی معنی یہ ہے کہ اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی کہ ہم نے تجھے حق پر آگاہ کیا، بعض نے فرمایا: نبوت اور عصمت عطا کر کے رحمت وفضل نہ کیا جاتا تو ایک گروہ نے تجھے حق سے ہٹانے کا قصد کرلیا تھا، کیونکہ سوال انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔ "صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، جلد ۲، صفحہ ۳۲۲)

وسلم) سے کہ ابن ابیرق کو تہمت سے بری کر دیں اور وہ تہمت یہودی پر ڈال دیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فضل فرمایا کہ انھیں اس واقعہ کی حقیقت پر آگاہ فرمایا اور اس کا علم عطا فرمایا: (آیت) " وما یضلون الا انفسم "۔ کیونکہ وہ گمراہوں جیسے اعمال کرتے تھے، ان کے اعمال کا وبال ان پر لوٹے گا، (آیت) " وما یضرونک من شیٔ "۔ کیونکہ آپ معصوم ہیں۔ (آیت) " وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ "۔ اس سے کلام کا آغاز ہو رہا ہے۔ بعض ہو رہا ہے، بعض نے فرمایا: واؤ حال کے لیے ہے جیسے تیرا قول ہے: جئتک والشّمس طالعۃ میں تیرے پاس آیا جب کہ سورج طلوع ہو چکا تھا اسی سے امرء القیس کا قول ہے: وقد اغتدری والطیر فی وکنا تھا: پس کلام متصل ہے یعنی وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے اس کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے (آیت) " والحکمۃ "۔

امام ابن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

اللہ نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے' ہدایت اور نصیحت ہے اور آپ پر حکمت نازل کی ہے۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ حلال' حرام' امر' نہی' دیگر احکام' وعد' وعید اور ماضی اور مستقبل کی خبریں' ان چیزوں کا کتاب میں اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور ان تمام چیزوں کی تفصیل ہم نے وحی خفی کے ذریعہ آپ پر نازل کی ہے اور یہی حکمت کو نازل کرنے کا معنی ہے اور جن تمام چیزوں کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے ہم نے ان سب کا علم آپ کو عطا فرمادیا' اس کا معنی ہے تمام اولین اور آخرین کی خبریں اور ما کان وما یکون پر آپ کو مطلع فرمادیا۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی ؒ متوفی ٦٠٦ لکھتے ہیں:

اس آیت کے دو محمل ہیں، ایک محمل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا اور آپ کو کتاب کے اسرار پر مطلع فرمایا اور ان کے حقائق سے واقف کیا جب کہ اس سے پہلے آپ کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا، اسی طرح اللہ آپ کو مستقبل میں بھی علم عطا فرمائے گا اور منافقین میں سے کوئی شخص آپ کو گمراہ کرنے اور بہکانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اولین کی خبروں کا علم عطا فرمایا، اسی طرح اللہ آپ کو منافقین کے مکر اور ان کے حیلوں کی خبر دے گا، پھر فرمایا یہ آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے، یہاں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا: (آیت) "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (الاسراء: ۸۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو قلیل فرمایا: (آیت) "قل متاع الدنیا قلیل" (النساء: ۷۷) اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو کچھ دیا اس کے متعلق فرمایا: (آیت) "وکان فضل اللہ علیک عظیما"۔ سو جس کے سامنے ساری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ [۱]

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلیؒ متوفی ۵۹۷ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) حضرت ان عباسؓ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وحی کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

(۲) مقاتلؒ نے کہا اس سے مراد حلال اور حرام کا علم ہے۔

(۳) ابوسلیمان دمشقیؒ نے کہا اس سے مراد کتاب کے معنی کا بیان اور دل میں صحیح اور نیک بات کا القا کرنا

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۲، البحر المحیط ج ٤ ص ٦٢، روح المعانی ج ٥ ص ١٤٤)

ہے۔

اور علمک مالم تکن تعلم کی تفسیر میں بھی تین قول ہیں:

(۱) حضرت ابن عباسؓ اور مقاتلؒ نے کہا اس سے مراد شریعت ہے۔

(۲) ابو سلیمانؒ نے کہا اس سے مراد اولین اور آخرین کی خبریں ہیں۔

(۳) اور ماوردیؒ نے کہا اس سے مراد کتاب اور حکمت ہے۔

اور (آیت) "وکان فضل اللہ علیک عظیما" کی تفسیر میں بھی تین قول ہیں:

(۱) ایمان عطا کرنے کا احسان۔

(۲) نبوت عطا کرنے کا احسان، یہ دونوں حضرت ابن عباسؓ کے قول ہیں۔

(۳) ابو سلیمان دمشقیؒ نے کہا اس سے مراد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام فضائل اور آپ کے تمام خصائص ہیں۔ [۱]

ماکان ومایکون" کے علم کے متعلق احادیث:

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن اخطبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمیں خطبہ دیا حتی کہ ظہر کا وقت آ گیا، پھر آپ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی، آپ نے پھر منبر کو زینت بخشی اور ہمیں خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے ہمیں ماکان ومایکون کی خبر دی سو ہم میں جس کا حافظہ زیادہ تھا اس کا علم زیادہ تھا۔ [۲]

۱۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۱۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱٤۰۷ھ)

۲۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۹۲)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آج رات میرا رب تبارک وتعالیٰ میرے پاس بہت حسین صورت میں آیا' یعنی خواب میں' اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں' آپ نے کہا پھر اللہ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھ دیا حتی کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی' سو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں کفارات میں۔ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آنے میں دیر کر دی حتی کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا' پھر آپ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے بہ آواز بلند فرمایا تم جس طرح بیٹھے ہو اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہو' پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں عنقریب تم سے بیان کروں گا کہ مجھے صبح آنے میں تاخیر کیوں ہو گئی' آپ نے فرمایا میں رات کو اٹھا اور میں نے وضوء کر کے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی' پھر مجھے نماز میں نیند آ گئی اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب لبیک' فرمایا مقرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب مجھے (از خود) علم نہیں' یہ مکالمہ تین بار ہوا' پھر میں

۱۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۲۳۴' مسند احمد ج۱' رقم الحدیث: ۳۴۸۴' مسند ابویعلیٰ' رقم الحدیث: ۲۶۰۸' الشریعۃ الآجری' رقم الحدیث: ۴۹۶) امام ترمذی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: پس میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۲۳۵)

نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں نے اس کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی، پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے جان لیا۔ (۱)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لیے اٹھا لیا میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے، اس کی طرف دیکھ رہا ہوں، جس طرح میں اپنی ان دو ہتھیلیوں کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ (۲)

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾﴾

ان کی اکثر سرگوشیاں خیر سے خالی ہیں۔ سوائے اس کے جو صدقہ کا یا نیک بات کا، یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے یہ کرے اسے ہم یقیناً اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

۱۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۴٦، مسند احمد ج ۸، رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

۲۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور ضعف کثیر کے باوجود اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، حلیۃ الاولیاء: ج ٦ ص ۱۰۱)

منافق لوگ جو راتوں کو الگ بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں، وہ اکثر اوقات بری باتیں ہی سوچتے ہیں، جو خیر سے خالی ہوتی ہیں، کیونکہ بھلائی کی اور صاف ستھری بات کو چھپانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ البتہ کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جو چھپا کر کرنا بہتر ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی کو صدقہ دے تو چھپا کر دے، تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو، یا صدقہ دینے سے متعلق الگ مشورہ کرنا بھی اچھا کام ہے۔ اسی طرح بھلائی کے کاموں اور بالخصوص لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے متعلق اگر خفیہ مشورہ بھی کیا جائے تو یہ بھی ایک نیکی کا کام ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ ان امور میں سے تو کسی بات کا مشورہ نہیں کرتے، وہ ایسے مشورے کرتے ہیں جن سے شر پیدا ہو اور دوسروں کو نقصان پہنچے اور جو شخص مذکورہ بالا بھلائی کے امور سے متعلق محض اللہ کی رضا کے لیے مشورہ کرے تو یہ بڑے نیکی کے کام ہیں۔

اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ: صدقہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے، صدقہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ تعریف کی ہے اور ان کے اجر و ثواب کا تذکرہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: (اِنَّ الۡمُصَّدِّقِيۡنَ وَالۡمُصَّدِّقٰتِ وَاَقۡرَضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمۡ وَلَهُمۡ اَجۡرٌ كَرِيۡمٌ) [الحدید:۱۸] ”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“ اور فرمایا: (اِنَّ الۡمُسۡلِمِيۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ وَالۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيۡنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيۡنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالۡخٰشِعِيۡنَ وَالۡخٰشِعٰتِ وَالۡمُتَصَدِّقِيۡنَ وَالۡمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيۡنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالۡحٰفِظِيۡنَ فُرُوۡجَهُمۡ وَالۡحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيۡنَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا) [الاحزاب:۳۵] ”بیشک مسلم

مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمان بردار مرد اور فرمان بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

سیدنا عدی بن حاتم ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جہنم سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔" [1]

اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ: معروف ہر نیک کام کو کہتے ہیں اور یہ کام اس امت کی صفات میں سے ایک صفت ہے، ارشاد فرمایا: (كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ)[آل عمران:۱۱۰] "تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" اور فرمایا: (وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ)[التوبۃ:۷۱] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ:۱۴۱۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ:۱۰۱۶]

اورزکوۃ دیتے ہیں اوراللہ اوراس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پراللہ ضروررحم کرے گا، بیشک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" اور فرمایا: (اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ)[التوبۃ:۱۱۲]"(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے،حمد کرنے والے،روزہ رکھنے والے،رکوع کرنے والے،سجدہ کرنے والے،نیکی کاحکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اوران مومنوں کوخوش خبری دے دیں۔"

سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:"کسی نیک کام کوحقیر اور معمولی نہ سمجھو،خواہ اپنے بھائی سے کھلے چہرے سے بات کرنا ہی کیوں نہ ہو۔"(۱)

اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ : کا لفظ مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے اختلافات ختم کرنے کوشامل ہے۔لوگوں کے درمیان صلح کروانا بھی بہت اجر وثواب کا باعث ہے، ارشادفرمایا:(فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ)[الانفال:۱]"سو اللہ سےڈرواوراپنے آپس کے تعلقات درست کرواوراللہ اوراس کے رسول کاحکم مانو،اگرتم مومن ہو۔"

اور فرمایا: (وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

۱۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء:۲۶۲۶]

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ)[الحجرات:٩، ١٠] ”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“ اور فرمایا: (وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ)[البقرة:٢٢٤] ”اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ، (اس سے بچنے کے لیے) کہ تم نیکی کرو اور (گناہ سے) بچو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو، اور سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدہ ام کلثوم ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے: ”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتا ہے، پس وہ اس کام کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھاتا ہے، یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہتا ہے۔“ [1]

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں، ان میں سے ایک دوسرے سے قرضے میں کمی اور کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا، اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس باہر تشریف لائے اور پوچھا: ”وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟“ وہ شخص بولا کہ میں ہوں

١۔ [بخاري، كتاب الصلح، باب ليس الكاذب الذي ۔۔ الخ: ٢٦٩٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه: ٢٦٠٥]

اے اللہ کے رسول! (اور ساتھ ہی اس نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا) اور اسے (ان دونوں میں سے) اس چیز کا اختیار ہے جسے وہ پسند کرے (یعنی قرض میں کچھ کمی کرا لے یا مہلت لے لے)۔ [١]

نیکی کے کام کیلئے مشورہ کرنا باعث اجر ہے

مسلم و بیہقیؒ نے ابن شریح خداعیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور دن آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔

بخاری و بیہقیؒ نے سہل بن سعدؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص مجھ کو ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

بخاریؒ نے ادب میں بیہقیؒ نے سہل بن سعدؓ سے اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب سے زیادہ جو چیزیں لوگوں کو جہنم میں داخل کریں گی وہ دو جوف ہیں ایک منہ اور دوسری شرم گاہ۔

مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و بیہقیؒ نے سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے ایسے کام کا حکم فرمایئے جس کو اس حالت اسلام میں مضبوطی سے پکڑ لوں آپ نے فرمایا تو کہہ دے کہ میں اللہ کے ساتھ ایمان لے آیا پھر اس پر پکا ہو جا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی چیز زیادہ خوف والی ہے کہ جس کا آپ مجھ پر خوف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس سے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی زبان کو اس کے کنارہ سے پکڑا (کہ اس زبان

١۔ [بخاری، کتاب الصلح، باب ھل یشیر الامام بالصلح ؟: ٢٧٠٥۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین: ١٥٥٧]

سے میں زیادہ تم پر خوف کرتا ہوں)۔

البیہقی ؒ نے ابو عمرو الشیبانی ؒ سے روایت کیا کہ مجھ کو اس گھر کے مالک یعنی عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر ادا کرنا میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا عمل ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اپنی زبان سے لوگوں کو سلامت رکھ پھر میں چپ ہو گیا اگر میں اس کو زیادہ کرتا ہوں تو آپ بھی میرے لیے زیادہ فرماتے ہیں۔

ترمذی اور بیہقی ؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کس چیز میں نجات ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور اپنی خطاؤں پر رویا کر۔

بیہقی ؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابوذرؓ سے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں دو ایسی چیزوں کے بارے میں جو دوسری کی نسبت زبان پر بڑی ہلکی اور میزان میں بڑی بھاری ہیں؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں ضرور بتایئے آپ نے فرمایا لازم پکڑ اچھے اخلاق کو اور لمبی خاموشی کو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے مخلوقات کا علم ان کی مثل نہیں۔

بیہقی ؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا میں تجھ کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تیرے ہر کام کو مزین کر دے گا میں نے عرض

کیا اور زیادہ کیجئے فرمایا قرآن کی تلاوت کو اور اللہ کے ذکر کو لازم پکڑ کیونکہ یہ تیرے لیے ذکر ہوگا آسمان میں اور نور ہوگا تیرے لیے زمین میں، میں نے عرض کیا اور زیادہ کیجئے آپ نے فرمایا لمبی خاموشی کو لازم پکڑ کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی ہے اور تیری مدد کرنے والی ہے۔ تیرے دین کے کاموں میں میں نے عرض کیا اور زیادہ کیجئے آپ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچ کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اس سے چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے میں نے عرض کیا اور زیادہ کیجئے آپ نے فرمایا حق بات کہے اگرچہ کڑوی ہو میں نے کہا اور زیادہ کیجئے آپ نے فرمایا اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر۔ میں نے کہا اور زیادہ کیجئے آپ نے فرمایا تجھے روک دے لوگوں سے وہ چیز جو تو اپنی ذات کے بارے میں جانتا ہے۔

علم کے مطابق عمل کرنے والوں کے لیے بشارت

بیہقیؒ نے رکب مصریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے علم کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اپنے مال میں سے زیادہ مال کو خرچ کر دیتا ہے اور اپنی بات میں زیادہ بات کرنے سے رک جاتا ہے۔

ترمذی وبیہقیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو جسم میں سے ہر چیز زبان کو لعنت (یعنی معذرت) کرتے ہوئے کہتی ہے ہم تجھ کو اللہ کی طرح قسم دیتے ہیں کہ اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

احمدؒ نے الزھد میں والنسائی وبیہقیؒ نے زید بن اسلمؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمر

بن خطاب ؓ، ابوبکرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے انھوں نے فرمایا اسی نے ہی مجھ کو گھاٹیوں کے راستوں پر ڈالا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جسم میں کوئی حصہ ایسا نہیں جو زبان کی تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو۔

بیہقیؒ نے ابوجحیفہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے نزدیک کون سے اعمال افضل ہیں؟ لوگ خاموش رہے کسی نے جواب نہیں دیا پھر فرمایا وہ زبان کی حفاظت ہے۔

بیہقیؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آدمی کا خاموش رہنا افضل ہے ساٹھ سال کی عبادت سے۔

بیہقیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ غزوہ تبوک میں تھے لوگوں کو شدید آندھی نے آلیا۔ (یعنی اتنے زور کی ہوا چلی) کہ لوگ بکھر گئے میں نے آنکھ کھولی تو اچانک میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہوں میں نے دل میں کہا کہ آج میں اس تنہائی کو ضرور غنیمت جانوں گا (اور اس سے فائدہ اٹھاؤں گا) میں آپ سے قریب ہو گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت کے قریب کر دے یا فرمایا جو جنت میں داخل کر دے اور مجھے آگ سے دور کر دے۔ آپ نے فرمایا تو نے بڑا سوال کیا اور اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اور فرض نمازوں کو ادا کر اور فرض زکوۃ کو ادا کر اور بیت اللہ کا حج کر اور رمضان کے روزے رکھ اور تو چاہے تو میں تجھ کو خیر کے دروازوں کے بارے میں بتاؤں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے آپ نے فرمایا روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور کسی بندے کا آدھی رات کو

قیام کرنا (یعنی تہجد پڑھنا) اللہ کی رضا کا باعث ہوتا ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "تتجافی جنوبھم عن المضاجع" (السجدہ آیت ۱۶) پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میں تجھ کو ہر کام کا سردار اور اس کا ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی کے بارے میں بتاؤں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے آپ نے فرمایا ہر کام کا سردار اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور ان کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں تجھ کو بتاؤں انسانوں کے اعضاء میں سے کونسا عضو اس کا مالک ہے میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں یا رسول اللہ آپ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا میں نے عرض کیا ہم پکڑے جائیں گے ہر اس بات سے جو ہم بولتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے اے معاذ! لوگ اپنی زبانوں کے کاٹنے کی وجہ سے جہنم میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے اور جو تو بات کرتا ہے وہ تجھ پر وبال ہے تیرے لیے (اجر وثواب) ہے۔

بیہقیؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے جو پہلے لوگ تھے وہ قرآن مجید کی تلاوت اور لفظ آیت "امر بالمعروف نھی عن المنکر" اور زندگی کی ضروری بات کے علاوہ ہر بات کو فضول شمار کرتے تھے اور اس بات کو یاد رکھو کہ تم پر حفاظت کرنے والے ہیں یعنی "کراما کاتبین" (اور) "عن الیمین وعن الشمال قعید (۱۷) مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید" کیا تم سے کوئی اس بات سے نہیں شرمائے گا کہ اس کا اعمال نامہ (لوگوں میں) پھیلا دیا جائے جو اس کے دن کے شروع میں لکھا گیا اور اس میں کوئی چیز آخرت کے کام میں سے نہ ہو۔

ابن سعدؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔

احمدؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہوتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل درست نہیں ہوتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اور جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک اس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

عبداللہ بن احمدؒ نے زوائدالزھد میں والحکیم الترمذیؒ نے نوادرالاصول میں ابودرداءؓ سے روایت کیا کہ مومن کے اندر اس کی زبان سے بڑھ کر کوئی ٹکڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں کہ اس کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور کافر کے اندر اس کی زبان سے بڑھ کر کوئی ٹکڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مبغوض نہیں کہ اس کے ذریعہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

احمدؒ نے الزھد میں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا کہ بے مقصد بات نہ کر اور اپنی زبان کی اس طرح حفاظت کر جیسے تو اپنے درہموں کی حفاظت کرتا ہے۔

ابن ابی شیبہ واحمدؒ نے الزھد میں سلمان فارسیؓ سے روایت کیا اکثر لوگوں کے گناہ اللہ کی نافرمانی میں زیادہ باتیں کرنا ہے۔

احمدؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ اکثر لوگوں کے گناہ باطل میں زیادہ گھسنے سے ہیں۔

احمدؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں زمین پر کوئی چیز زبان سے بڑھ کر ایسی نہیں جو زیادہ عرصہ تک قابو میں رکھنے کی محتاج ہو۔

تین موقعوں پر جھوٹ بولنا جائز ہے

ابن عدیؒ نے عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جھوٹ جائز نہیں ہے مگر تین جگہوں میں وہ آدمی جو اپنی بیوی کو راضی کرتا ہے (جھوٹ بول سکتا ہے) اور جنگ میں بھی

(جھوٹ بول سکتا ہے) اور لوگوں کے درمیان صلح کرنے میں بھی (جھوٹ بول سکتا ہے)۔

بیہقیؒ نے نواس بن سمعانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جھوٹ جائز نہیں ہے مگر تین جگہوں میں جنگ میں کیونکہ وہ ایک تدبیر ہوتی ہے اور وہ مرد جو اپنی بیوی کو راضی کرے اور وہ آدمی جو دو کے درمیان صلح کرائے۔

البیہقیؒ نے اسماء بنت یزیدؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جھوٹ جائز نہیں ہے مگر تین جگہوں میں وہ آدمی جو اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بول سکتا ہے تا کہ وہ راضی ہو جائے یا لوگوں کے درمیان مصالحت کے لیے یا جنگ میں جھوٹ بولتا ہے۔

لوگوں کے درمیان مصلحت افضل صدقہ ہے

البیہقیؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابن آدم کا کوئی عمل صدقہ سے افضل نہیں ہے اور آپس میں صلح کرانا اور اچھے اخلاق۔

البیہقیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا افضل صدقہ لوگوں کے درمیان مصالحت کرانا ہے۔

البیہقیؒ نے ابوایوبؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوایوب کیا میں تم کو ایسی بات کی خبر نہ دوں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تیرے اجر کو عظیم کر دے اور اس کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دے تو لوگوں میں مصالحت کر رہا ہو جب کہ لوگ آپس میں بغض رکھیں یا آپس میں فساد کریں کیونکہ وہ صدقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔

احمد و بخاری و مسلم و ابو داؤد اور ترمذی و نسائی و البیہقیؒ نے ام کلثوم بنت عقبہؓ سے روایت کیا کہ میں نے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے جو خیر کا ارادہ کرتا ہے اور خیر کی بات کہتا ہے اور فرمایا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تین باتوں میں رخصت دیتے ہوئے سنا جنگ میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور مرد کا اپنی بیوی سے بات کرنا یا بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنا۔

احمد وابوداؤد اور ترمذی ؒ (نے اس کو صحیح کہا) وبیہقی ؒ نے ابودرداء ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو روزہ، نماز اور صدقہ میں صلح کرانا اور فرمایا آپس میں فساد کرانا مونڈ دینے والی ہے۔ (یعنی ایمان کو مونڈ دیتی ہے)۔

البیہقی ؒ نے ابوایوب ؓ سے روایت کیا کہ ان کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوایوب! کیا میں تم کو ایسے صدقہ کا نہ بتاؤں جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوتے ہیں عرض کیا ہاں ضرور بتایئے فرمایا لوگوں کے درمیان صلح کرانا جب وہ آپس میں فساد کریں اور ان کے درمیان قرابت پیدا کرنا جب وہ آپس میں دور ہو جائیں۔

البزار ؒ نے انس ؓ سے روایت کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوایوب ؓ سے فرمایا میں تم کو تجارت نہ بتاؤں؟ فرمایا ضرور بتایئے آپ نے فرمایا لوگوں کے درمیان صلح کی کوشش کرنا جب وہ فساد کریں اور ان کے درمیان قربت پیدا کرنا جب وہ آپس میں دور ہو جائیں۔

ابن المنذر وابن ابی حاتم ؒ نے عبداللہ بن حبیب ثابت ؒ سے روایت کیا کہ میں محمد بن کعب قرظی ؒ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی ان کے پاس آیا قوم نے اس سے کہا تو کہاں تھا اس نے کہا قوم کے درمیان صلح کر رہا تھا محمد بن ثابت ؒ نے فرمایا تو نے اپنے لیے مجاہدین کا اجر ثابت کر لیا پھر یہ آیت ” لا خیر فی کثیر من

نجوہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس"۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حیانؒ سے روایت کیا کہ "ومن یفعل ذلک" کے بارے میں روایت کیا کہ یعنی جس نے صدقہ کیا یا قرضہ دیا یا لوگوں کے درمیان صلح کرائی۔

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا